

تبدیلی کاراستہ

سورة الحج کی روشنی میں

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان

ترجمہ

ابوالاعلیٰ سید سجادی

فہرست

مقدمہ:

تمہید: سورہ حج کی منفرد خصوصیات

فصل اول: حج کا اعلیٰ ترین مقصد

اول: سرسری نظر اور گہری نظر کا فرق

دوم: صفات باری تعالیٰ اور مخلوق کا روایہ

سوم: تربیت اور دعویٰ تناحی

فصل دوم: کائنات کی تعمیر اور اس کے ساتھ وفا شعراً

اول: سورہ حج میں کائنات کی تصویر

دوم: کائنات کی تعمیر اور اس کے ساتھ وفا شعراً کی بنیادیں

سوم: کائنات سے توافق یا تصادم کے ثابت اور منفی آثار

فصل سوم: جہاد اور قتل کا حج اور بیت الحرام سے تعلق

اول: قرآن مجید کی روشنی میں

دوم: احادیث پاک کی روشنی میں

سوم: حرم شریف پر دست درازی کے واقعات: تاریخی حقائق اور جدید چیلنجز

چہارم: حج اور جہاد فی سبیل اللہ کا تعلق۔ چند اہم اصول

فصل چہارم: اللہ کی مدد اور نصرت پر اعتقاد

اول: سورہ کے آغاز میں تقویٰ اور انہما میں نصرت کا ذکر

دوم: آیات حج کے معاً بعد قتال کی اجازت

سوم: نصرت خداوندی پر زور

فصل پنجم: اللہ کے وعدے

فصل ششم: اللہ کی وعیدیں

فصل هفتم: اسلام کی آفاقیت اور انسانی فطرت کا فہم

فصل هشتم: ایک اہم اسلوب

فصل نهم: ترغیب و تہییب کے لیے محتاط الفاظ کا استعمال

فصل دهم: حج اور یوم آخرت

خلاصہ:

مقدمہ

الحمد لله الذي انزل الكتاب تبياناً لكل شيء والصلوة والسلام على سيدنا محمد
صلوات الله عليه والسلام عليه الذي جعله الله خيراً بيان قوله وعمله لآيات القرآن الكريم، وعلى من تبعه
باحسان الى يوم الدين، اما بعد...-

شکر ہے خداوند برتر کا کہ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس میں تمام چیزیں واضح طور سے بیان کر دیں۔ درود وسلام ہو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ کو اللہ رب العزت نے اپنی کتاب کی بہترین قوی اور عملی تفسیر بنایا، اور ان تمام لوگوں پر حجتی موت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش کی پیروی کرتے رہیں گے۔

گزر شستہ سال میں نے ان لوگوں کے نام ایک تہنیتی پیغام ارسال کیا تھا جنہیں نے فریضہ حج کی ادائیگی کا موقع نصیب ہوا تھا، میں نے لکھا تھا کہ ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے سورہ الحج کے ابتدائی نصف حصہ کی ادائیگی کا موقع مرحمت فرمایا، اور اس کی بارگاہ میں توفیق طلب کرنی چاہئے کہ ہمیں اس کے باقی نصف کی ادائیگی کا بھی موقع نصیب ہو۔ ایک دوست نے اس کی تفصیل جانی چاہی تو میں نے کہا کہ نصف اول میں مناسک حج پر اور نصف ثانی میں جہاد فی سبیل اللہ پر زور دیا گیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب ”قبلہ کاردار“ کے اندر حج اور جہاد کے درمیان اس گہرے تعلق کی جانب قرآن کی بعض قطعی آیات (سورہ الحج، البقرہ، آل عمران، المائدہ، الانفال، التوبہ، محمد، الحج کی آیات) کی روشنی میں اشارتاً کچھ بتیں کہی تھیں، لیکن میں نے سورہ حج کا جب دوبارہ بنظر غائر مطالعہ کیا، اس شدید غم کے ساتھ کہ دنیا بھر کے مسلمان ہر سال ایک بڑی تعداد میں حج کی ادائیگی کے لیے

جاتے ہیں، لیکن کیا وجہ ہے کہ اس حج کا مسلم امت کی مجموعی صورت حال پر کچھ بھی اثر نہیں نظر آتا۔ میں نے دوبارہ سورہ کامطالع شروع کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ سورہ اپنے اندر بڑی رہنمائی رکھتی ہے، نیز اس کے اندر ایسے قیمتی خطوط موجود ہیں جو فرد، معاشرے اور پورے عالم کی بھلائی اور بہتری کے ضامن ہیں، اس سورہ کامطالع کرنے کے بعد جو اہم نکات سامنے آئے، وہ درج ذیل ہیں:

اول: حج کا اعلیٰ ترین مقصد

دوم: کائنات کی تعمیر اور اس کے ساتھ وفا شعاراتی

سوم: جہاد اور قیال کا حج اور الہیت الحرام سے تعلق

چہارم: اللہ کی مدد اور نصرت پر اعتماد

پنجم: اللہ کے وعدے

ششم: اللہ کی وعدیں

ہفتم: اسلام کی آفاقیت اور انسانی فطرت کا فہم

ہشتم: ایک اہم اسلوب

نهم: ترغیب و تہذیب کے لیے ممتاز الفاظ کا استعمال

دهم: حج اور یوم آخرت

میں نے ان نکات پر تفصیلی گفتگو سے قبل اس سورہ کے ان امتیازات کی جانب اشارہ کیا ہے جو اسے دوسری سورتوں سے ممتاز کرتے ہیں، مثال کے طور پر اس کے اندر دو سجدہ تلاوت آئے ہیں، قیال کی اجازت دی گئی ہے، اللہ رب العزت کی صفات بیان ہوئی ہیں، اور کافروں کے لیے سخت عذاب اور بد لے کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کے اندر مختلف مفرد پہلو پائے جاتے ہیں۔

رہی بات ان جدید نکات کی، تو میرا خیال ہے کہ ہماری عظمت رفتہ کی بازیافت کے لیے یہ بہت ہی اہم

اور رہنمای خطوط ہیں۔ اس سورہ کی پہلی آیت یا ایہا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ اور آخری آیت فَنِعْمَ

الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ کے درمیان میں نے گھر تعلق محسوس کیا، مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ

تعالیٰ کا دل سے یقین، اس کی معرفت اور اس کے اسماء و صفات کے ساتھ اس کا ذکر حج کے شعائر کی ادائیگی اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری سے پہلے کرنے کا کام ہے، تاکہ ہم سورہ حج کے آخری کلمات فِنَعْمَ الْمَوْلَى وَ نِعْمَ النَّصِيرُ کے مستحق بن جائیں۔ ایک بنیادی بات یہ ہن میں رہنی چاہئے کہ اللہ کی معرفت اور اور اس کا ذکر حج کے اعلیٰ مقاصد میں شامل ہے۔ مجھے بہت تجھ ہوا بلکہ حیرت ہوئی کہ اس سورہ میں جو کہ نصف پارے پر مشتمل ہے اللہ رب العزت کا ذکر اور اس کی صفات کا ذکر اشارتاً اور صراحتاً دو سو مرتبہ آیا ہے۔ میں نے ایک ایک کر کے ان مقامات پر کافی غور و فکر سے کام لیا، اور ایک خاص طریقہ سے ان کا جدول بھی تیار کیا، جس میں خواہ لغت کے اعتبار سے ان کو جمع کیا گیا، چنانچہ یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آگئی کہ تعلق باللہ ذہن و قلب اور عقیدہ عمل ہر پہلو سے حج کے اہم ترین مقاصد میں شامل ہے۔

اس منفرد سورہ اور اس کے اہم خصائص اور امتیازات پر تدبر و فکر کے نتیجے میں، جس میں پچاس سے زائد مقامات پر کائنات کی ان انوکھی اشیاء کا ذکر ہے جو انسان کے ارد گرد پھیلی ہوئی ہیں، مجھے معلوم ہوا کہ ان میں دو پہلوؤں سے اشتراک پایا جاتا ہے۔ اول یہ کہ پوری کائنات اللہ رب العزت کے سامنے سر بسجود ہے اور اسی کی عبادت کرتی ہے، اسی سے ایک اور کائنات بھی سامنے آتا ہے، وہ یہ کہ سر بسجود کائنات کی تعمیر اور اس کے ساتھ وفا شعاراتی مطلوب ہے، تاکہ انسان اور کائنات کے درمیان حقیقی وفاداری کا رشتہ قائم ہو، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ یہ کائنات اللہ کے حضور سر بسجود اور اسی کی عبادت میں مشغول ہے۔ دوسرا امر مشترک یہ کہ پوری کائنات اللہ کی جانب سے انسانوں کے لیے مسخر ہے تاکہ انسان اللہ کی عبادت کے لیے فارغ ہو جائیں، لہذا یہ جائز نہیں کہ اللہ کے یہ بندے جو اس کائنات کے شہنشاہ ہیں، اللہ کی ذات کے ساتھ شریک ٹھہرائیں اور اس کائنات کے غلام بن کر رہ جائیں۔

اس عقیدے کا عملی اثر یہ ہو گا کہ انسان اس کائنات میں تحریک کے بجائے تعمیر میں لگ جائے گا، اور اس میں بگاڑ کا کام کرنے کے بجائے اس کو بنانے اور سنوارنے میں معروف ہو جائے گا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کائنات ہمیشہ اللہ کے سامنے سر بسجود رہتی ہے۔

میرا اپنے رب سے یہ عہد ہے کہ قرآن مجید کا مطالعہ کسی بھی سابقہ فکر سے ذہن کو خالی رکھتے ہوئے کروں گا، کتاب الہی کو مکمل طور سے یہ موقع دوں گا کہ وہ اپنے نورانی حروف سے میرے دل کی گہرائیوں میں اپنے احکام نقش کرے، اور میں ان الہی احکام کے سامنے سرتسلیم خم کرتا رہوں گا، خواہ اس کے نتیجے میں کیسے ہی اثرات ظاہر ہوں اور کتنے ہی خطرات کا سامنا کرنا پڑے۔ باوجود داہس کے کہ اس سے قبل جن زکات پر میں نے قلم اٹھایا ہے، اس میں تقریباً سو مرتبہ اللہ کے ذکر کے سبب میں غور و فکر اور تذہب پر مجبور ہو گیا، لیکن یہاں اس تیسرے منجھ میں جہاد، قتال اور حج و بیت الحرام کے درمیان تعلق بالکل نمایاں ہے، بطور خاص سورہ حج اور ان تمام سورتوں کے اندر جہاں مسجد حرام اور شعائر حج کا تفصیلی یا اجمالی ذکر آیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا اور اس سلسلہ میں مجھے کسی قسم کا شک و تردود نہیں کہ عمرہ اور حج کے عظیم مقاصد میں سے ایک اہم مقصد امت کو جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کے لیے تیار کرنا بھی ہے، تاکہ امت کے مقدسات کا تحفظ ہو سکے جن کے بارے میں رب علیم وقدیر کا فرمان ہے کہ وہ مستقل ڈشمنوں کے نشانے پر ہیں گے اور ڈشمنوں کی جانب سے ان کو مستقل خطرہ لاحق رہے گا۔ میں نے بطور خاص سورہ حج اور پھر قرآن کی ان تمام سورتوں کا مطالعہ کیا جن میں بیت الحرام اور شعائر حج کا ذکر آیا ہے، مثال کے طور پر سورہ البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانفال، التوبہ، الحج، الفتح، المحنة، الفیل اور القریش۔ ان سورتوں کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ ان تمام ہی سورتوں سے حج و عمرہ اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے درمیان گہرائی و واضح ہوتا ہے، اور میں نے یہ گہرائی و بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی متعدد مقامات پر دیکھا ہے۔ اسی ضمن میں میں نے بیت اللہ الحرام پر دراندازی اور اس کے سلسلہ میں بنائے جانے والے ناپاک منصوبوں سے متعلق قدیم و جدید تاریخی واقعات بیان کیے ہیں، جہاں میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ امریکی صدارت کے ایک امیدوار نے یہاں تک کہہ دیا کہ وہ مکہ اور مدینہ پر ایم بم کی بارش کرے گا، اس نے ایسا کسی خفیہ منصوبے میں نہیں لکھا ہے بلکہ اس نے علی الاعلان اپنے ایک خطاب کے دوران کہا۔

اسی طرح میں نے موجودہ حالات کے ناظر میں جہاد اور قتال کے شرعی اصول اور ضوابط بھی بیان کیے

ہیں، تاکہ امت کی وسطیت سے متعلق دو متضاد باتوں کا علاج کیا جاسکے، اس لیے کہ ایک طرف تو مقدسات کے سلسلہ میں جو خطرات ہیں ان کے تین ذمہ داری کو سمجھنے اور اس ذمہ داری کی ادائیگی کے سلسلہ میں لا پرواہی برقراری ہے، اور دوسرا جانب بغیر کسی سبب، شرط اور ارکان جہاد کا لاحاظہ رکھتے ہوئے جہاد کے لیے کوڈ پڑنے کی باتیں کہی جا رہی ہیں۔

تہنا اللہ رب العزت ہی اس بات سے واقف ہے کہ اپنی امت کے مقدس مقامات کے تعلق سے میرے اندر کس قدر غیرت و محیت پائی جاتی ہے، درحقیقت مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ظالم کمیں ان مقدس مقامات پر دست درازی نہ کر بیٹھیں، لہذا اس کے لیے پہلے سے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔

ضرورت ہے کہ اب ہم گفتار کے بجائے کردار اور قول کے بجائے عمل کی جانب متوجہ ہوں، آپسی اختلافات اور جھگڑے ختم کر دیں، سچے ایمان اور ذہن و دماغ میں گھر کر جانے والے نفاق کے درمیان فرق کریں، گرچہ کہ بعض نفاق ایسے لبادے میں نظر آتے ہیں کہ ان کے اوپر دلیل اور بربان کا وہم ہونے لگتا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم کو اپنے فرماں کی صحیح صحیح اطاعت نیز حج و عمرہ کے شعائر کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت کے فرمان کے مطابق جہاد اور قول کے لیے تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

چوتھا نکتہ حج اور قول کے درمیان رشتہ سے متعلق ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ قوی اور عزیز کی مدد اور نصرت پر اعتماد کیا جائے۔ یہ چیز سورہ کی ابتداء میں تقوی اور آخر میں رب کی نصرت کے ذکر سے بھی سمجھ میں آتی ہے، اسی طرح سورہ کے اندر نصر کا مادہ سات مرتبہ بہت ہی تاکید کے ساتھ آیا ہے، اس سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے۔ سورہ میں مذکور اللہ رب العزت کی صفات مثلاً قوت، شوکت، ظالموں کی پکڑ اور ان کی سزا، اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے والے مونین کے لیے نصرت اور غلبہ نیز ساری انسانیت کے سامنے شہادت، ان سب کے ساتھ یہ کونہ موافق رکھتی ہیں۔

پانچواں نکتہ ہے اللہ کے اس وعدے پر یقین کہ مونین کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ مونین کے لیے پہلا وعدہ جنت میں داخل ہونے کا ہے، یہی مونین کی سب سے پہلی اور بنیادی خواہش ہے،

اس کے بعد کی آیات میں مونموں کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے رزق میں کشادگی ہوگی، ان کو ہدایت اور نصرت نصیب ہوگی، ان کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کر لیا ہے، یقیناً وہ ان کو زمین میں غلبہ اور سر بلندی عطا فرمائے گا۔

چھٹا نکتہ ہے اللہ کی اس وعدہ پر یقین کہ کافروں کے لیے دنیا اور آخرت کی نامرادی ہے۔ اللہ نے کافروں کو سب سے پہلے اس بات کی وعدہ سنائی ہے کہ انہیں آگ کے عذاب میں ڈالا جائے گا۔ پھر ان کے لیے دنیا اور آخرت کی نامرادی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ رب العزت نے ان ظالموں کو عذاب اور کھلے نقصان سے آگاہ کیا ہے۔

میں ایک طویل عرصے تک مونین کے تعلق سے بری تعداد میں موجود اللہ کے وعدوں کو جمع کرتا رہا، جن میں مونین کے لیے کامیابی، رب کی خوشنودی، دنیا میں نصرت اور غلبے نیز آخرت کی آسائشوں بھری ابدی زندگی کا ذکر آیا ہے۔ مجھے مونین سے کیے گئے وعدوں اور کافروں کو دیگری وعدوں کے درمیان مستقل توازن بھی سمجھ میں آگیا، میں نے دیکھا کہ ظالم کافروں کے لیے دنیا اور آخرت میں کھلی نامرادی اور رسوائی عذاب کی سخت تہذید آئی ہے، اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مونین سے کیا گیا پہلا وعدہ جنت کا ہے اور کافروں کو دیگری پہلی وعدہ آگ کے عذاب کی ہے، تاکہ رحمن سے ملاقات کے وقت کامیابی اور نامرادی کے انجام بنیادی طور پر واضح رہیں، جیسا کہ فرمان الہی ہے: ﴿فَلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ (الزمر: ۱۵) (کہہ دو کو نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا، دیکھو یہی صریح نقصان ہے۔) اس طرح سے اللہ رب العزت کے حضور سر بسجود، عبادت میں مشغول کائنات مونین کے لیے بڑا سرمایہ بن سکتی ہے، اور آخرت میں یہ ان کے لیے بڑا ذخیرہ ثابت ہوگی، جبکہ ظالم کافروں کے لیے یہ عذاب بن جائے گی۔

ساتویں نکتے میں ہم اسلام کی آفاقیت کا مشاہدہ کرتے ہیں، سورہ میں پندرہ مرتبہ 'الناس' کا لفظ وارد ہوا ہے، ان مقامات کا تحریک کرنے سے دو باقی ماقومات کا تحریک کرنے سے واضح ہو کر سامنے آتی ہیں:

اول: لوگوں کی طبیعتوں کا فہم اور یہ دوسرے پہلو کا ایک لازمی جز ہے۔

دوسرے پہلو یہ ہے کہ تمام ہی انسانیت تک اسلام کا پیغام پہنچانا واجب ہے۔

آٹھویں نکتے میں اسباب اور نتائج کے درمیان گہرے تعلق کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے تاکہ ذہنوں کو مطمئن کیا جاسکے، عدالت کے منہج کو ثابت کیا جاسکے اور اسباب کے نتیجے میں ظہور پذیر نتائج کو بیان کیا جاسکے، سورہ میں سات مرتبہ 'ذلک' کا لفظ بتکرار واقع ہوا ہے، جس سے پیش آمدہ امور اور نتائج کا واضح ربط سامنے آتا ہے، جدول میں یقین جاگزیں کرتا ہے اور عقل کو منطق سے بہرہ دو رکتا ہے۔

نوبیں نکتے میں ترغیب و تہیب کے لیے الفاظ کے محتاط استعمال پر گفتگو ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موقع کے لیے مناسب الفاظ کا استعمال کیا جائے، میں نے قوت، شدت اور سختی کے اسالیب کو سورہ کی پیشتر آیات میں دیکھا کہ وہ ہر موقع کے لیے مناسب حال استعمال ہوئے ہیں، اپنے موضوع، اپنے سیاق، قال کی اجازت، جھگڑا، ضری، ظالم اور سرکش لوگوں کو سامنے رکھتے ہوئے جو سخت وعید، سخت عذاب اور دنیا و آخرت کی رسائی کی تہذید (حکمکی) مناسب تھی، اس کے مناسب حال الفاظ کا استعمال کیا گیا۔ اسی طرح مونموں کے لیے ایسے الفاظ استعمال ہوئے کہ جن میں ان کے ساتھ نرمی، محبت اور شفقت کا اظہار کیا گیا، ان کو غلبہ، نصرت اور اللہ کی جانب سے رزق حسن کا وعدہ سنایا گیا۔ اس کے علاوہ بھی سورہ کے اندر نہ جانے کتنے قیمتی نکات ہوں گے جن تک ہمارا ذہن نہیں پہنچ سکا، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں اس کے فہم اور اس کی بہترین تطبیق کی توفیق عطا فرمائے اور اس کو لوگوں کے درمیان عام کرنے کا موقع مرحمت فرمائے۔

رہا آخری نکتہ تو اس کی اصل یہ ہے کہ سورہ میں ۲۹ مرتبہ یوم آخرت کا ذکر آیا ہے اور اس میں سے ۱۹ مرتبہ مناسک حج سے پہلے اس کا ذکر آیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حج سے پہلے بھی اسی کے لیے تیاری کرنی ہے اور حج کے بعد بھی اسی یوم آخرت کی تیاری میں لگے رہنا ہے، اس میں اس بات کا اضافہ بھی کر لینا ضروری ہے کہ یوم آخرت کے تعلق سے کلام میں جو شدت اور قوت اس سورہ کے اندر پائی جاتی ہے، یہ شدت اور قوت کسی دوسری سورہ میں نہیں ملے گی۔ اس سورہ میں قیامت کے ایسے مشاہد

ومناظر اور عذاب کی ایسی صورتوں کا ذکر ہے جو شدید بھی ہیں اور نادر بھی۔

میں آئندہ فصلوں میں ان نکات کو پیش کرتے ہوئے اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ اسے قبول فرمائے، لوگوں سے امید ہے کہ وہ ایسی تبدیلی کی جانب پیش قدی کریں گے جس سے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ایک شاندار مستقبل کی امید جاگ اٹھے۔

میں امید کرتا ہوں اپنے تمام ہی مسلم بھائیوں سے کہ وہ اس سورہ کا مطالعہ ان نکات کی روشنی میں کریں، اور ان نکات کے علاوہ دوسرے نکات کا استنباط بھی ممکن ہے، تاکہ فریضہ حج کی ادائیگی مسلمانوں کے عقل و شعور میں اور ذہن اور فکر میں، خواہ وہ فرد کی شکل میں ہوں، یا حکومت، ادارے اور تنظیموں کی شکل میں، ایک تبدیلی لائے تاکہ سورہ حج کی روشنی میں مقاصد حج کے اندر وسعت لائی جاسکے۔

فریضہ حج شعائر اللہ میں ایک ایسا منفرد مقام رکھتا ہے کہ اس کے سلسلہ میں پوری ایک سورہ نازل کی گئی ہے، جبکہ دوسرے شعائر طہارت، نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے سلسلہ میں ایسا نہیں ہے، اور یہ بات معقول بھی نہیں ہے کہ فتحی احکام سے اصلاحی، دعویٰ اور تربیتی مقاصد کو الگ رکھا جائے، جیسا کہ سورہ حج میں ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں سے بطور خاص اور عام انسانوں سے عمومی طور پر خطاب ہے، اس سورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نکات کی رعایت اور ان کے تقاضوں کی تکمیل کے بعد ہی ہم لوگوں پر گواہ بن سکتے ہیں۔ نماز کی ادائیگی کے ساتھ میکی کے کام کریں اور حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ فریضہ جہاد کی تیاری کریں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكُعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعُلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مَّلَةً إِبِيْكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاَكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لَيْكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَفِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكَاةَ وَأَعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنَعِمُ الْمَوْلَى وَنَعِمُ النَّصِيرُ۔ (سورہ الحج: ۷۷ تا ۷۸)

مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر

دین (کی کسی بات) میں تیگنیں کی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو، یہ تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔)

اگر حج کے ذریعہ ہمیں اللہ کی عبادت، بندوں کی رہنمائی اور اللہ کے بندوں پر شہادت کا اعلیٰ ترین مقام نہیں نصیب ہو رہا ہے جبکہ اللہ کا وعدہ ہے تو ہمیں یہ بات جان لینی چاہئے کہ ہمارا حج اس حج سے مختلف ہے جو رب کے نزدیک مطلوب ہے اور جس کا ذکر اس نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور جس کی تعلیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ میں ملتی ہے۔

میں تمام ترجیحتوں کے ساتھ اس بات کی امید کرتا ہوں اور تاکید کے ساتھ اس بات کا مطالبہ کر رہا ہوں کہ ہمیں حج کے پروگرام میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، یہ تبدیلی افراد کی سطح پر بھی مطلوب ہے اور حکومت اور اداروں کی سطح پر بھی، یہاں تک کہ ہم حج کے وہ اہداف اور مقاصد حاصل کر لیں جو اللہ رب العزت کے یہاں مطلوب ہے۔ رَبَّنَا آتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقَنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (البقرہ: ۲۰)

(اللہ ہمیں دنیا میں بھی خیر عطا فرماء اور آخرت میں بھی خیر عطا فرماء اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ) یقیناً توفیق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے تو توفیق دیتا ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان

محرم ۱۴۳۴ھ

تکمیلہ

سورہ حج کی منفرد خصوصیات

اس سورہ کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے اور اس کی آیات پر غور و فکر کے نتیجے میں بعض منفرد اور ممتاز خصائص سامنے آتے ہیں، جن میں اہم ترین درج ذیل ہیں:

- (۱) سورہ کا نام بذات خود اس کی منفرد خصوصیات میں شامل ہے، پورے قرآن مجید میں دوسرے شعائر جیسے نماز، زکوٰۃ اور روزہ کے نام سے ایک بھی سورہ نہیں ہے، جبکہ یہ تمام شعائر بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ میرے خیال سے اس عبادت کے ذریعہ جو امت کو اجتماعیت کا ایک عظیم درس دیتی ہے، اور اس عبادت کی ادائیگی کے لیے پوری امت ایک جگہ یعنی خانہ کعبہ کے ارد گرد جمع ہوتی ہے، اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ وہ مقاصد حاصل کیے جائیں جو دوسری عبادات سے نہیں حاصل ہو پاتے۔ یقیناً اس سے دوسری عبادات کا مقام و مرتبہ کچھ کم نہیں ہوتا، نماز دین کا ستون ہے، اور اس سے کسی کو رخصت نہیں مل سکتی الایہ کہ وہ حیض کی حالت میں ہو، یا مجنون ہو۔ جبکہ دوسری عبادات بسا اوقات ایک بندہ مسلم ادا کرنے سے عاجز ہوتا ہے جیسے کہ سخت مرض لاحق ہے۔ روزہ رکھنے کی ہمت نہیں ہے تو وہ اس کے بد لے فدریہ ادا کرے گا۔ فقر کا شکار ہے، صاحبِ نصاب نہیں ہے تو زکوٰۃ نہیں ادا کرے گا حتیٰ کہ خود بھی اس کا مستحق ہو سکتا ہے۔ لاکھوں مسلمان ہیں جو حج کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں یا تو فقر کے سبب یا پھر مرض اور حرم کے نہ ہونے کے سبب، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی یہ مشیبت ہوئی کہ اس عظیم عبادت ‘حج’ کے نام سے ایک سورہ خاص کرداری جائے، یقیناً اس کی کچھ حکمتیں ہوں گی جن کا صحیح علم اللہ رب

العزت کے پاس ہے، اور اس کے فضل و کرم سے بسا وقایت ان امور کی بعض حکمتوں کا علم ہمیں ہو جاتا ہے۔

(۲) اس سورہ میں دو سجدے آئے ہیں (آیت ۱۸، اور آیت ۷۷ میں)۔ جبکہ قرآن مجید میں پہلا سجدہ نویں پارہ کی سورہ اعراف میں آیا ہے، جس سورہ کا شمار طوال مفصل میں ہوتا ہے، تاہم سورہ حج کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت دی ہے کہ اس میں دو سجدے آئے ہیں، اس طرح اس پہلو سے بھی یہ سورہ اپنے اندر انفرادیت رکھتی ہے۔ سجدہ کے بارے میں یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ مومنین کے نزدیک سجدہ تقریب الہی اور عبادت الہی کا اعلیٰ ترین مقام ہے، اور سجدہ نہ کرنا وہ پہلی تاریخی غلطی ہے جس کا صدور کائنات کی تاریخ میں مردود شیطان سے ہوا تھا۔

(۳) قرآن مجید کی کسی بھی سورہ میں ایسا دیکھنے کو نہیں ملے گا کہ اللہ رب العزت نے اپنی ذات برتر کے لیے القوی اور العزیز دونوں صفات ایک ساتھ دو مرتبہ استعمال کی ہوں، ایسا صرف سورہ حج میں ہے۔ بہت ہی تاکید کے ساتھ اللہ رب العزت نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَقَوْيُّ عَزِيزٌ۔ (سورہ حج: ۴۰، ۷۳)۔ اس میں تاکید کے لیے ان کا لفظ استعمال ہوا ہے اور خبر سے پہلے لام مذکور ہے لقویٰ یہ صفت سورہ ہود میں بھی آئی ہے، لیکن وہاں حض ایک ہی تاکید آئی ہے، وہاں ارشاد باری ہے: إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوْيُ الْعَزِيزُ۔ (سورہ ہود: ۲۶)، یہاں پر ان اور لام تعریف کے ذریعہ تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ عزت اور قوت کامل طور سے اللہ ہی کے لیے خاص ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ اس کا ذکر سورہ احزاب (۲۵)، سورہ شوری (۱۹)، سورہ الحمد (۲۵)، سورہ مجادلہ (۲۱) میں آیا ہے۔ اس طرح پورے قرآن میں یہ دونوں صفات ایک ساتھ سات مرتبہ آئی ہیں، جن میں دو مرتبہ ان صفات کا ذکر سورہ حج میں آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات حق و باطل کے درمیان ہونے والی معزکہ آرائی کے سیاق میں آئی ہیں، اس میں اس بات کا صاف اشارہ ہے کہ اگر مومنین اللہ قوی اور عزیز پر اچھی طرح سے توکل کریں گے تو غلبہ ان ہی کو نصیب ہوگا۔

(۴) قرآن کی یہ پہلی سورہ ہے جس میں قفال کی اجازت آئی ہے، فرمان الہی ہے: أَذِنْ لِلَّذِينَ

يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ - (الحج: ٣٩) (جن مسلمانوں سے) (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے اُن کو اجازت ہے (کوہ بھی لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (اُن کی مدد کرے گا وہ) یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔ امام قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: یہ پہلی آیت ہے جو قال کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس اور ابن جبیر کہتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کی جانب ہجرت کر رہے تھے اسی وقت یہ سورہ نازل ہوئی۔ نسائی اور ترمذی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کرو دیا تو ابو بکرؓ نے کہا: انہوں نے اپنے نبی کو نکال دیا اب وہ ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ اس پر اللہ کا فرمان نازل ہوا: اذن لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔ اس پر ابو بکرؓ نے کہا: مجھے معلوم تھا کہ جنگ کا وقت آگیا ہے۔ ترمذی کہتے ہیں: یہ حسن حدیث ہے۔ (تفسیر قرطبی۔ تفسیر سورۃ الحج، آیت ۳۹، جلد: ۱۲، صفحہ: ۲۷، اس کی تخریج نسائی نے کی ہے (۸۰۶)، ترمذی نے کی ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے (۱۵۱/۳)، احمد نے کی ہے (۲۱۶/۱)، حاکم نے کی ہے (۲۳۶، ۲۲۶/۲)، حاکم کہتے ہیں کہ صحیحین کی شرطوں پر ہے، ذہبی نے بھی بھی بات کہی ہے، حافظ ابن کثیر نے اس کی نسبت ابن ابی حاتم کی طرف کی ہے (۲۲۵/۳)، البانی نے اپنی کتاب ضعیف الترمذی میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے (۳۱۷/۱)۔)

(۵) یہ آیات ہجرت کے پہلے سال شعبان کے مہینے میں نازل ہوئیں، اور فوراً ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ساری مختلف محاذوں پر پے در پے روانہ کر دیئے، وہ سرای درج ذیل تھے:

☆ سریہ سیف الامر کی قیادت حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؐ کے ہاتھوں تھی اور اس کو پہلے ہجری سال کے ماہ رمضان میں روانہ کیا۔

☆ سریہ رابغ کی قیادت عبیدہ بن الحارث بن المطلبؐ کے ہاتھوں تھی اور اس کو ماہ شوال، پہلے ہجری سال میں روانہ کیا گیا۔

☆ سریہ الخوارکی قیادت سعد بن ابی وقار کے ہاتھوں تھی اور اس کو ذی قعده، پہلے ہجری سال

میں روانہ کیا گیا۔

- ☆ ماه صفر، ہجرت کے دوسرے سال غزوہ الاباء ہوا، اس کی قیادت خود نبیؐ نے کی تھی۔
☆ ربیع الاول، ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بواط ہوا، اس کی قیادت بھی نبیؐ نے بذات خود کی۔

☆ ربیع الاول، ہجرت کے دوسرے سال ہی غزوہ سفوان (غزوہ سفوان کرز بن جابر الفہدی کی طلب میں ہوا تھا، اللہ کے رسول نے قیادت کی تھی جبکہ پرچم بردار علی بن ابی طالب تھے، غزوہ الاباء کے پرچم بردار حمزہ بن عبدالمطلب تھے، غزوہ بواط میں پرچم بردار سعد بن ابی وقار تھے) (طبقات بن سعد (۵/۲)، تاریخ الطبری (۳۰۷/۲)) آپؐ کی قیادت میں ہوا۔

☆ جمادی الاول اور الآخر، ہجرت کے دوسرے سال غزوہ ذی الحشیر ہوا، اسی سال سری نخلہ عبد اللہ بن جحش کی قیادت میں روانہ کیا گیا۔

☆ پھر اسی سال غزوہ بدر رمضان کے مہینے میں ہوا، اور پھر جہاد کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ آنحضرتؐ وفات پا گئے، اس کے بعد بھی جہاد کا یہ سلسلہ جاری رہا، اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔ (کیونکہ خیر و شر اور ہدایت و ضلالت کے درمیان اور اسلامی و طاغوتی طاقتوں کے درمیان معزکہ روز اول سے گرم ہے اور قیامت تک جاری رہے گا) لیکن قبل ذکر بات یہ ہے کہ جہاد، فتح اور مقابلہ کے لیے نکنے والے دستوں کی پہلی چنگاری اسی سورہ سے نکلی تھی۔ (سیرت ابن ہشام، باب ذکر جملۃ السرایا والبعوث، ص: ۱۲۲۸، کتاب الریق المختوم، صفحی مبارکپوری، باب الغزوات والسرایا قبل بدر، ص: ۱۵۷)

(۶) آگ کا عذاب پکھنے کی تعبیر سورہ حج کے علاوہ دو مرتبہ قرآن کی کسی سورہ میں نہیں آئی ہے، جبکہ سورہ حج میں دو مرتبہ یہ تعبیر مذکور ہے: ثَانِيَ عَطْفِهِ لِيُضْلَلَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فِي الدُّنْيَا حَزْرٌ وَ نُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيق۔ (الحج: ۹) (اور تکبر سے) گردن موڑ لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے، اس کیلئے دنیا میں ذلت ہے اور قیامت کے دن ہم

اسے عذاب (آتش) سوzaں کا مزاجکھائیں گے۔) وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ (الحج: ۲۲)
 (اور) (کہا جائے گا کہ) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔، سورہ آل عمران میں یہ تعبیر ایک مرتبہ وارد ہے (۱۸۱)، افال (۵۰)، البروج (۱۰) میں ایک ایک مرتبہ وارد ہے (سورہ البروج آیت نمبر ۱، وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيق) اس طرح پورے قرآن میں یہ تعبیر تین مرتبہ وارد ہوئی ہے جبکہ صرف سورہ حج میں دو مرتبہ آئی ہے۔

(۷) پورے قرآن مجید میں کہیں بھی کافروں کے عذاب کا تذکرہ ان الفاظ میں نہیں آیا ہے، جن الفاظ میں اس سورہ کے اندر ہم دیکھتے ہیں: هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَاصُمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ نَارٍ يُصَبَّ مِنْ فَوْقِ رُؤُوسِهِمُ الْحَمِيمُ۔ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ وَلَهُمْ مَقَامُعْ مِنْ حَدِيدٍ۔ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمًّا أَعْيُدُوْا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيق (سورہ الحج: ۹/۲۲ تا ۱۱) (یہ دو (فریق) ایک دوسرے کے دشمن اپنے رب (کے بارے) میں جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے (اور) ان کے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس سے ان کے پیٹ میں اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔ اور ان (کو مارنے ٹھوکنے) کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔ جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (وتکلیف کی وجہ) سے دوزخ سے نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا کہ) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔، عذاب کا یہ منظر پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں مل سکے گا، خواہ آگ کے کپڑے ہوں جوان کے لیے قطع کیے جائیں گے، لوہے کے ہتھوڑے ہوں جوان کو مارنے اور ٹھوکنے کے لیے استعمال کیے جائیں گے، یا پھر معنوی عذاب جور نج و غم کی صورت میں ہوگا، اور یہ صرف ان لوگوں کے لیے ہوگا جو اللہ کی ذات برتر کے سلسلہ میں جھگڑتے رہتے ہیں۔

(۸) مختلف مذاہب اور مतوں کے ذکر کے دوران پورے قرآن مجید میں کہیں بھی جوں کا ذکر نہیں آیا ہے، جوں کا ذکر صرف سورہ حج میں آیا ہے، جبکہ اس سے ملتی جلتی آیتیں قرآن میں موجود ہیں، سورہ بقرہ کی آیت ۲۲ رمیں ہے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّابِرِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأَجُورُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔
 (جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذہب کا ہو) جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان کے (اعمال کا) صلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) نہ ان کو کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔) اور اسی طرح سورہ مائدہ کی آیت ۲۹ میں ہے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِرُونَ وَالنَّصَارَى مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا ستارہ پرست یا عیسائی ان کو) (قیامت کے دن) نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔)

مذکورہ بالادنوں آیات میں مختلف ماتوں کا ذکر ہے لیکن آگ کے پیjarی مجوسیوں کا ذکر نہیں ہے، ان کا ذکر سورہ الحج میں آیا ہے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِرِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (الحج: ۷۱) (جو لوگ مomin (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک، اللہ ان (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا بیشک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے)۔

فصل اول

حج کا اعلیٰ ترین مقصد

اول: سرسوی نظر اور گھوی نظر کا فرق:

اگر ہم چاہتے ہیں کہ سورہ حج کا اس طرح مطالعہ کیا جائے کہ ساتھ میں فکری عمل بھی جاری رہے، دل پر اس کے اثرات بھی محسوس ہوں، شخصیت میں تبدیلی بھی رونما ہو، اور یہ واضح ہو جائے کہ اس کے اندر موجوداً ہم ترین حقیقت کیا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ یہ حقیقت 'معرفت الہی' اور دوام کے ساتھ ذکر الہی، ہے، خواہ نصوص میں واضح طور سے اس کا ذکر ہو، یا اشارتاً اس کا پتہ چلے، یا پھر ضمیر ظاہر یا مستتر کے ذریعہ اس کے بارے میں جواز آیا و جو بآ معلوم ہو، بہر حال ایسے نصوص کی تعداد ۱۹۵ تک پہنچتی ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر کہ سرسری نظر اور گہری نظر کا فرق واضح ہو جائے اور پورے قرآن، بطور خاص سورہ حج کی روشنی میں اللہ کی معرفت تک رسائی کا راستہ معلوم ہو جائے۔ سرسری لگاہ سے انسان کی رسائی اللہ رب العزت تک ہوتی ہے لیکن اسی وقت جبکہ اللہ اور اس کی صفات مثلًا القوی، العزیز، القدیر، العلیم اور الحلیم آیت کے اندر صریح الفاظ میں موجود ہوتی ہیں۔ رہی گہری نظر تو وہ سابقہ باتوں کے ساتھ ساتھ ہر اس بات کا احاطہ کرتی ہے جس سے آیات کے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب اشارہ ملتا ہے، خواہ وہ ضمیر ظاہر ہو یا مستتر، وジョاً ہو یا جواز آیا تتمح کے انداز میں ہو، اسی طرح اسماء موصول اور اسماء اشارہ ہیں جو بالواسطہ یا بلا واسطہ اللہ رب العزت کی جانب اشارہ کرتے ہیں، ذیل میں تین آیات کی روشنی میں یہ بات واضح کی جائے گی کہ کس طرح سرسری اور گہری نظر کے ذریعہ ہم اللہ رب

العزت کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں:

آیت	سرسری نظر (لغوی)	گھری نظر (نحوی)
<p>إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاء الْعَاقِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَن يُرِدُ فِيهِ بِالْحَادِ بُطْلُمِ نُدْقُهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ</p>	<p>لفظ جلال اس میں صرف ایک مرتبہ آیا ہے۔</p>	<p>جَعَلْنَاہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں فاعل (نا) اللہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، اسی طرح ذُقُه میں ضمیر مستتر و جو باخون، اللہ کی طرف لوٹی ہے۔</p>
<p>وَإِذْ بَوَأْنَا لِإِنْبَرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا وَطَهَّرْ بَيْتِيَ لِلْطَّائِفَيْنَ وَالْقَائِمَيْنَ وَالرُّكَّعَ السُّجُودَ۔</p>	<p>اللہ رب العزت کا نام اس میں نص یا صفت کے طور پر ایک مرتبہ بھی نہیں آیا ہے۔</p>	<p>اس میں تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کا نام آیا ہے، بَوَأْنَا میں (نا) اللہ پر دلالت کرتا ہے، بِی میں یا ضمیر اللہ کی طرف لوٹی ہے، اسی طرح بَيْتِی میں یا ضمیر اللہ کی طرف لوٹی ہے۔</p>

<p>اس میں تین مرتبہ اللہ کا ذکر ضمیر کی صورت میں آیا ہے، یَنَّاْلُهُ، میں مفعول ہ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹی ہے اور سَخَّرَهَا، هَدَأْكُمْ، میں فاعل ضمیر مستتر اللہ کی طرف لوٹی ہے۔</p>	<p>لفظ جلال دو مرتبہ آیا ہے۔</p>	<p>لَنْ يَنَّالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَّاْلُهُ الْتَّقْوَىٰ مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَأْكُمْ وَبَشِّرُ الْمُحْسِنِينَ۔</p>
--	----------------------------------	--

گہری نظر اور فکری عمل کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا ہر ہر لفظ بلا واسطہ اللہ رب العزت کی جانب رہنمائی کرتا ہے، میں نے اپنی کتاب 'سورہ الکھف' کی روشنی میں اصلاح و تبدیلی کے طریقہ کارڈ میں گیارہویں فصل کے اندر جس کا عنوان ہے 'میرے رب کے کلمات مجھے میرے رب کی جانب رہنمائی کرتے ہیں، اس موضوع پر کچھ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، ساتھ میں پانچ آیتوں پر اس نتیجے کو تطبیق دے کر بھی دکھایا ہے، (مزید تفصیل کے خواہاں اس کتاب کی جانب رجوع کر سکتے ہیں)۔

یہاں میں صرف سرسری نظر اور سورہ حج پر تدبیر و تفکر کے پہلے درجے پر ہی اپنی بات مرکوز رکھوں گا، مجھے کافی حیرت ہوئی کہ یہ سورہ جو طوال مفصل میں سے بھی نہیں ہے، بلکہ یہ قرآن کے ساتھ حصوں میں سے محض ایک حصہ ہے، اس کے باوجود اس سورہ کے کلمات سرسری نظر کے مطابق صراحت کے ساتھ ۱۴۲ مرتبہ اللہ کے نام اور اس کی صفات پر دلالت کرتے ہیں، اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو ۳۷ مرتبہ یعنی مجموعی طور سے ۱۹۵ مرتبہ اس سورہ کے اندر اللہ کا نام اور اس کی صفات آئی ہیں۔

ذیل کے جدول میں سورہ کے اندر سے محض کچھ مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

گہری نظر(لفوی)	سرسری نظر(لفوی)
----------------	-----------------

<p>ربكم، الله، قادر، شهيد، الحكم، فانا خلقناكم، لنبين لكم، يحيى لقوى، عزيز، سميع بصير، لطيف الموتى، يسجد له، نذقه من عذاب اليم، جعلنا منسكا... خبير، المولى النصير....</p>
--

دوم: صفات باری تعالیٰ اور مخلوق کا رویہ:

۱۔ تقوی لازمی ضرورت ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ۔

(سورہ الحج: ۱) (اے لوگو! اپنے رب کا تقوی اختیار کرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہوگا)

۲۔ اللہ کا عذاب بہت سخت ہوگا: يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَدْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ

ذَاتٍ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسُ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ۔

(سورہ الحج: ۲) (جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہو گا کہ) تمام دُودھ پلانے والی

عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو متوا لے نظر

آئیں گے مگر وہ متوا لے نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدھوش ہو رہے ہوں گے بیٹک اللہ کا

عذاب بڑا ہے۔)

۳۔ کفار اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سلسلہ میں بغیر کسی علم اور دلیل کے جھگڑتے اور اختلاف کرتے ہیں: وَمَنْ

النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَبَعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ۔ (سورہ الحج: ۳) (اور بعض

لوگ ایسے ہیں جو اللہ (کی شان) میں علم (و داش) کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی

کرتے ہیں۔) اور دوسرا جگہ آیا ہے: وَمَنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا

كِتَابٍ مُنِيبٍ۔ (سورہ الحج: ۸) (اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ (کی شان) میں بغیر علم

(و داش) کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر وشن کتاب کے جھگڑتا ہے۔)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے پیدا کیا اور پھر۔۔۔ اور اپنی مشیخت سے رحم مادر میں جب تک چاہتا ہے روکے رکھتا ہے، پھر بعض کی وفات ہو جاتی ہے اور بعض آخری عمر تک جاتے ہیں، وہی پانی نازل کرتا ہے اور صحراء کو لہلہتے باغوں میں تبدیل کر دیتا ہے: یا آیہٗ النّاسُ إِنْ كُنْتُمْ
 فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ
 مُخْلَقَةٌ وَغَيْرُ مُخْلَقَةٌ لَبَيْنَ لَكُمْ وَنَقْرُفُ الْأَرْحَامَ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمَّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ
 طِفْلًا ثُمَّ لَتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرْدَى إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمُ مِنْ
 بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَّتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ
 زُوْجٍ بَهِيجٍ۔ (سورہ الحج: ۵) (لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تمہیں
 (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتداء میں) مٹی سے پھر اس سے نطفہ بنا کر پھر اس سے خون کا لوہڑا
 بنا کر پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خالقیت)
 ظاہر کر دیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو کچھ بنا کر
 نکالتے ہیں پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو اور بعض (قبل از پیری) مر جاتے ہیں اور بعض (بڑھنے ہو جاتے اور
 بڑھاپے کی) نہایت خراب عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جانے کے بعد بالکل بے علم ہو
 جاتے ہیں۔ اور (اے دیکھنے والے) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک (پڑی ہوتی ہے)
 پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بار و نق
 چیزیں اگاتی ہے۔)

۵۔ اللہ ہی بحق ہے، وہی مردوں کو زندگی بخشتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے: ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ
 وَأَنَّهُ يُحِبُّ الْمَوْتَى وَأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (سورہ الحج: ۶) (ان قدر توں سے ظاہر ہے
 کہ اللہ ہی (قادر مطلق ہے جو) بحق ہے اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر
 قدرت رکھتا ہے۔)

۶۔ اللہ قبروں سے دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا: وَإِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَنْ

فِي الْقُبُورِ۔ (سورہ الحج: ۷) (اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائے گا۔)

۷۔ جو لوگ اللہ کے سلسلہ میں جھگڑا اور بحث کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے دین سے گمراہ کر دیں، اللہ ان کو آگ کے عذاب سے دوچار کرے گا: **إِنَّمَا عِطْفَهُ لِيُضْلِلَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ فِي الدُّنْيَا حِزْرٌ وَ نُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ۔** (سورہ الحج: ۹) (اور تکبر سے) گردن موڑ لیتا ہے) تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے، اس کیلئے دنیا میں ذات ہے اور قیامت کے دن، ہم اسے عذاب (آتش) سوزاں کا مراچکھائیں گے۔)

۸۔ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا: **دَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَالِمٍ لِلْعَيْدِ۔** (سورہ الحج: ۱۰) (اے سرکش! یہ اس (کفر) کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔)

۹۔ ایک فریق کی یہ حالت ہے کہ اللہ کی بندگی کے سلسلہ میں اس کے قدم تزلزل کا شکار رہتے ہیں، جب رب کی جانب سے عطایات کی بارش ہوتی ہے تو وہ خوش رہتا ہے اور جب کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو رب سے اس کی خوشی ناراضکی میں تبدیل ہو جاتی ہے، آزمائش کے اوقات میں وہ اپنی راہ لے لیتا ہے: **وَمَنِ النَّاسُ مَنِ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرَفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ أَطْمَانَ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔** (سورہ الحج: ۱۱) (اور لوگوں میں بعض ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچ تو اس کے سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑتے تو منہ کے بل لوٹ جائے (یعنی پھر کافر ہو جائے) اُس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی یہی تو نقصان صریح ہے۔)

۱۰۔ لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور ان شریکوں سے نفع و نقصان کے طالب ہوتے ہیں جن کی نفع نقصان پر کوئی قدرت نہیں ہے: **يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ذَلِكَ هُوَ الضَّالُّ الْبَعِيدُ۔** (سورہ الحج: ۱۲) (یہ اللہ کے سوالیں چیز کو پکارتا ہے جو نہ

اُسے نقصان پہنچائے اور نہ اُسے فائدہ دے سکی یہی تو پر لے درجے کی گمراہی ہے۔)

۱۱۔ اللہ مونوں سے محبت کرتا ہے اور وہ انہیں جنت میں داخل کرے گا، تہا وہی ذات ہے جو اپنے ارادے کو عملی شکل دینے پر قادر ہے: إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يُرِيدُ۔ (سورہ الحج: ۱۲) (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ ان کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں چل رہی ہیں کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔) إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرَيرٌ۔ (سورہ الحج: ۲۳) (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ ان کو جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہرہ رہی ہیں وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں کے اور موتنی اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔)

۱۲۔ اللہ اپنے بندوں کی دنیا و آخرت ہر دو جہاؤں میں مدد کرتا ہے: مَنْ كَانَ يَظْلُمُ أَنَّ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ فَلِيمَدُدْ بِسَبَبِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعُ فَلَيَنْظُرْ هَلْ يُدْهِنَ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ۔ (سورہ الحج: ۱۵) (اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے (جس کی تمام) با تین کھلی ہوئی (یاد رکھو) کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔)

۱۳۔ اللہ نے روشن آیات نازل کر دی ہیں، اس کے ذریعہ وہ جسے چاہتا ہے را ہدایت سے ہمکنار کرتا ہے: وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتِ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ۔ (سورہ الحج: ۱۶) (اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے (جس کی تمام) با تین کھلی ہوئی (یاد رکھو) کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔)

۱۴۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مختلف مذاہب اور ملتوں کے درمیان فیصلہ کرے گا کیونکہ وہی ہے جو تنہا ہر چیز سے واقف ہے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِرِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْحِصُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ (سورہ

الحج: ۱) (جو لوگ مومن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور بھوسی اور مشرک، اللدان (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا بیشک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔)

۱۵- اللہ کے سامنے پوری کائنات سر بسجد ہے سوائے انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے، اور وہ اپنے اس انتکبار کے نتیجہ میں رسولی کا شکار ہوں گے، کیونکہ اللہ جو چاہتا ہے کروالتا ہے: **اللَّهُ تَرَأَّنَ اللَّهُ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنَ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يَشَاءُ**۔ (سورہ الحج: ۱۸) (کیا تم نہیں دیکھا کہ جو (ملوک) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)

۱۶- مونوں اور کافروں کے درمیان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سلسلہ میں بھگڑے اور بھیشیں چل رہی ہیں، اللہ کا انکار کرنے والوں کے لیے آگ کے کپڑے قطع کیے جائیں گے اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا: **هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعُتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَارٍ يُصَبَّ مِنْ فَوْقِ رُؤُوسِهِمُ الْحَمِيمُ**۔ (سورہ الحج: ۱۹) (یہ دو (فریق) ایک دوسرے کے دشمن اپنے رب (کے بارے) میں بھگڑتے ہیں تو جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے (اور) ان کے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔)

۷- کافر اللہ کے راستے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں، حالانکہ مسجد حرام کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کے لیے بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان ظالموں کے لیے اللہ کی وعدید ہے، ان کو دردناک عذاب سے دو چار کیا جائے گا: **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءُ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدُ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نُذِقُهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ**۔ (سورہ الحج: ۲۵) (جو لوگ کافر ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے جسمے تم نے لوگوں

کیلئے کیساں (عبادت گاہ) بنایا ہے روتے ہیں خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے، اور جو اس میں شرارت سے کجھ روی (وکفر) کرنا چاہے اُسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چلھائیں گے۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کے لیے بیت الحرام کی جگہ تیار کر کھی تھی، کہ وہ اس جگہ کو عبادت کے لیے خاص کریں اور وہاں آنے والوں کے لیے اس گھر کو صاف سترار کھیں: وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنَّ لَا تُشْرِكْ بِّيْ شَيْئًا وَطَهَّرْنَا بَيْتَنَا لِلطَّالِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكْعَ السُّجُودَ۔ (سورہ الحج: ۲۶) (اور (ایک وقت تھا) جب ہم نے ابراہیم کیلئے خانہ کعبہ کو مقام مقرر کیا (اور ارشاد فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کیلئے میرے گھر کو صاف رکھا کرو۔)

۱۹۔ حج کے مقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ حج کے ایام میں اللہ کا خوب خوب ذکر کیا جائے، وہی ہے جس نے اپنے بندوں کو چوپا یوں کی نعمت سے بہرہ مند فرمایا ہے: نَلِيَّشَهُدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَدْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعُمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ۔ (تاکہ اپنے فائدے کے کاموں کیلئے حاضر ہوں اور (قربانی کے) معلوم ایام میں چوپائے مویشی (کے ذبح کے وقت) جو اللہ نے ان کو دیے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں۔ اس میں سے تم بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاو۔)

۲۰۔ بندوں کے لیے بھلائی اسی میں ہے کہ وہ حرمت الہی کی تعظیم کریں: ذلک وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرْمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرُ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَأَحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُنْتَلِي عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قُولَ الزُّورِ۔ (سورہ الحج: ۳۰) (یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور تمہارے لئے مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں سو اُن کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تو ہتوں کی پلیدی سے بکو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔)

- ۲۱۔ انسانوں کو ہدایت ہے کہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ دین حق کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں ورنہ مکمل طور سے خسارہ ہی خسارہ ان کے ہاتھ آئے گا: حُنَفَاءِ اللَّهِ عَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكُ بِاللَّهِ فَكَانَمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهُوِيْ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ۔ (سورہ الحج: ۳۱) (صرف ایک اللہ کے ہو کر اور اس کیسا تھریک نہ ٹھہرا کر اور جو شخص (کسی کو) اللہ کیسا تھریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اس کو پرندا اچک لے جائیں یا ہوا کسی ڈور جگہ اڑا کر پھینک دے۔)
- ۲۲۔ شعائر کی تعظیم تقوی کی دلیل ہے: ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔ (سورہ الحج: ۳۲) (یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھتے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔)
- ۲۳۔ اللہ تعالیٰ نے ہرامت کے لیے قربانی کا ایک طریقہ مقرر فرمادیا ہے کہ وہ اسے متحضر رکھیں اور رب کا شکر بجالائیں، اسی طرح اللہ کی وحدانیت پر زور دیا گیا ہے اور اس بات کو واجب قرار دیا گیا ہے کہ ہم سب اس کے تابع فرمان بن جائیں: وَلَكُلُّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقْنَاهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْتَيَّفِينَ۔ (سورہ الحج: ۳۳) (اور ہم نے ہر ایک امت کیلئے قربانی کا طریقہ مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چارپائے اللہ نے اُن کو دیئے ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں سوتھرا معبود ایک ہی ہے اُسی کے فرمان بردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔)
- ۲۴۔ اللہ کا ذکر کرنے سے دل میں خیست پیدا ہوتی ہے: الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجَلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابُهُمْ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔ (سورہ الحج: ۳۵) (یہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرجاتے ہیں اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا کیا ہے اُس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔)

۲۵۔ اللہ تعالیٰ نے قربانی کے جانوروں کو جن میں اونٹ، گائے، بکری وغیرہ ہیں حج کے شعائر میں بیان کیا ہے، تاکہ اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے کہ اس نے ان مخلوقات کو ہمارے لیے مسخر کیا
 :وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَ فَإِذَا
 وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَاطْعُمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَ كَذَلِكَ سَخْرَنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ
 تَشْكُرُونَ۔ (سورہ الحج: ۳۶) (اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ مقرر کیا
 ہے اس میں تمہارے لئے فائدے ہیں تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر ان پر اللہ کا نام لو
 جب پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں اور سوال کرنے والوں کو
 بھی کھلا واس طرح ہم نے ان کو تمہارے زیر فرماں کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔)

۲۶۔ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کا تقویٰ، شکر اور اس کی کبریائی کا اظہار
 ہے کہ اس نے ان چوپایوں کو ہمارے لیے مسخر کیا اور اسی طرح ہم کو راہ ہدایت سے ہمکنار کیا: لَنْ يَنَالَ
 اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ
 عَلَىٰ مَا هَدَأَكُمْ وَبَشِّرُ الْمُحْسِنِينَ۔ (سورہ الحج: ۳۷) (اللہ تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور
 نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے، اسی طرح اللہ نے ان کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تاکہ اس
 بات کے بدلتے کہ اُس نے تمہیں ہدایت پختگی ہے، اُسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر!)
 نیکوکاروں کو خوشخبری سنادو۔)

۷۔ اللہ رب العزت پوری تاکید کے ساتھ یہ بات کہتا ہے کہ وہ مونین کا دفاع کرتا ہے اور وہ خائن اور ناشکروں کو ہرگز پسند نہیں کرتا: إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَانِ
 كُفُور۔ (سورہ الحج: ۳۸) (اللہ تو موننوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے بیک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفران نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔)

۸۔ اس بات کی مزید تاکید کہ اللہ تعالیٰ مونین کی نصرت پر قادر ہے: أُذْنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ

ظَلِيلُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔ (سورہ الحج: ۳۹) (جن مسلمانوں سے (خواہ جنواہ) لڑائی کی جاتی ہے اُن کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (اُن کی مدد کرے گا وہ) یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔)

۲۹۔ اللہ رب العزت اس بات پر زور دیتا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، ان پر ظلم کیا جاتا ہے اور گھروں سے نکال باہر کیا جاتا ہے۔ اللہ بعض لوگوں کو بعض سے اس لیے ہٹاتا ہے تاکہ وہ گھر باقی رہیں جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بات بھی کہتا ہے کہ جو اس کے دین کی مدد اور نصرت کرے گا، اللہ اس کی مدد کرے گا اور اللہ تو ان اور غالب ہے: **الَّذِينَ أَخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعَ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِعَصْمٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبَيْعَ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوْيٌ عَزِيزٌ۔** (سورہ الحج: ۴۰) (یہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے یہ شک اللہ تو ان اور غالب ہے۔)

۳۰۔ تنہا اللہ ہی ہے جو زمین میں اپنے بندوں کو اقتدار سے نوازتا ہے، اور انجام کاراسی کے ہاتھوں میں ہے: **الَّذِينَ إِن مَكَنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَتَوْا الزَّكَاءَ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ۔** (سورہ الحج: ۴۱) (یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔)

۳۱۔ اللہ ہر ظالم بستی کو ہلاک کر دیتا ہے: **فَكَانُوا مِنْ قَرِيَّةٍ أَهْلَكَنَا هَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَبِنْ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ۔** (سورہ الحج: ۴۵) (اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے اُن

کوتباہ کرڈا کہ وہ نافرمان تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (بہت سے) کنوئیں بیکار اور (بہت سے) محل ویران (پڑے ہیں)۔

۳۲۔ اللہ نے تو اپنے وعدوں سے پھرتا ہے اور نہ عیدوں سے۔ زمین والوں کی لگتی کے اعتبار سے اللہ کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہوتا ہے: وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَالْفَسَدِ مِمَّا تَعْدُونَ۔ (سورہ الحج: ۷۳) (اور) یوگ (تم سے عذاب کیلئے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے رب کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رو برو ہزار برس کے برابر ہے)۔

۳۳۔ اللہ ہر ظالم قوم کو مہلت دیتا ہے اور پھر ان کی زبردست کپڑ کرتا ہے، اور بالآخر اسی کے پاس جانا ہے: وَكَانَ مِنْ قَرِيبَةِ أَمْلَىٰتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ تُمَّ أَخْدُثُهَا وَإِلَيَّ الْمُصِيرُ۔ (سورہ الحج: ۳۸) (اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا اور وہ نافرمان تھیں پھر میں نے ان کو کپڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے)۔

۳۴۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جہنم کے عذاب کی عیدناتا ہے جو اس کی آیات کے سلسلہ میں اس کو عاجز کرنے کی کوشش کرتے ہیں: وَالَّذِينَ سَعَوا فِي أَيَّاتِنَا مُعَاجِزِينُ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔ (سورہ الحج: ۱۵) (اور جن لوگوں نے ہماری آئیوں میں (اپنے رُعم باطل میں) عاجز کرنے کیلئے سعی کی وہ اہلِ دوزخ ہیں)۔

۳۵۔ وہی رسولوں کو بھیجا ہے، اور شیطان جو کچھ بھی ان کی تھناؤں میں خلل ڈالتا ہے اس کو دور کرتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کرتا ہے، وہ علیم حکیم ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى الْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحَكِّمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيِّمٌ حَكِيمٌ۔ (سورہ الحج: ۵۲) (اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اُس کا یہ حال تھا کہ) جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اُس کی آرزو میں (وسوسہ) ڈال دیتا تھا تو جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے اللہ اُس کو دور کر دیتا ہے پھر اللہ اپنی آئیوں کو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ عالم والا

اور حکمت والا ہے۔)

۳۶۔ اللہ کی جانب سے نازل کردہ چیزیں ہی مطلقاً حق ہیں، اس کی طرف رہنمائی بھی اللہ تھی کرتا ہے، اور اسی کی توفیق سے ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے: وَلَيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ۔ (سورہ الحج: ۵۲) (اور یہ بھی غرض ہے کہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کوہ (یعنی وحی) تمہارے رب کی طرف سے حق ہے تو وہ اُس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اللہ کے آگے عاجزی کریں اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو سید ہے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔)

۷۔ تہا اللہ ہی یوم حساب کا مالک ہے اور تمام خلوقات پر اسی کا حکم چلتا ہے: الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ۔ (سورہ الحج: ۵۶) (اُس روز بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی (اور) وہ ان میں فیصلہ کر دے گا تو جو لوگ ایمان لائے اور یہ عمل کرتے رہے وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔)

۸۔ اللہ تعالیٰ آئیوں کو جھلانے والوں کے لیے رسا کن عذاب کی وعید سناتا ہے: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (سورہ الحج: ۷۵) (اور جو کافر ہوئے اور ہماری آئیوں کو جھلاتے رہے ان کیلئے ذیل کرنے والا عذاب ہوگا۔)

۹۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے رزق حسن کا وعدہ کرتا ہے جنہوں نے بھرت کی، یا قتل ہو گئے، یا اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے، اور اللہ ہی تنہا بہترین رزق دینے والا ہے: وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقُنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ (سورہ الحج: ۵۸) (اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں بھرت کی پھر مارے گئے یا مر گئے ان کو اللہ اچھی روزی دے گا اور بیشک اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔)

۱۰۔ اللہ جہاد پر نکلنے والے مومنین کو ایسا مقام عطا کرے گا، جہاں وہ جانا پسند کریں گے اور اللہ جانے والا اور بردبار ہے: لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَرْضُونَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيهِمْ حَلِيمٌ۔ (سورہ الحج: ۵۹)

(وہ ان کو ایسے مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور اللہ تو جانے والا (اور) بردبار ہے۔)

۳۱۔ اللہ ان مجاہدوں کی کھلی مدد کا وعدہ کرتا ہے جن کے اوپر زیادتی کی گئی اور اب وہ غالب آرہے ہیں، اور اللہ معاف کرنے والا اور مغفرت فرمانے والا ہے: ذلِکَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلٍ مَا عُوْقِبَ بِهِ
ثُمَّ بُغَى عَلَيْهِ لَيْكَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ غَفُورٌ۔ (سورہ الحج: ۲۰) (یہ بات اللہ کے ہاں ٹھہر چکی ہے) اور جو شخص (کسی کو) اتنی ہی ایزادے جتنی ایذا سُن کو دی گئی پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ اس کی مدد کرے گا بیشک اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔)

۳۲۔ اللہ تعالیٰ مظلومین کی مدد کے سلسلہ میں اپنی قدرت کاملہ کا سبب بیان کرتا ہے کہ وہی تہما ہے جو دون کورات میں داخل کرتا ہے اور رات کو دون میں، اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے: ذلِکَ بِأَنَّ اللَّهَ يُولِجُ
اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الظَّلَلِ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ۔ (سورہ الحج: ۲۱) (یہ اس لئے کہ اللہ رات کو دون میں داخل کرتا ہے اور دن کورات میں داخل کرتا ہے اور اللہ تو سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔)

۳۳۔ اپنی قدرت کاملہ کا سبب بیان کرتے ہوئے وہ مزید کہتا ہے کہ وہی برق اور بزرگ و برتر ہے: ذلِکَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ۔ (سورہ الحج: ۲۲) (یہ اس لئے کہ اللہ ہی برق ہے اور جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پاکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اس لئے کہ اللہ فیع الشان اور سب سے بڑا ہے۔)

۳۴۔ اللہ تعالیٰ امیدوں کو جگاتا ہے کہ وہی تو ہے جو آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس کے نتیجے میں خشک بخراز میں ہری بھری ہو جاتی ہے، اور وہ باریک میں اور باخربنے والا ہے: أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتَصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَةً إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ حَبِيرٌ۔ (سورہ الحج: ۲۳) (کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ آسمان سے مینہ برساتا ہے تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے بیشک اللہ باریک میں اور خبردار ہے۔)

۳۵۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے وہ تنہا اللہ ہی کا ہے، اور وہ لا اُن محدود تاش اور بے نیاز ہے:

لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللَّهَ أَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ۔ (سورہ الحج: ۲۳)
 (جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسی کا ہے اور بیشک اللہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے۔)

۳۶۔ تن تھا اللہ ہی کی ذات ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو مسخر کیا، سمندروں میں کشتیاں چالائیں، اور آسمان کو مسخر کیا کہ اس کے اذن کے بغیر آسمان زمین پر نہیں آ سکے گا، وہی پاک اور برتر ذات ہے جو نہایت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے: ﴿مَرَأَ اللَّهَ سَخَرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ۔ (سورہ الحج: ۲۵) (کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ نے تمہارے نیز فرمان کر کر ہیں اور کشتیاں (بھی) جو اسی کے حکم سے دریا میں چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے کہ زمین پر (نہ) گر پڑے مگر اس کے حکم سے، بیشک اللہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔)

۷۔ اللہ واحد ہی ہے جو مارتا اور جلاتا ہے اور موت کے بعد اٹھا کھڑا کرے گا: وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ۝ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ۔ (سورہ الحج: ۲۶) (اور وہی تو ہے جس نے تمہیں حیات بخشی پھر تمہیں مرتا ہے پھر تمہیں زندہ بھی کرے گا اور انسان تو بڑا ناشرکا ہے۔)

۸۔ اللہ تعالیٰ نے ہرامت کے لیے خاص شریعت اور قربانیاں مقرر کر کر ہیں، اسی کے ساتھ دعوت الی اللہ کافریضہ بھی عائد کیا ہے: لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُنْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَادِيْنَكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَى هُدًى مُّسْتَقِيمٍ۔ (سورہ الحج: ۲۷) (ہم نے ہر ایک امت کیلئے ایک شریعت مقرر کر دی ہے جس پر وہ چلتے ہیں تو یہ لوگ تم سے اس امر میں بھگڑانہ کریں اور تم (لوگوں کو) اپنے رب کی طرف بلاتے ہو بیشک تم سیدھے رستے پر ہو)

۹۔ اگر داعی کو اللہ کے سلسلہ میں کچھ بختیاں کرنے والوں کا سامنا کرنا پڑے تو ان کو چاہئے کہ ان سے کہیں کہ اللہ تھا رے کرتے تو ان سے بخوبی واقف ہے: وَإِنْ جَادُوكَ فَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ۔

(سورہ الحج: ۲۸) (اور اگر یتم سے جھگڑا کریں تو کہہ دو کہ جو عمل تم کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔)

۵۰۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندوں کے سارے اختلافات کا فیصلہ کر دے گا: اللہ یَحْكُمْ بَيْنَكُمْ یَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ۔ (سورہ الحج: ۲۹) (جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ تم میں قیامت کے روز ان کا فیصلہ کر دے گا۔)

۵۱۔ اللہ میں اور آسمان کی تمام چیزوں سے باخبر ہے اور اسے لوح محفوظ میں اس نے نوٹ کر رکھا ہے، اور یہ سب اللہ کے لیے بہت ہی آسان ہے: إِنَّمَا تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔ (سورہ الحج: ۷۰) (کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اس کو جانتا ہے یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے بیشک یہ سب اللہ کو آسان ہے۔)

۵۲۔ ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں جو ان مخلوقات کی عبادت کرتے ہیں جن کے پاس نہ تعلم ہے اور نہ ہی اقتدار۔ ان لوگوں کا اللہ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہیں ہوگا: وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ۔ (سورہ الحج: ۷۱) (اور یہ لوگ) اللہ کے سوالی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی اس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔)

۵۳۔ جب مومن کافروں کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ ان کو کان لگا کر سین، وہ ان کے اوپر ٹوٹ پڑتے ہیں، اللہ کافروں کو آگ کی وعید سناتا ہے اور آگ کتنا ہی براٹھ کانہ ہے: وَإِذَا تُتَأْتَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيْنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتُلَوَّنَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا قُلْ أَفَأَنْبَغَكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَلِكُمُ النَّارِ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔ (سورہ الحج: ۷۲) (اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو (آنکی شکل بگڑ جاتی ہے اور) تم ان کے چہروں میں صاف طور پر ناخوشی (کے آثار) دیکھتے ہو، قریب ہوتے

- ہیں کہ جو لوگ ان کو ہماری آئیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر حملہ کر دیں۔ کہہ دو کہ میں تم کو اس سے بھی بُری چیز بتاؤں؟ وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ بُراثکانہ ہے۔)
- ۵۳۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو چینخ کرتا ہے کہ وہ ایک مکھی بھی بنا کر دکھادیں، ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر ایک مکھی ان سے کچھ چھین لے تو وہ اس کو واپس حاصل کرنے سے عاجز رہتے ہیں: يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبُهُمُ الْذُبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَقِدُوهُ مِنْهُ ضَعْفُ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ۔ (سورہ الحج: ۲۷) (لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کیلئے سب مجتمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اُس سے چھٹرانہیں سکتے طالب اور مطلوب (یعنی عابدوں اور معبدوں کو) گئے گزرے ہیں۔)
- ۵۴۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ بندوں نے اللہ کی قدرنہیں کی جیسا کہ ان سے مطلوب تھا، وہ پاک و برتر ذات زبردست اور غالب ہے: مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقًّا قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقِوُّى عَزِيزٍ۔ (سورہ الحج: ۲۸) (ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسی کرنی چاہئے تھی نہیں کی کچھ شک نہیں کہ اللہ زبردست اور غالب ہے۔)
- ۵۵۔ اللہ ہی ہے جو فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے فرستادہ منتخب کرتا ہے کیونکہ وہ سمعی اور بصیر ہے: اللَّهُ يَصُطَّفُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ۔ (سورہ الحج: ۲۹) (اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی، بیشک اللہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔)
- ۵۶۔ اللہ بندوں کے ڈھنکے چھپے سبھی معاملات سے واقف ہے اور انجام کاراسی کے ہاتھ میں ہے: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفُهُمْ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ۔ (سورہ الحج: ۲۶) (جو ان کے آگے ہے اور جوان کے پیچے ہے وہ اُس سے واقف ہے اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔)
- ۵۷۔ اللہ مونوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ کریں اور اللہ کی بندگی کرتے رہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا إِذْ كُعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (سورہ الحج: ۷۷) (مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہا اور نیک کام کروتا کہ فلاح پاؤ۔)

۵۹۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بھی ہے کہ مؤمنین اس کی راہ میں جدو جہد کریں جیسی جدو جہدان سے مطلوب ہے، کیونکہ اس نے اپنی امانت بندوں تک پہنچانے کے لیے ہمارا انتخاب کیا ہے، اور دین کے سلسلہ میں ہم پر کوئی تنگی نہیں عائد کی، ہم کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ اس سے چھٹے رہیں کہ وہی ہمارا کار ساز ہے اور وہ بہترین کار ساز اور مددگار ہے: وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقًّا جَهَادِهِ هُوَ أَجْتَبَأُكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مُّلَةً أَيْكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاْكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلٍ وَفِي هَذَا لَيْكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتُّوِّلِ الزَّكَاءَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَأُكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ۔ (سورہ الحج: ۸۷) (اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو، ہتھی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے)۔

سوم: تربیتی اور دعوتی نتائج:

(۱) اللہ رب العزت نے اپنی ذات برتر کے سلسلہ میں کیا کچھ صراحت کے ساتھ کہا ہے اور کیا کچھ اشارہ کی زبان میں کہا ہے، اس کے لیے سورہ حج کی تمام آیتوں اور صفحات کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت اور اس کے اسماء و صفات کا ذکر تمام ہی چیزوں پر فوقيت رکھتا ہے، ذیل کے

جدول میں اس کی تفصیل موجود ہے:

صفہ نمبر	آیت نمبر	لفظ جلال یا صفت جلال کی صراحت	لفظ جلال یا صفت جلال کی طرف اشارہ
۳۳۲	۱۰ سے ۵ رتک	۷	۳
۳۳۳	۱۵ سے ۱۶ رتک	۱۳	۸
۳۳۴	۱۶ سے ۲۳ رتک	۹	۶
۳۳۵	۱۲۳ سے ۱۲۲ رتک	۳	۶
۳۳۶	۱۳۱ سے ۱۳۸ رتک	۱۲	۱۱
۳۳۷	۱۳۹ سے ۱۳۶ رتک	۱۱	۵
۳۳۸	۱۳۷ سے ۱۵۵ رتک	۱۰	۷
۳۳۹	۱۵۶ سے ۱۶۲ رتک	۲۸	۹
۳۴۰	۱۶۵ سے ۱۶۲ رتک	۱۲	۱۲
۳۴۱	۱۶۳ سے ۱۷۸ رتک	۱۲	۶

۷۳	۱۲۲	مجموعی تعداد
۱۹۵		کل تعداد

جب انسان ذات باری تعالیٰ کے تعلق سے اس بڑی تعداد میں قرآن و سنت کے نصوص کو دیکھتا ہے اور اللہ کی جانب سے اس ترکیز کو ملحوظ رکھتا ہے تو خود بخود وہ اللہ کی معرفت اور اس کے ذکر کو حج اور دیگر عبادات کے اعلیٰ ترتیبی مقصد کے طور پر قبول کر لیتا ہے، صفحہ ۳۳۹ پر صراحةً اور اشارے کے ساتھ ۷۳ مرتبہ اللہ رب العزت کا ذکر آیا ہے، اس کے بعد والے صفحہ میں ۲۳ مرتبہ۔ ان سب کے باوجود بعض افراد کو دیکھتے ہیں کہ وہ حج کے مناسک اور فقہی احکام سے متعلق اس کے اس اہم اور بنیادی مقصد سے بڑھ چڑھ کر بات کرتے ہیں، یہ اہم مقصد ہے اللہ کی معرفت، عقل و وجدان اور قول و عمل سے اس کی مستقل یاد، ہر جگہ اس کی عبادت اور ہر حال میں اس کی خشیت، اس مسئلہ پر ترتیب اور دعوت دونوں پہلوؤں سے نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔

(۲) معلوم ہوا کہ تمام ہی عبادتوں اور خاص طور پر حج کے شعائر کا بنیادی محور اللہ رب العزت کی تہما ذات ہے، جس کا کوئی سا بھی اور شریک نہیں۔ ہمارے پورے دین میں اس بنیادی محور (اللہ کی معرفت اور اس کا مستقل ذکر) کا کسی بھی چیز سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا، اور یہی قرآن کا عمومی مقصد اور اس سے آگے بڑھ کر انسان کی تحقیق کا حتمی مقصد ہے۔ سورہ الذاریات (آیت ۵۶/۱۵۶) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ۔ (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔) اور یہی رسولوں کی بعثت کا مقصد ہے، فرمان الہی ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ۔ (الانبیاء: ۲۵) (اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبد نہیں تو میری ہی عبادت کرو) اور یہی کتابوں کو نازل کرنے کا بھی مقصد ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاغْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينُ۔ (سورہ الزمر: ۲) (اے پیغمبر! ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف سچائی کے ساتھ نازل کی

ہے تو اللہ کی عبادت کرو (یعنی) اس کی عبادت کو (شک سے) خالص کر کے۔، چنانچہ تربیت اور دعوت کا کام کرنے والوں کے سامنے لازمی طور پر یہ بنیادی مقصد واضح ہونا چاہئے کہ بندے اپنے رب سے وابستہ ہو جائیں، ان کے دلوں میں محبت خداوندی کی آنگیٹھیاں دکھنے لگیں، وہ الوہیت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا کیں، اس کی رو بیت کا اعتراف کریں، اس کے اسماء اور صفات پر مکمل یقین رکھیں، اللہ کی محبت، اس کے خوف اور اس پر اعتماد میں وہ غرق ہو جائیں۔ رب ذوالجلال کے بارے میں وارثوص میں کی اس بڑی تعداد سے اسی حقیقت کا علم ہوتا ہے۔

(۳) سورہ حج کی ان آیات کی ترتیب سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ حج کی ادائیگی کے لیے نکلنے سے قبل عقیدے کے سلسلہ میں دل کا اطمینان ضروری ہے۔ ابتدائی آیات اللہ کے تقوی کی جانب ابھارتی ہیں، تقوی کا تعلق دل سے ہے، بعث اور حشر و نشر پر یقین کا تعلق بھی دل ہی سے ہے، اس بات پر یقین کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، ہر چیز پر قادر ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے، اس یقین کا تعلق بھی دل سے ہے، اور دل کا ثبات اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے لیے الوہیت کو خالص کر لینے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے کہ وہی ہے جو نفع نقصان کا مالک ہے، مونوں کو جنت میں اعلیٰ ترین مقام سے نوازے گا، کافروں کو جہنم کی گہرائیوں میں پھینک ڈالے گا، وہی قیامت کے روز اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا، اسی کے سامنے پوری کائنات سر بسجود ہے۔ یہ سب چیزیں شعائر حج کے متعلق گفتگو سے پہلے آئی ہیں تاکہ بندے دل سے اس کے لیے تیار ہو جائیں۔

(۴) میں نے اپنی کتاب المقادیر تجویل للعبادات میں اس تعلق سے لکھا ہے کہ کیوں اللہ کی معرفت اور اس کا ذکر حج کے اعلیٰ مقاصد میں سے ہے، میں نے اس میں لکھا ہے کہ حج اور عمرہ قلب کی صفائی سترہائی اور ذکر الہی سے اس کو اطمینان بخشنے کا ایک شاندار موقع ہے، یہ ایک سفرِ شوق ہے کہ جتنا اس پر مدد اور مدد اختریار کی جائے اتنا ہی دل کو سیرابی حاصل ہوتی ہے، اگر جسم چند لقوں سے سیر ہوتا ہے تو دل کو صرف اور صرف اللہ کا ذکر ہی سیراب کر سکتا ہے، اور حقیقی سعادت سے ہمکناہ کر سکتا ہے۔ حج یا عمرے کا ارادہ کرنے والا جب دنیا بھر کے مشاغل سے آزاد ہو کر ارض مقدس تک پہنچتا ہے اور اللہ کے گھر میں

قدم رنج ہوتا ہے تو اس وقت اس کے دل کی حالت ایسی ہوتی ہے گویا کہ آسمان میں کوئی چیز ہے جو اسے عرش عظیم کی جانب کھینچے چلی جا رہی ہے، اس وقت دل و زبان پر ذکر الٰہی کے علاوہ کوئی بات نہیں ہوتی، قرآن و سنت کے نصوص سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حج کا یہ سفر دراصل اذکار کا سفر ہوتا ہے، جس سے دل کو ایک حیات تازہ نصیب ہوتی ہے:

الف: فرمان الٰہی ہے: وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ۔ (سورہ الحج: ۳۲) (اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر مقرر کیا ہے اس میں تمہارے لئے فائدے ہیں تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر ان پر اللہ کا نام لو۔)

ب: فرمان الٰہی ہے: فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَادْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَسْعَرِ الْحَرَامِ وَادْكُرُوهُ كَمَا هَدَأْكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ۔ (البقرہ: ۱۹۸) (اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (یعنی مزدلفہ) میں اللہ کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اُس نے تمہیں سکھایا ہے اور اُس سے پیشتر تم لوگ (ان طریقوں سے) محض ناواقف تھے۔)

ت: فرمان الٰہی ہے: فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكُكُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءُكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا۔ (البقرہ: ۲۰۰) (پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو (منی میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔)

ث: وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔ (البقرہ: ۲۰۳) (اور) (قیام منی کے) دنوں میں (جو) گلتی کے (دن ہیں) اللہ کو یاد کرو اگر کوئی جلدی کرے (اور) وہی دن میں (چل دے) تو اُس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہر ار ہے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور یہ بتیں اُس شخص کیلئے ہیں جو (اللہ سے ڈرے) اور تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اُس کے

پاس جمع کئے جاؤ گے۔)

ج: دارمی نے اپنی سند سے عائشہؓ سے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں: بیت اللہ کا طواف، رمی جمار اور صفا مروہ کے درمیان سعی کا مقصد اللہ کو یاد کرنا ہے۔) (المجموع للنوی، رقم ۸۵۶، اس کی سند صحیح ہے، سوائے عبید اللہ کے اس کو بیشتر لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے، اس کی تخریج دارمی نے کی ہے (۵۰/۲)، باب الذکر فی الطواف والسعی، اس کی تخریج ترمذی نے کی ہے (۹۰۳)، کہتے ہی کہ حسن صحیح ہے، ابو داؤد نے روایت کی ہے پر اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے (۱۸۸۸)، شنقتیلی نے اضواء البيان میں (۲/۱۳۸) ابو داؤد نے سکوت کے متعلق کہا کہ ان کے نزدیک کمزور ترین درجہ حسن ہے، حکم نے متدرک میں اس کا ذکر کیا ہے (۱۶۸۵)، اور اس کو صحیح کہا ہے، ذہبی بھی یہی کہتے ہیں، البانی نے اپنی کتاب ضعیف ابی داؤد میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے، عبید اللہ در اصل عبید اللہ بن ابی زیاد القداح ہیں، ابن حجر نے التقریب میں ان کے بارے میں لکھا ہے: تو نہیں ہیں (۷/۱۳)، ان کے سلسلہ میں قریب قریب باتیں کہی جاتی ہیں، وہ ایسے راوی ہیں کہ جب کسی روایت میں منفرد ہوں تو اس کو جنت نہیں بنایا جائے گا، لیکن دوسری روایات سے اس کی صحیح ہو جاتی ہے، یہی بات نووی نے المجموع میں لکھی ہے۔)

ان نصوص سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قلب کے ذکر کی کیا اہمیت ہے، یہاں تک کہ حاجی ایک فقیر کے دیوانہ پن کا شکار ہو جاتا ہے، ایک عبادت سے فرصت ملی تو دوسری عبادت کی جانب لپکتا ہے اور مستقل اللہ کا ذکر اور اس کی کبریائی کے گن گا تارہتا ہے۔ میرے خیال سے حضرت عائشہؓ نے مناسک حج کے جوہر کا ادراک کر لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ ان تمام مناسک حج کا مقصد اللہ کا ذکر بیان کرتی ہیں، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ کے ذکر ہی میں دلوں کی زندگی ہے اور نفس کی بیماریوں کا علاج ہے۔ (المقاصد التربوية للعبادات، ڈاکٹر صلاح سلطان، ص: ۳۳۶-۳۴۲)

(۵) معرفت الہی اور ذکر الہی میں مشغول رہنا حج کا اہم ترین مقصد ہے، اس سے قبل نص میں اشارتاً یا صراحت کے ساتھ اللہ کی صفات جن آیات میں وارد ہوئی ہیں، ان کے تجزیہ سے یہی بات سمجھ میں آتی

ہے، آیت ۷۳ آخري آیت ہے جہاں نصف سورہ اختتام کو پہنچتی ہے اور اس میں مناسک کے متعلق گفتگو بھی ختم ہوتی ہے، لیکن سورہ کے نصف ثانی میں اللہ تعالیٰ کے تعلق سے اس سے بھی زیادہ باتیں بیان ہوئی ہیں۔ آیت ۸۳ سے آیت ۷۸ تک اللہ رب العزت کا نام، اس کی صفات صریح الفاظ میں ۸۱ مرتبہ اور اشارات ۹۳ مرتبہ آئی ہیں، جن کی مجموعی تعداد ۱۲۰ ہے۔ حج کے بعد دوسرے فریضہ یعنی جہاد سے متعلق تفصیلی گفتگو کے دوران آیات کے اندر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ ایمان لانے والوں اور دین کی مدد کرنے والوں کا دفاع کرتا ہے، اس وجہ سے کہ وہ جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں غلبہ عطا کرتا ہے، ان کو دشمن کے اوپر قابو پانے اور ان کو کچل ڈالنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ وہ یکتا و یگانہ خدا جو دن کورات میں اور رات کو دن میں داخل کرتا ہے، آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور جب چاہتا ہے بارش روک دیتا ہے، اس نے کافروں کو چیلنج کیا کہ وہ ایک مکھی کی تخلیق کر کے دکھائیں۔ وہ فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے فرستادے منتخب کرتا ہے اور ہر کسی کا انجام کار آئی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ رب کائنات مومنوں کا بہترین مددگار اور بہترین کار ساز ہے۔

ہم ان چیزوں پر تفصیلی گفتگو کریں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں بیان کی ہیں، تو ہم دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے والی اس رسی میں حج کے بعد بھی کوئی انقطاع نہیں ہے بلکہ دیگر عبادات سے بھی اس کا مضبوط رشتہ ہے، اور اللہ کی معرفت اور اس کے ذکر سے، اس کی کتاب قرآن مجید اور اس کی کائنات میں غور و فکر کرنے سے اور شعائر حج کے بعد والی آیات میں جو عبادات مذکور ہیں ان سے بھی اس رسی کو خوب تقویت ملتی ہے۔

(۶) اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص بھی اس سورہ میں مذکور اللہ رب العزت سے متعلق پوری گفتگو کو اپنی عقل اور اپنے دل کی نگاہوں سے پڑھے گا، اس کے یہاں معرفت الہی میں اضافہ ہو گا، اور جو اپنی عقل سے رب کی معرفت حاصل کر لے، اس کے اندر رب سے قلبی محبت میں بھی اضافہ ہو گا، اس کے اعضاء و جوارح اس کے احکام کی اطاعت کرنے لگیں گے، اس کی خواہشات شریعت کی پابند ہو جائیں گی، یہ ایسی معرفت ہے جو عقل، دل اور اعضاء و جوارح سب کے لیے ایک ساتھ غذا کا سبب بنتی ہے

کے بندگی مکمل اللہ کے لیے ہوا اور اس بندگی کی محبت بھی ہوا اور اس سے ملاقات کا خوف بھی۔

اس محبت کے تعلق سے ابن القیم نے اپنی کتاب مدارج السالکین میں تقریباً تمیں بتیں بیان کی ہیں، اس میں ایک 'قلبی وارثی' کے ساتھ مستقل ملاقات، بھی ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ محبوب کی موجودگی اور غیر موجودگی ہر دو حالت میں اس کی بات مانی جائے، اس میں یہ بھی ہے کہ دل سے محبوب کے سوا ہر کسی کی یاد محو ہو جائے، اس میں یہ بھی ہے کہ غلطیاں کم سے کم کر دی جائیں اور اطاعت کا پیانہ جتنا ممکن ہو اس میں اضافہ کیا جائے۔ اس میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ محبوب کی تلاش میں دل ہمیشہ پابرجا کا برابر ہے اور زبان مستقل ذکر میں مصروف رہے۔ انہوں نے حب الہی کے حصول کی عملی راہ بلکہ اس کے تقاضوں سے متعلق لکھا ہے کہ قرآن پر تدبیر کیا جائے، نوافل کے ذریعہ قرب الہی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، ہر حال میں زبان سے، دل سے، عمل سے اور اپنی حالت سے اللہ کے ذکر اور اس کی یاد میں مشغول رہا جائے۔ جب خواہشاتِ نفسِ حملہ آور ہوں تو اس کی چاہت کو اپنی چاہت پر ترجیح دی جائے، دل سے اسماء اور صفات باری تعالیٰ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کی نعمتوں، نوازشوں اور نشانیوں کا مشاہدہ کیا جائے، اللہ کے حضور مکمل انسارِ قلبی کے ساتھ حاضری دی جائے، اللہ رب العزت کے ساتھ تہائی حاصل کر کے اس سے مناجات کی جائے، اس کے کلام کی تلاوت کی جائے، اس سے مغفرت طلب کی جائے، سچے اور مخلص بندوں کی مجلسوں میں شریک ہوا جائے اور جو کوئی چیز بھی قلب اور رب کے درمیان حائل ہو اس کو راہ سے دور کر دیا جائے۔ (مدارج السالکین، ابن القیم الجوزیہ، تحقیق: محمد اعظم بالله البغدادی، دارالکتاب العربي، ۱۳۲۶ھ، ۳۳۷ تا ۷۳۷)

(۷) معرفت الہی اور مستقل ذکر الہی کے عظیم ثمرات، بطور خاص جن کا ذکر کتاب الہی میں ہوا ہے اور جو کچھ بھی اسماء اللہ الحسنی اور صفات باری تعالیٰ کے سلسلہ میں تفصیلات آئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ بندہ سلوک کی سیڑھیاں چڑھتا چلا جاتا ہے بہاں تک کہ وہ اس منزل تک رسائی حاصل کر لیتا ہے جہاں وہ حب الہی کو ہر چیز پر ترجیح دینے لگتا ہے، ابن القیم ایثار کی اس حالت تک پہنچادینے والی محبت کا ایک عملی معیار متعین کرتے ہیں، اور اس کی مشتقتوں اور نتائج کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”اس ایثار کی دو علامتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ کام کیا جائے جو اللہ کو مطلوب ہے خواہ وہ نفس پر کتنا ہی شاق اور گراں گزرے۔ دوسرا یہ کہ وہ کام چھوڑ دیا جائے جس کا چھوڑنا اللہ کو مطلوب ہے خواہ وہ نفس کے لیے کتنا ہی محجوب اور پیارا ہو۔ ان دو علامتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ ایثار کے مقام تک پہنچ سکا یا نہیں۔ اغیار پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اس ایثار کا ہونا ضروری ہے، مستقل عادت چھوڑنے والے کے لیے یہ ایک ضروری قوت ہے۔ اس میں سخت آزمائش بھی ہے لیکن اس کی شدید ضرورت ہے، اور نفس اس سلسلہ میں کافی کمزور اور ناتوان ہے، بندے کو سعادت اور کامیابی اسی سے مل سکتی ہے، اللہ جس کو توفیق دے اس کے لیے یہ آسان تر ہے، بندے کو چاہئے کہ اس کی طرف پیش قدمی کرتا رہے گرچہ کہ مراحل کافی دشوار ہیں، آستینیں چڑھائے، آزمائشیں سخت ہی کیوں نہ ہوں“۔ (کتاب طریق الحجر تین، ابن القیم الجوزیہ، جزء: ا، ص: ۲۵۰)

اس مقام پر سب سے بڑی آزمائش کا کام یہ ہے کہ بندہ حج سے فارغ ہوتے ہی ایک ایسی جدوجہد میں لگ جائے جس میں خود اس کی زندگی کو خطرہ لاحٹ ہونے کا امکان ہے۔ حج کے سفر سے جہاں اس کے دل کو سکون نصیب ہوتا تھا، تلبیہ، دعا، قنوت، طواف، سعی، وقف عرفہ اور اللہ کے حضور گریہ وزاری، منی میں شب بیداری اور قربانی کے ذریعہ۔ یہ تمام کی تمام چیزیں اس کی طبیعت، اس کی صاف فطرت، ٹھاٹھیں مارتے ایمانی جذبہ کے مطابق ہوتا تھا، اب اگر اس کے لیے اس مبارک سفر سے جہاد کے سفر کی جانب رخ کرنا آسان اور برابر ہے کہ جہاں قربانی ہی قربانی ہے، جدوجہد اور شہادت کی طلب ہے، تو قسم ہے میری زیست کی! ایسا شخص نفسانی خواہشات پر مکمل طور سے غلبہ حاصل کر گیا، نفس کو تو اندر یشہ لگا رہتا ہے کہ اس کی زندگی نہ چلی جائے، اس کے آل واولاد کیا ہو گا۔۔۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ أَكْرَهُ لَكُمْ وَعَسَى أَن تُحْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (سورہ البقرہ: ۲۱۶) ((مسلمانو)) تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہو گا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگی اور وہ تمہارے لئے مضر ہو اور

(ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

جب دل رحمٰن کی محبت سے لمبڑی ہو جاتا ہے، تو اس کے لیے یکساں ہوتا ہے کہ حج کرنے جائے کہ وہاں اس کا قلب سیر ہو جائے گا، یا جہاد پر نکلے اور وطن کی آزادی کے لیے جدوجہد کرے، خواہ اس راہ میں اس کی جان، ہی کیوں نہ چلی جائے، اس کا یقین ہوتا ہے اگر اس راہ میں اسے شہادت نصیب ہو گئی تو وہ اس تنگ زندگی سے نکل کر خوشگوار زندگی کی جانب چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَحْسِبَنَّ
الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ فَرِحِينٌ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ وَيَسْتَبِشُرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوْ بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْرَنُونَ۔
يَسْتَبِشُرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيغُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (آل عمران: ۱۶۹ تا
۱۷۱) (جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے بخشن رکھا ہے اُس میں خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منار ہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمنا ک ہوں گے۔ اور اللہ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔)۔

فصل دوم

کائنات کی تعمیر اور اس کے ساتھ وفاش عادی

اول: سورہ حج میں کائنات کی تصویر

سورہ حج میں ایسی آیات اور ایسے معانی بھرے پڑے ہیں جو انسان کو کائنات کے ساتھ ایک مضبوط ایمانی رشتے میں باندھ دیتے ہیں، ایسے ایمانی رشتے میں جس کی بنیاد خالق کوں و مکاں کی وحدانیت ہوتی ہے، کیونکہ پوری کائنات اس ذات برتر کے سامنے سر بسجود ہے اور اسی کی تسبیح بیان کرتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللَّمَّا تَرَأَّنَ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ

وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقٌ عَلَيْهِ الْعَدَابُ وَمَنْ يُهِنَ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يَشَاء - (سورة الحج: ۱۸) (کیا تم نہیں دیکھا کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جوز میں میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔) اس سورہ کی ابتداء سے انتہاء تک ایک بندہ مومن دیکھتا ہے کہ قرآنی آیات اس سجدہ ریز کائنات کے ذریعہ، جس کائنات کو رب نے اسی کے لیے مسخر کیا ہے، اسے یاد ہانی کر رہی ہیں، ذلیل کے جدول میں سورہ کے اندر مذکور اس کائنات کے مفردات، ان کی تعداد، ان کے مقامات کا ذکر کیا گیا ہے، میں نے ان کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے: آسمان اور اس کی مخلوقات، زمین اور اس کی موجودات، مختلف مذاہب کے عبادات خانے۔ ذلیل میں انہیں پیش کیا جا رہا ہے:

آیات نمبر	تعداد	الفاظ
آسمان اور اس کی مخلوقات		
۲۳، ۲۳، ۳۱، ۱۸، ۱۵ ۷۰، ۶۵	۷	آسمان
۱۸	۱	سورج
۱۸	۱	چاند
۱۸	۱	ستارے
زمین اور اس کی مخلوقات		
۲	۱	مٹی

زین	۹	، ۱۸، ۳۱، ۳۴، ۳۶، ۴۲، ۵
نباتات	۱	۷۰، ۲۵ (دومرتہ)
پانی	۲	۴۳، ۵
چہار	۱	۱۸
درخت	۱	۱۸
چوپائے	۱	۱۸
لوہا	۱	۲۱
رات	۲	۶۱
دن	۲	۶۱
کمھی	۲	۷۳
اونٹ	۱	۲۷
پرندے	۱	۳۱
جانور(چوپائے)	۲	۳۲، ۳۰
رنجہ	۱	۳۶
گوشت	۱	۳۷
ہوا	۱	۳۱
خون	۱	۳۷
بستی	۲	۳۸، ۳۵

۲۵	۱	ویران کنوں
۲۵	۱	مضبوط محل
عبادت گھر		
۲۶، ۲۵ (دومرتہ)، ۲۹	۳	مسجد حرام رمکان الیت / بیت الیت اعتیق
۳۰	۱	عیسائی عبادت گھر
۳۰	۱	عیسائی کنائس
۳۰	۱	یہودی عبادت گاہ
۳۰	۱	مسجد
۵۳	مجموعی تعداد	

قبل اس کے کہ ان نصوص کا تربیتی و دعویٰ پہلو سے تجزیاتی مطالعہ کیا جائے، میں چاہتا ہوں کہ ان اہم و صفحی پہلوؤں کی جانب اشارہ کر دوں جن کا ذکر اللہ رب العزت نے بارگاہ الہی میں سجدہ ریز، اللہ کے بندوں کے لیے مستخر کائنات کے متعلق کیا ہے۔ سورہ حج کی ان آیات پر جب ہم غور کرتے ہیں جن میں کائنات کے متعلق گفتگو ہے تو ہم کو وہ شاندار تصویر فنظر آتی ہے جو انسان کو اس کائنات پر غور کرنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ یہ اللہ رب العزت کی انوکھی تخلیق ہے، اور انسان کو اس بات سے ہوشیار رہنے لگتا ہے کہ کہیں وہ اس کائنات میں تعمیر کی جگہ تحریب کا کام تو نہیں کر رہا ہے، جس کے نتیجے میں اللہ رب العزت اس سے ناراض ہو جائے۔ ذیل میں ہم کیے بعد دیگرے مختلف آیات کی روشنی میں سورہ حج کے اندر موجود کائنات کی یہ تصویر واضح کرنے کی کوشش کریں گے:

(۱) آیت ۵ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کا زمین کی مٹی کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جس زمین پر وہ دادعیش دے رہا ہے، اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ نے اس کو اسی مٹی سے پیدا کیا، اور یہ زمین تو چھیل میدان

تحتی، اللہ کی مہربانی کے نتیجے میں آسمان سے بارش نازل ہوئی، پھر لہلہنانے لگی، اس میں اضانہ ہوا، کونپل نظر آئی اور ہر نوع کی سبزیاں انگے لگیں، ایسا کچھ اس لیے بیان کیا گیا تاکہ انسان کو اس کے رب کی جانب سے یاد دہانی کرداری جائے کہ جو اللہ مردہ دلوں کو قرآن مجید سے زندگی عنایت کرتا ہے، وہی ہے جوموت کے بعد انسانوں کو زندگی سے نوازے گا، اس طرح اسے اس خالق کائنات کے سلسلہ میں یاد دہانی کرائی گئی جو صاحب جلال و جمال بھی ہے اور نواز شیں کرنے والا بھی۔

(۲) آیت ۱۵ میں ہم ایک دوسری تصویر دیکھتے ہیں جو اللہ کی مدد اور نصرت کے سلسلہ میں شک کرنے والوں کو خوف دلاتی ہے کہ وہ ایک ڈور آسمان تک لے جائیں، پھر کوشش کریں کی مونین کی مدد کا راستہ کاٹ دیں۔ اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ مدد آسمان سے آنے والی ہے، اور انسان کی رسائی وہاں تک اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ زمین و آسمان کے مالک کے سامنے مستلزم ختم کر دے، فرمان الٰہی ہے: وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ أَسْتَطَعْتُ أَنْ تَبْتَغِي نَفْقَاً فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيهِمْ بِآيَةٍ وَلُشَاءَ اللَّهُ لَجَمِيعِهِمْ عَلَى الْهُدَى فَلَا تَنْكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔ (سورہ الانعام: ۳۵) (اور اگر ان کی روگردانی تم پرشاقدگر تی ہے تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھنکالو یا آسمان میں سیڑھی (تلائش کرو) پھر ان کے پاس کوئی مجذہ لاو اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ پس تم ہر گز نادانوں میں سے نہ ہونا۔)

(۳) آیت ۱۸ میں انسان اللہ عزوجل کے حضور خشوع کی حالت میں کھڑا رہتا ہے کہ اس کے حضور آسمان و زمین کی تمام چیزیں چاند، سورج، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے، غرض سب سجدہ ریز ہیں۔ ایسی صورت میں انسان کو دوہی صورتیں نظر آتی ہیں:

(الف) ایک یہ کہ وہ اس کائنات کی گردش کے ساتھ ساتھ اپنا سفر بھی شروع کر دے، جو کائنات ہر لمحہ تشیع میں مشغول اور سجدہ ریز ہے، پھر وہ اپنی بصیرت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے کہ پوری کائنات ایک ہی رخ پر چلی جا رہی ہے اور وہ رخ اللہ کے احکام کی اطاعت اور اس کے حضور دل کی رضا مندی کے ساتھ سجدہ ریز ہونا ہے۔ اس طرح وہ پسند کرتا ہے کہ پوری کائنات کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کا تابع فرمان

بن جائے، اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے سامنے استکبار کی روشن اختیار کرے، سر بسجود کائنات کی مخالفت کرنے لگے، اس کا انجمام یہ ہو گا کہ اس کو عزت و افتخار کے بجائے ذلت و رسوانی کا سامنا کرنا پڑے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ۔ (سورہ الحج: ۱۸) (اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)

(۲) آیت ۲۶ میں قافلہ ہائے شوق بیت اللہ الحرام کی جانب نکل پڑتے ہیں، اس بیت اللہ کی جانب جس کو اللہ تعالیٰ نے تیار کیا، اور اس کو طواف، قیام، رکوع اور سجدہ کرنے کے لیے پاکیزگی بخشی، مسلمان اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ ابراہیمؑ کی اذان اس کے کانوں میں گونج رہی ہے، اس کے دل پر دستک دے رہی ہے، اس کے پورے وجود کو جھنجوڑ رہی ہے کہ وہ اس کی زیارت کرے اور اس کو آباد کرنے کے شرف سے محروم نہ رہ جائے۔

(۵) آیات (۲۸، ۳۷، ۳۲، ۳۶) میں ہم دیکھتے ہیں کہ حج اور عمرہ کے لیے نکلنے والے اللہ کی نعمتوں کے شکرانہ کے طور پر قربانی کے جانور ہائکلتے ہوئے لے جارہے ہیں، اس میں ان کی جانب سے محتاجوں اور ناداروں کی دلداری بھی مقصود ہے، مالدار اور کھاتے پیتے لوگوں کو ہدایہ دینا بھی مقصود ہے، پھر یہ قربانی کا جانور اپنے گوشت پوست کے ساتھ ان کے لیے مسخر کیا گیا ہے تاکہ تقویٰ کے حصول کا ذریعہ بن جائے، اللہ کی کبریائی، اس کی ہدایت اور نیکوکاروں کی نیکی کا علم پہند ہو، فرمان الہی ہے: لَن يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهُ عَلَىٰ مَا هَدَأْتُمْ وَبَشِّرُ الْمُحْسِنِينَ۔ (سورہ الحج: ۳۷) (اللہ تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے، اسی طرح اللہ نے ان کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تاکہ اس بات کے بد لے کہ اُس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے، اُسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر!) نیکوکاروں کو خوشخبری سنادو۔)

(۶) آیت ۳۱، ۳۲ میں دیکھتے ہیں کہ ہر مسلم کے ذہن و قلب میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصویر کھینچ رکھی ہے کہ اگر ان کو اور ان کے دین کو زمین میں غلبہ عطا کیا گیا، تو پوری زمین اللہ کے سامنے سر بسجود ہو جائے گی، نمازیں ہوں گی، زکوٰۃ کی ادائیگی ہو گی، امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی ہو گی، اس طرح زمین اپنی ماہیت، رب کے سامنے سرا فلندگی، اور عبادت و پستش کے سبب پاک ہے اور اللہ رب العزت جب مونین صالحین کو اقتدار نصیب فرمائے گا تو اس کے نتیجہ میں ہر جانب خیر کے آوازے بلند ہوں گے۔

(۷) آیت ۳۵، ۳۸ میں ان بستیوں کی تصویر سامنے آتی ہے جن کے افراد فساد کا شکار ہوئے اور جن کے سرکش لوگ انتکبار کرنے لگے، جس کے نتیجے میں ان کی بستیاں جڑ سے اکھاڑ پھینتی گئی تھیں، ان کو پلٹ دیا گیا تھا، وہ بستیاں ایک بیکار کنوں یا پھر ایک ویران محل میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ یہ سب سننے کے بعد انسان ہوش میں آ جاتا ہے کہ یہ آبادیاں کہیں پھر نہ تباہ و بر باد کر دی جائیں، اور وہ اصلاح احوال کی کوششوں میں لگ جاتا ہے، معاشرے میں خیر کی نشر و اشاعت کی کوششوں میں مصروف ہو جاتا ہے، یہی راز ہے کہ ایک بندہ مسلم زمین کی تغیر اور اس کی ساری آبادیوں کے تحفظ کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح سے یہ نصوص مجاہد انسان کو بہادر اور پیਆں انسان کی صورت میں پیش کرتے ہیں، کیونکہ وہ بہت بار ایک پردے سے غیب کا مشاہدہ کرتا ہے، اس کا ایمان کامل ہوتا ہے کہ فساد، ظلم اور سرکشی کا فرماور عاصی بندوں کا شیوه ہے، اور اس کے نتیجے میں ان کو ہلاک کر دیا جاتا ہے، فرمان الٰہی ہے: وَلُوْيَشَاءُ اللَّهُ لَا نَتَصَرَّ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لَّيْبُلُوْ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ۔ (سورہ محمد: ۳) (اور اگر اللہ چاہتا تو) (اور طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔، اسی سورہ میں آگے ارشاد ہے: أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلَّهِ فِرِينَ أَمْثَالُهَا۔ (سورہ محمد: ۱۰) (کیا انہوں نے ملک میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا اللہ نے ان پر بتاہی ڈال دی اور اسی طرح کا (عذاب) ان کا فروں کو ہوگا۔

(۸) آیت ۶۰ سے ۶۵ میں اللہ تعالیٰ مناظر کائنات کو اپنی نصرت پر یقین کا ذریعہ بتاتا ہے، مناظر کائنات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ذلک بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَ أَنَّهُ يُحْبِبُ الْمُؤْمِنَى وَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِظِيمٌ۔ (الحج: ۶) (ان قدر توں سے ظاہر ہے کہ اللہ ہی (قادِ مطلق ہے جو) برق ہے اور یہ کہ وہ مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔)، اللہ تعالیٰ کی لامدد و قدرت پر تفصیلی گفتگو کے بعد، جو اسکیلے رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کے بعد رات لاتا ہے۔ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے جس کے نتیجے میں زمین ہری بھری ہو جاتی ہے حالانکہ وہ بخرا اور خشک تھی۔ اسی کے لیے زمین و آسمان کے تمام خزانے ہیں، اسی نے زمین کی تمام چیزوں کو ہمارے لیے مسخر کیا ہے، کشتمی بھی اسی کے اذن سے چلتی ہے اور اسی نے آسمان کو روکے رکھا ہے کہ وہ اس کے اذن کے بغیر زمین پر نہیں آسکتا، یہ تمام چیزیں صرف اس لیے ہیں کہ بندوں کے قلوب میں یہ ایمان راسخ کر دیا جائے کہ اللہ یکتا و یگانہ ہی ہے جو تمام تر قوتوں کا مالک ہے اور جس کو زمین اور آسمان کی کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

(۹) آیت ۷۳ ریں اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر مقام کے جملہ انسانوں کو اپنی معمولی سی مخلوق مکھی کے ذریعہ دو مرتبہ چیلنج کیا ہے، کہ پوری کائنات کے انسان مل کر بھی ایک ایسی مکھی کی تخلیق نہیں کر سکتے جس کے اندر روح پائی جاتی ہو۔ دوسری چیز یہ کہ اگر یہ اس کی تخلیق سے عاجز ہیں، تو یہ اس بات سے بھی عاجز ہیں کہ اس سے اپنی چیزیں ہوئی چیزیں واپس لے سکیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی قوت اور شوکت سے ایسا کروکھاتا ہے، فرمان اٹھی ہے: ضَعْفَ الطَّالِبِ وَ الْمَطْلُوبُ۔ (الحج: ۷۳) (طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود دنوں) گئے گزرے ہیں۔) پھر ارشاد ہوتا ہے: مَا قَدَرُوا اللَّهُ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ۔ (الحج: ۷۴) (ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسی کرنی چاہئے تھی نہیں کی پچھلہ نہیں کہ اللہ زبردست اور غالب ہے۔) انسان جب اس کمزور مخلوق (یعنی مکھی پر غور و فکر کرتا ہے تو اس کی بشری کمزوری ایک ایسے ایمان میں تبدیل ہو جاتی ہے جس ایمان کے اندر جوش اور جذبہ ہوتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور وہی شوکت و قوت رکھتا ہے، اور ہم عاجز و درماندہ ہیں، اس کے پاس قوت ہے، اور ہم اس کے

سامنے لاچا رہیں۔

(۱۰) شعائر حج پر گفتگو کے دوران اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے، جو دلوں پر کافی اثر ڈالتی ہے اور انسانی نفوس پر اس سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے کہ کہیں اس کی عبادت، اس کے مناسک، شعائر، طواف، سمعی اور قربانی میں شرک کا کچھ شایبہ نہ ہو جائے، اسی کی تصویر کشی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کی ہے:

وَمَن يُشْرِكُ بِاللَّهِ فَكَانَمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطُفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهُوَى بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ۔ (الحج: ۳۱) (اور جو شخص (کسی کو) اللہ کیسا تھا شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دُور جگہ اڑا کر چینک دے۔)، اس میں ایک مشرک کے تعلق سے کائنات کی تمام مخلوقات کی جانب سے بعض کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی جانب سے مسخر پرندے آسمان پر منڈلاتے ہیں، اس لیے نہیں کہ انسان کی مدد کریں بلکہ اس لیے کہ نہیں اچک لے جائیں، اور گہری کھائی میں لے جا چینکے کے لیے ہوا میں ان کا بھرپور تعاون کرتی ہیں، وہاں کھائی میں گہری جگہ پر ان کا انتظار ہوتا ہے تاکہ درندے اس کو شکار بنا کر نگل لیں، اور پھر اس کا ورق لپیٹ دیا جائے گا اور اس کی بڑنگی کو لباس دے کر کائنات کو اس کے شر سے نجات دے دی جائے گی۔ اسی کے ساتھ ساتھ ابر ہے کے واقعہ کی بھی یاد دلائی جاتی ہے جو اپنے ہاتھیوں، گھوڑوں اور پیادوں کو لے کر مکہ کی جانب آیا تھا، عبداللطیب نے اس کو اس گمراہی سے روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے اس کو مان کر نہیں دیا، استکبار کا شکار ہو گیا اور پھر اب ایل پرندے نے اپنی چونچوں سے پھروں کی ایسی بارش کی کہ اس کا کوئی پرسان حال نہیں رہا۔ یہ آیات ہر مسلم کے قلب و ذہن اور وجدان میں ایمان راحن کرتی ہیں تاکہ وہ سرکشوں کی سرکشی کا مقابلہ کر سکیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کائنات اللہ کی حمد و شنا اور تسبیح بیان کرنے میں لگی ہوئی ہے، چنانچہ ہمیں چاہئے کہ اس سے اپنے تعلقات کی نوعیت میں تبدیلی لا میں۔

ہمارے تعلقات عبادت گزار انسان اور سجدہ ریز کائنات کے درمیان گہری اور پچی دوستی میں تبدیل ہو جائیں، سورج اور درختوں کے سجدہ ریز ہونے سے متعلق احادیث سے بھی بعض مثالیں پیش ہیں:

الف: مسلم میں ابوذر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سورج کہاں چلا جاتا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو اس کا بخوبی علم ہے۔ یہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش الہی کے نیچے اپنے مقام تک پہنچ جاتا ہے، اور سجدہ کے بل گر پڑتا ہے۔ اسی حالت میں پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھو، جاؤ واپس اسی جگہ جہاں سے تم آئے تھے، اور وہ چلا جاتا ہے۔ پھر وہ طلوع ہوتا ہے، پھر چلتا رہتا ہے اور دوبارہ عرش کے نیچے پہنچ جاتا ہے اور سجدہ ریز ہو جاتا ہے، اسی حالت میں رہتا ہے کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھو اور اور جہاں سے آئے تھے وہیں چلے جاؤ۔ پھر وہ طلوع ہوتا ہے اور لوگوں کو اس سے کچھ بھی اجنبیت نہیں محسوس ہوتی کہ وہ عرش کے نیچے پھر پہنچ جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھو اور آج مغرب سے طلوع ہونا ہے، اور وہ مغرب سے طلوع ہو جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ پھر کیا ہوگا؟ یہ وقت ہو گا جب: لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا۔ (الانعام: ۱۵۸) ((مگر) جس روز تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آ جائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان (کی حالت) میں نیک عمل نہیں کئے ہوں گے (تو گناہوں سے توبہ کرنا مفید نہ ہوگا))، (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الزمن الذي لا يقبل فيه الایمان: ۱۵۹/۲)

ب: ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ”ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں نے آج کی رات دیکھا کہ میں نید کی حالت میں ایک درخت کے پیچے نماز ادا کر رہا ہوں، میں نے سجدہ کیا تو درخت بھی سجدہ ریز ہو گیا، میں نے اس کو کہتے ہوئے سنا کہ ’اے اللہ اس کے بد لے میرے حصے میں کچھ اجر کھدے، میری خطاؤں کو معاف فرمادے، اس سجدے کو میرے حق میں ذخیرہ بنادے، جس طرح تو نے داؤڈ کے سجدے کو قول فرمایا تھا، خدا یا! تو میرے سجدے کو بھی شرف قبولیت سے نواز دے۔ ابن جریح کہتے ہیں کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ایک سجدے کی تلاوت فرمائی اور سجدہ ریز ہو گئے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو سننا کہ وہ اس آدمی کے بتائے ہوئے درخت کے الفاظ دھرا رہے تھے۔” (سنن الترمذی، کتاب دعوات عن رسول اللہ، باب ما یقول فی سجود القرآن، ۳۰۹، ابو عیسیٰ الترمذی کہتے ہیں: یہ غریب حدیث ہے، اس کی صرف یہی ایک سند ہے، اس باب میں ابوسعید سے روایت ہے، اس کی روایت ابن ماجہ، ابن حبان نے بھی کی ہے۔)

دوم: کائنات کی تعمیر اور اس کے ساتھ وفا شعاراتی کی بنیادیں:

کائنات سے متعلق نصوص کی یہ کثرت پوری قوت کے ساتھ ہمیں سوچنے کی دعوت دیتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے حصول کے دو طریقے بیان کیے ہیں، ایک اس کی کتاب مسطور یعنی قرآن مجید پر تدبیر و فکر ہے اور دوسرا اس کائنات پر غور و فکر ہے۔ یہ دونوں ہی بندوں کو رب سے جوڑ دینے والی چیزیں ہیں۔ ذیل میں اس کے دلائل پیش ہیں:

فرمان الٰہی ہے: اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَنْزَلُ الْأَمْرُ بِمِنْهُنَّ لِسَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ (الطلاق: ۱۲)

(اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور وہی ہی زمینیں ان میں (اللہ کے) حکم اترتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔)

اسی طرح فرمان الٰہی ہے: سَنِرُّهُمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (فصلت: ۵۳) (ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے اپنے نفس میں یہاں تک کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ وہی حق ہے۔)

ان دونوں دلیلوں سے اللہ تعالیٰ یہ بات واضح کرتا ہے کہ اس خلق کا ایک اساسی مقصد ہے اور وہ یہ کہ انسان اپنے رب کو بیچان لے۔

سورہ حج میں موجود کائنات کی نشانیوں پر تکہر کر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات کے دو امتیازات ہیں:

اول: پوری کائنات سجدہ ریز ہے، ربِ ذوالجلال کے حکم کی تابع ہے، اللہ کا فرمان ہے: ﴿اللَّهُ تَرَأَّنَ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنِ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنِ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقًّا عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنَ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يَشَاءُ﴾ (الحج: ۱۸) (کیا تم نہیں دیکھا کہ جو (خلق) آسمانوں میں ہے اور جوز میں میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیٹک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)

دوم: اللہ نے کائنات کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے، فرمانِ الہی ہے: ﴿الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ (الحج: ۵۶) (اُس روز با دشایی اللہ ہی کی ہوگی (اور) وہ ان میں فیصلہ کردے گا تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔)

پورے قرآن مجید اور بالخصوص سورہ حج کا مطالعہ کرنے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کائنات اور اس کائنات کے رب سے ایک بندہ مسلم کا رشتہ اپنے اندر دن خصوصیات رکھتا ہے:

۱۔ انسان اللہ کا بندہ ہے۔

۲۔ اللہ کے منہجِ عبودیت کے لحاظ سے وہ کائنات کا شہنشاہ ہے۔

اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے کائنات کو اس کے لیے مسخر کیا تاکہ وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرے، اس کی عبادت اور اس کے دین کی خدمت کے لیے خود کو فارغ کر لے، ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی زمین اور جاندار، اپنے چند روزہ مال و دولت، اپنی تجارت، اور اپنے سوت بوٹ کا خادم بن کر رہ

جائے۔ انسان اللہ کا بندہ، اس کا غلام اور اس کائنات کا شہنشاہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے متعلق فرمایا کہ اس نے اس کائنات کو انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے، اور یہ انسانوں کے اوپر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔

اللہ رب العزت نے سورہ حج کی ابتداء میں یہ بیان فرمایا ہے کہ پوری کائنات اللہ کے سامنے سر بجود ہے، اور سورہ کی آخری آیات میں یہ بیان فرمایا کہ اس ذات برتر نے اپنی قدرت، رحمت اور لوگوں سے ہمدردی کی وجہ سے کائنات کی تمام موجودات کو انسانوں کے لیے مسخر کر رکھا ہے۔

انسان کو چاہئے کہ وہ یہ بات جان لے کہ کب اس کو بندہ بن کر رہنا ہے اور کہاں اس کائنات کا شہنشاہ بن کر رہنا ہے، وہ اس کائنات کو خیر کے لیے، دوسروں کے فائدے اور منفعت نیز حق کے پیغام کو غالب کرنے کے لیے استعمال کرے، گرچہ اس راہ میں جان و مال اور کسی بھی سستی یا قیمتی چیز کی قربانی دینی پڑ جائے۔

میں یہ بات پورے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ایک مسلمان ہی وہ شخص ہے جو اس کائنات میں آباد کاری کا کام ایک ایسے راخن عقیدے کی بنیاد پر کرتا ہے جس کی اساس اس کائنات اور اس شخص کے درمیان حقیقی و فاشعاری ہوتی ہے کہ یہ کائنات دن رات اللہ رب العزت کی تسبیح میں مشغول رہتی ہے، فرمان الہی ہے: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا نَفْقَهُونَ تَسْبِيحةً هُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا۔ (الاسراء: ۳۲) (ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ ان میں ہیں سب اُسی کی تسبیح کرتے ہیں اور (خلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کی ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے پیش وہ بُردار (اور) غفار ہے۔) اور اسی طرح ارشاد ہے: أَلْمُ تَرَأَنَ اللَّهُ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالظَّيْرُ صَافَاتٍ كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ۔ (النور: ۱) (کیا تم نہیں دیکھا کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پر پھیلائے ہوئے جانور بھی اور سب اپنی

نماز اور تسبیح کے طریقے سے وقف ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کو معلوم ہے۔)، اس طرح یہ سرز میں جس پر ہم دادیش دے رہے ہیں سجدہ ریز اور تسبیح کنائے ہے، یہ آسمان جو ہم پر سایہ فیگی ہے یہ بھی سجدہ ریز اور تسبیح کنائے ہے، سورج جو ہمیں گرمی، حرارت، اور زندگی فراہم کرتا ہے وہ بھی سجدہ ریز اور تسبیح کنائے ہے، چاند تارے جو رات کو روشن رکھتے ہیں، اور خشکی و تری کی تاریکی میں مسافر اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، جن کے ذریعہ موجز رآتے ہیں، یہ بھی سجدہ ریز اور تسبیح کنائے ہے، اسی طرح رات و دن، سمندر اور دریا، درخت اور پھل، غذا، پانی اور دوا کپڑا، گھر، سواریاں سب کی سب سجدہ ریز اور تسبیح کنائے ہیں۔ وہ تمام چیزیں جن کو لوگ جمادات میں شمار کرتے ہیں، ان کو وہ ذات برتر جیسے چاہتی ہے حرکت میں لاتی ہے اور ہم مسلمانوں کا یہ مانتا ہے کہ یہ جاندار مخلوقات ہیں، تسبیح بیان کرتی ہیں اور سجدہ ریز ہوا کرتی ہیں، ان کے جذبات ہوتے ہیں، اور وہ روپا بھی کرتی ہیں، فرمان الہی ہے: فَمَا بَكَثُ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ۔ (الدخان: ۲۹) (پھران پرن تو آسمان کو اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی)، اس کا مفہوم مخالف ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین نیک بندوں کے داغ مفارقت دے جانے پر روتے تھے، اللہ کے رزق کی تلاش میں وسیع و عریض کرتے تھے، نیکی اور خیر کے کام میں مشغول رہتے تھے، اللہ کے رزق کی تلاش میں وسیع و عریض کائنات میں دوڑ دھوپ کرتے تھے، بھلائی کا حکم دیتے تھے اور برا نیوں سے روکتے تھے کہ اللہ کے نور کو ساری انسانیت کے درمیان عام کریں، ایسے لوگوں سے آسمان و زمین سب کو محبت ہوتی ہے، ان کے گھر، ان کے لباس، سواری، مسکن، فون، قلم، کتابیں اور سجدہ گاہ سب ایسے لوگوں سے محبت کرتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس بندے کے اندر خیر کے علاوہ کوئی چیز نہیں دیکھی، اس کے فراق پر وہ آنسو بہاتے ہیں، قیامت کے دن وہ اس کے حق میں گواہی دیں گے، اور جو کچھ بھی انہوں نے دیکھا ہے وہ بتلادیں گے، ارشاد خداوندی ہے: إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا۔ وَقَالَ إِنْسَانٌ مَا لَهَا۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدَّثُ أَخْبَارَهَا۔ (سورہ زلزال: ۱ تا ۳) (جب زمین بھونچاں سے ہلا دی جائے گی۔ اور زمین اپنے (اندر) کے بوجھ نکال ڈالے گی۔ اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا

ہوا ہے؟ اس روز وہ اپنے حالات بیان کر دے گی۔)، ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے، انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”اللہ کے رسول نے تلاوت فرمائی: يَوْمَئِذٍ تُحَدَّثُ أَخْبَارَهَا پھر دریافت کیا: کیا تمہیں معلوم ہے اس کے حالات کیا ہیں؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے حالات یہ ہیں کہ وہ اپنے تمام بندوں اور بندیوں کے اعمال سے باخبر کر دے گی، کہیں کہ اس نے فلاں فلاں دن ایسا اور ایسا کام کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہی اس کے حالات ہیں، اس کو یہ حکم ملے گا اور یہ اس کے حالات ہوں گے جو وہ بیان کرے گی۔“ (سنن ترمذی، کتاب صفة القيمة، ۷/۱۳۸، ابو عیسیٰ الترمذی: یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

دونوں زندگیوں کے درمیان، یعنی دنیا اور آخرت کی زندگی کے درمیان، جب بندہ برزخ کی زندگی میں ہو گا تو وہاں قبر اس کو دبوچ لے گی، قبر کا یہ دبوچ لینا یا تو شفقت، لطافت اور ماں کی ممتاز کے جیسا ہو گا، یا پھر چکلی کی طرح سخت، دشوار اور شدید ہو گا۔ مجھے اس بات پر کامل یقین ہے کہ بندہ من بن جو قرآن پڑھتا ہے، اللہ کی مختلف مخلوقات کے درمیان جیتا اور زندگی گزارتا ہے، اس کے دل میں اپنی سرزی میں کے تعلق سے جوش مارتے ہوئے جذبات ہوں گے کہ جس زمین پر اس کی پروش اور پرداخت ہوئی ہے، دونوں ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے اور اگر کوئی اس کو دیس نکالا دے تو یہ اس کے لیے قتل کے مانند ہے، کہ وہ اس زمین اور اس پر بستے والوں سے ایسی ہی انسیت رکھتا ہے، اور قرآن مجید نے تو اس دیس نکالا دینے کو اور قتل کر دینے کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے، ذیل میں اس سلسلہ کے بعض دلائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ وَإِذَا أَخْدُنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَ كُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ۔ (البقرہ: ۸۲) (اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کشت و خون نہ کرنا اور اپنے کو ان کے وطن سے نہ نکالنا۔)۔

۲۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا تو اس وقت وہ اس طرح رورے ہے تھے گویا

کہ ان کی روح جسم سے جدا ہو رہی ہے، جلال الدین سیوطیؒ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سن لو! میں تم کو چھوڑ کر خود نہیں جا رہا ہوں، مجھے بخوبی اس بات کا علم ہے کہ تو میرے لیے اللہ کا محبوب ترین وطن ہے، اور اللہ کے نزدیک توزیع ترین ہے، اگر تیرے لوگوں نے مجھے نکالا نہ ہوتا تو میں یہاں سے کبھی نہیں نکلتا“۔ (جامع المسانید والمراسیل، ۱۰۲/۱۰، خلاصۃ الدرجة؛ اس کے رجال شفیقہ ہیں۔)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو جن صورتوں میں مشروع قرار دیا ہے، ان میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان کو اس کے وطن سے نکال دیا جائے، کیوں کہ ایسی صورت میں اس کو اس چھوٹی سی کائنات سے محروم کر دیا جاتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے، جس کے اندر وہ پروان چڑھا، اس کی ہواؤں میں اس نے سانسیں لیں، اس کے پانی سے سیراب ہوا، وہاں اپنے اہل و عیال سے مانوس ہوا، اب اگر اسے جبراً اور زبردستی اس کے وطن سے نکلا جاتا ہے تو یہ ایک مناسب اور مضبوط سبب ہے کہ اس کے سبب اللہ کی راہ میں قفال کیا جائے۔ کائنات اور وطن کے تعلق سے نصوص کی یہ بڑی تعداد سورہ حج کے اندر قفال کی اجازت کا پہلا سبب ہیں، فرمان الٰہی ہے: ﴿أَذِنْ لِلّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلْمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾۔ (سورہ الحج: ۳۹) (جن مسلمانوں سے (خواہ خواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (ان کی مدد کرے گا وہ) یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔) پھر اس کے بعد اس قفال کا سبب بننے والا پہلا ظلم یہ بتایا گیا کہ ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا، اس کے بعد، فرمایا: ﴿الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ﴾۔ (سورہ الحج: ۳۰) (یہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناقص نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے۔)

سوم: کائنات سے توافق یا تصادم کے ثابت اور منفی آثار:

اس طرح سورہ حج کی آیات سے خاص طور سے اور پھر پورے قرآن مجید کے مطالعہ سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ بندہ مسلم اور کائنات کے درمیان ایک رشتہ محبت ہوتا ہے جس کی بنیاد یہ ہے کہ دونوں ہی عبادت گزار اور رب کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں، حُنَّ کی اطاعت اور اس کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں، جب رب کی جانب سے آواز دی جاتی ہے تو کائنات شوق کے ساتھ اس کی جانب لپکتی ہے جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے: ثُمَّ أَسْتَوِي إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلأَرْضِ إِنِّي أَنْتَمَا طَوْعًا أَوْ كَرْنَحًا قَالَتَا أَنْتَنَا طَائِعُينَ۔ (سورہ فصلت: ۱۱)، انسان کے لیے یہی راستہ ہتر ہے کہ خوشی خوشی اور دل کی رضا مندی کے ساتھ رب کی جانب آجائے کیونکہ تہاون ہی ایسی مخلوق ہے جس کو اللہ نے عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے، اگر وہ خوشی خوشی نہیں آئے گا تو اسے مجبور آنا پڑے گا، ارشاد الہی ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنفُسِكُمْ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنَنِيَّكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ (یونس: ۲۳) (لوگو! تمہاری شرارت کا وبا تمہاری ہی جانوں پر ہو گا تم دنیا کی زندگی کے فائدے اٹھاؤ پھر تمہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم تمہیں بتائیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔)۔ انسان اگر اللہ کی اطاعت اور اس کی تسبیح سے روگردانی کرتا ہے تو اس صورت میں وہ اپنی ذات اور پھر اپنے اطراف پھیلی کائنات سے تصادم کا مرتكب ہوتا ہے، ذیل کی آیات اسی جانب اشارہ کرتی ہیں:

۱- فرمان الہی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِبُوْلِ اللَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحِبِّيْكُمْ وَالْعَلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمُرْءَ وَقَبِيلِهِ وَإِنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔ (الانفال: ۲۳) (مومنو! اللہ اور اُس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کیلئے بلا تے ہیں جو تمہیں (جاداں) زندگی بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اُس کے رو بروجع کئے جاؤ گے۔)

۲- دوسری جگہ فرمایا اللہ رب العزت نے: وَعَلَى الْثَّالِثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحِبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ۔ (التوبہ: ۱۱۸) (اور ان تینوں پر بھی جن کا

معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراغی کے اُن پر تنگ ہو گئی اور اُن کی جانبیں بھی اُن پر دو بھر ہو گئیں۔) یہ تین لوگ کعب بن مالک، بلال بن امیہ اور مرارہ بن ربع تھے، یہ لوگ ہر موقع پر حاضر ہے، لیکن ایک جگہ یہ نفس کے بہکاوے میں آگئے اور غزوہ تبوک سے پچھپے رہ گئے، اس کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے وسیع اور کشادہ گھر، اور دور تک پھیلے ہوئے صحراء، بلکہ خود ان کی ذات اور ان کے دل اُن پر تنگ ہونے لگے، حتیٰ کہ کعب بن مالک نے کہا جیسا کہ بخاری کی روایت ہے: ”پچاسویں دن کی نماز فجر میں نے ادا کی اور اپنے گھر کی چھٹ پر بیٹھ گیا، اس وقت میری حالت وہی تھی جس کا اللہ نے ذکر کیا ہے، میرے اوپر اپنی ذات اور زمین کی وسعتیں تنگ ہو رہی تھیں۔“ (صحیح البخاری، کتاب المغاذی، باب حدیث کعب بن مالک، ۳۵۲/۸)

ہمارے ماحول میں کتنے ہی لوگ ہیں جو مخلوقوں میں رہتے ہیں لیکن ان کے دل سکون سے محروم رہتے ہیں، ان کے محلات اس غم و افسوس کے عالم میں قبر معلوم ہوتے ہیں، ان کی اس صورت حال کا حل صرف اور صرف یہی ہے کہ وہ رب غفور اور اس کی کتاب قرآن مجید اور اس کائنات کی جانب پلٹ آئیں، اس کائنات کی تعمیر میں اسی طرح لگ جائیں جیسا کہ اسلام کا مطالبہ ہے، اور اسی میں دلوں کے لیے شفا ہے:

۱- حج کا سفر و سب سے بڑا سفر ہوتا ہے جب کہ انسان کائنات کے ساتھ ہوتا ہے اور اپنی بلند آواز میں اٹھنے والے تلبیہ، تکبیر، حمد و شناور تسبیح کا شاہد اسے بناتا ہے اور کائنات خوشی کے عالم میں اس کے سر سے سر ملاتی ہے، اور اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے، ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے، سہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کوئی بندہ مسلم اللہ کو پکارتا ہے، اس کے دائیں بائیں موجود کائنات کے لکھر پھر، درخت سب اللہ کو پکارنے لگتے ہیں یہاں تک کہ زمین یہاں سے وہاں تک ایک ہو جاتی ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء في فضل التلبية والخر، ۳۹۳/۳، یہ حدیث صحیح ہے۔)

۲- انبیائی مجرمات اس بات کی مزید تاکید کرتے ہیں کہ کائنات کس طرح اللہ کے حکم سے انسان کے

ساتھ ہوتی ہے، جب کہ وہ امانت کا سچا حامل اور اللہ کا سچا بندہ بن جاتا ہے، ذیل میں اس کے شواہد پیش ہیں:

الف: فَدَعَارِيَةُ أَنِّيْ مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ۔ فَقَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءِ مُنْهَمِرٍ۔ وَفَجَرْنَا الْأَرْضَ عُيُونَاً فَالْقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُبِرَ۔ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْوَاحِدِ دُسْرِ۔ (القمر: ۱۰ تا ۱۳) (پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو بھیجا سو بھیجا۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا۔ کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑتے ہو۔ اور انہوں اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے۔)

ب: قوم عاد اپنے مطالبہ میں کچھ آگے ہی بڑھ گئے، ان کا یہ سمجھنا تھا کہ اس گونگے پہاڑ جیسے جہاد کے اندر سے ایک زندہ مخلوق کا نکنا امر محال ہے، انہوں نے حضرت صالحؐ سے اس کا مطالبہ کرڈا کہ اگر سچے نبی ہو تو اس پہاڑ سے ایک اونٹی نکال لاؤ، انہوں نے رب کے حضور دست دعا دراز کیا اور کیا تھا فوراً ہی ایک عقمند اونٹی نکل آئی جس کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اس کے پینے کی باری کس دن ہے، اور قوم کے جانوروں کی باری کب ہے، لیکن انہوں نے اس کے ساتھ ظلم کی راہ اختیار کی تو اللہ نے پوری کائنات کو، زمین و آسمان اور ہواوں کو حرکت دے دی، بس کیا تھا پل بھر میں وہ ہلاک ہو کرہ گئے۔

ت: جب ابراہیمؐ کو نذر آتش کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو حکم دیا کہ اپنی خاصیت کو برقرار رکھتے ہوئے اینہوں کو جلاتی جا گرا پی طبیعت کے برخلاف ابراہیمؐ کے لیے ٹھنڈی ہوجا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہوا: قُلْنَا يَا نَارُ كُوئِيْ بَرْدَأَ وَ سَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ۔ (الابیاء: ۲۹) (ہم نے کھائے آگ تو ٹھنڈی ہوجا اور ابراہیمؐ کے لیے سلامتی بن جا۔)

ث: اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤؓ کے لیے مسخر کر کھا تھا، وہ ان کے ساتھ اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتے تھے، ان کے لیے لو ہے کو نرم کر دیا گیا تھا، ان کے فرزند سلیمانؐ کے لیے ہواوں کو مسخر کر دیا گیا تھا کہ وہ اس کے حکم سے موافق ہو کر چلتی تھیں، وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَاءَ وَغَوَّاصَ (ص: ۳۷) (اور دیوؤں کو بھی (ان کے زیر فرماں کیا) وہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے

والي تھے۔)، ان کو پرندوں کی زبان سکھا دی گئی تھی، ان سے چیزوں نے گفتگو کی، بڑے بڑے جن ان کے لیے مسخر تھے جو رب کے اذن سے کام میں مشغول رہتے تھے۔

ج: جب فرعون نے سرکشی کی راہ اختیار کی تو اس نے کہا، مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلَهٍ غَيْرِي (القصص: ۳۸) مجھے نہیں معلوم کہ میرے سواتمہارا کوئی الہ اور بھی ہے، اور اس نے کہا، آئینہس لی مُلْكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجَرِي مِنْ تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الزخرف: ۱۵) کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں؟ اور یہ نہریں جو میرے (ملوں کے) نیچے بہرہیں ہیں (میری نہیں ہیں)؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟، اللہ تعالیٰ کی مشیخت ہوئی کہ اس کو بعد میں آنے والوں کے لیے نشان عبرت بنادے، اور اس نے موئی کے ہاتھ میں موجود ایک کمزور لاٹھی سے سمندر کو چھاڑ دیا اور صورت یہ ہو گئی کہ کُلُّ فِرْقٍ كَالظُّودِ الْعَظِيمِ (الشعراء: ۲۳) اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا کہ گویا بڑا اپہاڑ ہے، موئی کو نجات مل گئی، اور فرعون اسی پانی میں ڈوب گیا جس کے مالک ہونے اور فرمائزدا ہونے پر اس کو گھمنڈ تھا، اس کو پانی نے بھی پسند نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی فوج کے ساتھ غرق آب کر دیا۔

ج: ہمارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی میں مٹھی لی اور ان جوانوں اور دیروں کے اوپر پھینک دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان لینے آئے تھے، اور ان کے درمیان سے صحیح سالم نکل گئے، اللہ تعالیٰ نے ایک مٹھی مٹھی سے ان کو اندھا بنا دیا اور غار اثر نے ان کے اوپر اپنی چادر پھیلادی، ان کے لیے ام معبد کی بکریوں کے تھن دودھ سے بھر بھر گئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے یار غار ابو بکر صدیق اور ام معبد کے تمام گھروں والوں کو خوب شکم سیر کیا۔ غزوہ احزاب میں ایسی آندھی چلی کہ ظالم و سرکش اہل کفر کی دیگیں الٹ گئیں، جیسا کہ اس سے قبل قوم عاد کے ساتھ ہوا تھا۔ ان کے لیے کھجور کے درخت نے شفقت کا دامن پھیلایا، درختوں نے ان کی نبوت کی گواہی میں اپنی زبانیں کھول دیں، اونٹ نے ان سے شکایت کی، انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹ پڑے اور کھجور، روٹی، گوشت میں خوب برکت ہوئی، اسی سلسلہ کی ایک روایت ہے، بخاری نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ان نشانیوں کو برکت شمار کرتے ہیں اور تم ان سے ڈرتے ہو، ایک

غزوہ میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ پانی کی قلت واقع ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا باقی ماندہ پانی لیتے آؤ، ایک برتن لایا گیا جس میں کچھ پانی موجود تھا، آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا: پا کیزہ اور بابرکت پانی ہے، اللہ کی جانب سے اس میں برکت ہے، میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی چشٹے کی صورت نکل رہا ہے، اسی طرح ہم سنتے نہیں کہ کھانا کھایا جا رہا ہے اور وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات المنوۃ فی الاسلام، ۷/۲۸۶)

یہ بعض دلائل اور شواہد ہیں، حالانکہ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ ہمیں یقین کامل حاصل ہو جائے کہ ایک بنہ مسلم اور اللہ کی مسخر کردہ اور اس کے حضور سر بسجود کائنات کے ساتھ کس درجہ کی وفا شعراً مطلوب ہے، تاکہ اس دوستی کے ذریعہ وہ تحریک کی جگہ تعمیر کے کام میں لگ جائے، کمی اور بر بادی کے بجائے پیداوار میں اضافہ اور بڑھوڑی پر توجہ دے، اس طریقہ سے انسان اس کائنات کے لیے باعث خیر واقع ہوگا، کہ کائنات کے تمام چیزیں اللہ ہی کے تابع فرمان ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَفَغَيْرُ دِينِ اللَّهِ يَبْعُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكُرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ۔

(آل عمران: ۸۳) (کیا یہ (کافر) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں۔ حالانکہ سب آسمان و زمین خوشی یا زبردستی سے اللہ کے فرمانبردار ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔)۔

فصل سوم

جہاد اور قتال کا حج اور بیت الحرام سے تعلق

اول

قرآن مجید کی روشنی میں

میں نے سورہ حج کے پہلے حصہ کی منفرد خصوصیات کے ذیل میں یہ بات ذکر کی ہے کہ قتال کی پہلی اجازت سورہ حج میں آئی ہے، اور پوری سورہ کا ماحول، کافروں کے تعلق سے اس کی شدت اور سختی، نیز مومنوں کے حق میں نصرت اور غلبے کا وعدہ، اس ربط اور تعلق سے کافی مناسبت رکھتا ہے جو حج اور قتال

و جہاد فی سبیل اللہ کے درمیان پایا جاتا ہے، سورہ حج میں اس ربط و تعلق کو دیکھ کر میرے اندر یہ داعیہ پیدا ہوا کہ میں پورے قرآن کا مطالعہ کروں کہ آیا یہ سورہ حج کے ساتھ خاص ہے یا پھر قرآن کے ان دیگر مقامات پر بھی ایسا ہی ہے، جہاں بیت الحرام، قبلہ اور حج کے شعائر کا تذکرہ آیا ہے۔ ذیل کے نصوص میں قوال و جہاد اور حج کے درمیان قرآن کی ان سورتوں کی روشنی میں کچھ باتیں پیش کروں گا جن کے اندر مسجد حرام، اور شعائر حج کا تذکرہ موجود ہے:

اول: سورہ بقرہ:

۱- سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَأَهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقِلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ - قَدْ نَرَى تَقْلِبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِعَالِيٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ - وَأَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبْعُدُ قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتِهِمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنْ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَمْنَ الظَّالِمِينَ - الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ - الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ - وَلِكُلِّ وِجْهَهُ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِعَالِيٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ - وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِغَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشُوْهُمْ وَأَخْشُوْيَ وَلَا تَمْ نُعْمَتُ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ -
 كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
 وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ - فَإِذْكُرُونِي أَذْكُرُكُمْ وَأَشْكُرُوْالِي وَلَا تَكْفُرُونِ - يَا أَيُّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِيْنُو بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ - وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُفْتَلُ فِي
 سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ - وَلَنَبْلُونَكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ
 وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ - الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ فَالْأُولَاؤُ
 إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ - أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ
 الْمُهَتَّدُونَ - إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ
 أَنْ يَطْوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلَيْهِمْ - (البقرة: ١٢٢ تا ١٥٨)

ان آیات کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے: (احق لوگ کہیں گے کہ مسلمان جس قبلہ پر (پہلے سے چلے آتے) تھے (اب) اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے؟ تم کہہ دو کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر انہا) تم پر گواہ بنیں۔ اور جس قبلہ پر تم (پہلے) تھے اس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور یہ بات (یعنی تحویل قبلہ لوگوں کو) گراں معلوم ہوئی مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے (وہ اسے گراں نہیں سمجھتے) اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان کو یوں کھودے اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بڑا ہمراں اور رحمت والا ہے۔ (امحمد ﷺ) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں پس ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لواہر تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ (نیا قبلہ) ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر نہیں ہے۔ اور اگر تم ان اہل کتاب کے پاس تمام

نشانیاں بھی لے کر آؤ تو بھی یہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں اور تم بھی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں ہو اور ان میں سے بھی بعض بعض کے قبلے کے پیروی نہیں ہیں اور اگر تم باوجود اس کے کہ تمہارے پاس داش (یعنی اللہ کی وحی) آچکی ہے، ان کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان (پیغمبر آنحضرت مسیح) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں مگر ایک فریق ان میں سے سچی بات کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۔ (اے پیغمبر یہ نیا قبلہ) تمہارے رب کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ اور ہر ایک (فریق) کے لئے ایک سمت (مقرر) ہے جدھروہ (عبادت کے وقت) منہ کیا کرتے ہیں تو تم نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔ تم جہاں ہوں گے اللہ تم سب کو جمع کر لے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور تم جہاں سے نکلو (نمایا میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو بلاشبہ وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو واللاداں سے بے خبر نہیں ہے۔ اور تم جہاں سے نکلو مسجد محترم کی طرف منہ (کر کے نماز پڑھا) کرو اور مسلمانوں تم جہاں ہوا کرو اسی (مسجد) کی طرف رخ کیا کرو (یہ تاکید) اس لئے (کی گئی ہے) کہ لوگ تمہیں کسی طرح کا الزام نہ دے سکیں مگر ان میں سے جو ظالم ہیں (وہ الزام دیں تو دیں) سوانح سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور یہ بھی مقصود ہے کہ میں تمہیں اپنی تمام نعمتیں بخششوں اور یہ بھی کہ تم راہ راست پر چلو۔ جس طرح مجملہ اور نعمتوں کے ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک بناتا اور کتاب (یعنی قرآن) اور دنائی سکھاتا ہے اور ایسی باتیں بتاتا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ پس تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔ اے ایمان والو! صبراً و نماز سے مدد لیا کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مرد نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرے والوں کو (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی) بشارت سنادو۔ ان لوگوں

پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کامال ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے رستے پر ہیں۔ بیشک (کوہ) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اُس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے (بلکہ طواف ایک قسم کا یہیک کام ہے) اور جو کوئی نیک کام کرتے تو اللہ تعالیٰ قدر شناس اور دانا ہے۔

یہ آیات مسجدِ قصی سے مسجدِ حرام کی جانب تحویل قبلہ پر زور دیتی ہیں اور اس کا تعلق شہادت علی الناس کے فریضہ سے ہے، نیز تمام مقدسات سے متعلق ذمہ داری کا وارث امت مسلمہ کو قرار دیتی ہیں، اب امت مسلمہ ہی ان مقدسات کی حفاظت کی ذمہ دار ہے، لیکن اس واقعہ کی قابل ذکر بات جس کا میں نے اپنی کتاب 'قبلتنا بین امة را کدہ و رائدة' (اردو ترجمہ: قبلہ کا کردار۔ امت کی تشكیل میں) میں ذکر کیا ہے وہ یہ کہ تحویل قبلہ مسلمانوں کا ایک داخلی مسئلہ تھا، اس کا خاص اسلام اور مسلمانوں سے تعلق تھا، لیکن دشمنان اسلام نے بالخصوص یہودیوں نے اس واقعہ کو لے کر ایسی کہانی گڑھی جس میں اللہ برتر کی ذات اور مسلمانوں کے سلسلہ میں انتہا درجہ کی بدکلامی تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا کہ اس پر بداء جائز ہے، یعنی وہ ایک بات کہتا ہے اور پھر اس بات سے پلٹ جاتا ہے، حالانکہ وہ ذات برتر اس عیب سے پاک ہے، انہوں نے مسلمانوں کے حق میں بھی بدکلامی کی، انہوں نے کہا: سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَأَهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا۔ (البقرہ: ۱۳۲)

(احق لوگ کہیں گے کہ مسلمان جس قبلے پر (پہلے سے چلے آتے) تھے (اب) اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے؟)۔ اس سخت انداز میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کے موقف کو بیان کیا ہے، حالانکہ ان کو یقین ہے کہ ہمارا قبلہ ہی درست اور حق ہے لیکن وہ اس کی ابیان نہیں کر سکتے، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے تعبدی خصائص سے التزام پر اور مسجدِ حرام کی جانب رخ کر کے ہی نماز ادا کرنے پر زور دیتا ہے، اور اس کا ایک ہدف بھی قرآن میں بیان فرمایا ہے: وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ - وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوْلُوا وُجُوهَكُمْ شَطْرُهُ لِغَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ
عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشُوْهُمْ وَأَخْشُوْنِي وَلَا تَمْنَعُمِي عَلَيْكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَهَنَّدُونَ۔ (البقرہ: ۱۴۹ تا ۱۵۰) (اور تم جہاں سے نکلو مسجد محترم کی طرف منہ (کر کے
نماز پڑھا) کرو اور مسلمانوں تم جہاں ہوا کرو اسی (مسجد) کی طرف رخ کیا کرو (یہ تاکید) اس لئے (کی
گئی ہے) کہ لوگ تمہیں کسی طرح کا الزام نہ دے سکیں مگر ان میں سے جو ظالم ہیں (وہ الزام دیں تو
دیں) سو ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور یہ بھی مقصود ہے کہ میں تمہیں اپنی تمام نعمتیں
بخششوں اور یہ بھی کہ تم راہ راست پر چلو۔، اس منظر کا اختتام جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری اور اس کے
اسلامی ارکان کو پورا کرنے سے متعلق ہے، وہ اسلامی ارکان ہیں علم، ترزیہ، ذکر و شکر، صبر و صلوٰۃ، قتال کی
تیاری، جان و مال اور پھلوں کی قربانی کیونکہ ان چیزوں میں اللہ کے یہاں اضافہ ہوتا ہے اور یہ اس کے
یہاں پروان چڑھتی ہیں، اور اس قربانی سے بندہ رحمت، ہدایت اور نعمتوں سے نوازا جاتا ہے، جیسا کہ
سابقاً آیات ۱۵۲ سے ۱۵۷ کے درواں مذکور ہے، یہ ان مصائب پر صبر کی بات ہے جو جہاد فی سبیل
اللہ کے نتیجے میں لاحق ہوتے ہیں، کبھی کبھی نص کو سیاق سے الگ کر کے دیکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم
ضعف، کاہلی اور سوائی جیسے امراض پر صبر کی دعوت دینے لگتے ہیں، اس کے نتیجے میں دشمنوں کو یہ موقع
مل جاتا ہے کہ مسلمانوں کے دل میں خوف اور ڈر بیٹھا دیں، ان کے ذخراں سے لوٹ لیے جائیں،
جس کے نتیجے میں وہ فاقہ کشی کے شکار اور کھانے پینے سے محروم ہو جائیں۔ اس سے اس ذمہ داری اور
قتال کے درمیان رشتہ واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے کہ اس منظر کا اختتام حج کے ایک رکن سے ہو رہا ہے
اور وہ صفا اور مروہ کے درمیان سمعی ہے، جس کا ذکر آیت ۱۵۸ میں آیا ہے۔ نتیجہ قطعی طور سے معلوم ہے
اور یہ معنی اور سند و نوں اعتبار سے ثابت ہے کہ ہمارے دشمن ہم کو اپنے قبلے کی جانب رخ کر کے نماز کی
ادائیگی کرتے نہیں دیکھ سکیں گے۔ وہ اپنی کوشش کر ڈالیں گے کہ کسی طرح ہمیں اس سے روک دیں۔
ہمارے پاس ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے ایمان کامل، جہاد کی تیاری اور
خوف، بھوک، مال و اسباب کی کسی بھی قلت کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا اور صبر کے زیور سے

آراستہ ہونا جس کا ذکر اس قطعہ میں تین مرتبہ آیا ہے۔

۲۔ سورہ بقرہ کی آیات ۱۸۹ / ۲۱۸ سے درمیان ایک انوکھا منظر بیان ہوا ہے، اس میں حج اور مناسک حج کی آیات کو جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کی آیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس کو ذیل میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

فَرَمَّانٌ لَّهِيْ ہے: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلَةِ قُلْ هَيْ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجَّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوْنَ الْبُيُّوْتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مِنْ أَتَقَى وَأَتُوْا الْبُيُّوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ كَعْلَكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (البقرہ: ۱۸۹) (ام محمد ﷺ! لوگ تم سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی میعادیں) اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے اور نیکی اس بات میں نہیں کہ (احرام کی حالت میں) گھروں میں اُن کے پچھوڑے کی طرف سے آؤ بلکہ نیکو کاروہ ہے جو پرہیز گار ہو۔ اور گھر میں اُن کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ نجات پاؤ۔) اس میں اللہ تعالیٰ چاند کے بارے میں بیان فرماتا ہے کہ یہ لوگوں کے کام کی میعادیں معلوم کرنے کے لیے ہے، اس کے بعد کی آیات کے اندر مضبوط انداز میں قتال کے بارے میں گفتگو ہے، ارشاد باری ہے: وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ تَقْتُلُوْهُمْ وَآخْرُجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوْكُمْ وَالْغَيْتُنَةُ أَشَدُ مِنَ القَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسِيْجِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَإِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذَلِكَ جَرَاءُ الْكَافِرِيْنَ فَإِنْ انتَهُوا فِيْنَ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّيْنُ لِلَّهِ فَإِنْ انتَهُوا فَلَا عُذُونَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ۔ الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرْمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (البقرہ: ۱۹۰ تا ۱۹۲) (اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور ان (کافروں) کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا

ہے (یعنی مکہ سے) وہاں سے تم بھی اُن کو نکال دواور (دین سے گمراہ کرنے کا) فساد قتل و خونریزی سے کہیں بڑھ کر ہے اور جب تک وہ تم سے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑیں تم بھی وہاں اُن سے نہ لڑنا۔ ہاں اگروہ تم سے لڑیں تو تم اُن کو قتل کر ڈالو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ اور اگروہ بازا آجائیں تو اللہ تعالیٰ بخشش والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔ اور اُن سے اُس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے اور اگروہ (فساد سے) بازا آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنی چاہئے) ادب کا مہینہ ادب کے مہینے کے مقابل ہے اور ادب کی چیزیں ایک دوسرے کا بدلا ہیں۔ پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اُس پر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کیستھے ہے۔)، ان آیات میں ان سے جنگ کا حکم ہے جو ہماری جانب سے بغیر کسی زیادتی کے ہم سے قتال کرتے ہیں، اور کہا گیا کہ ان ظالموں کو جہاں بھی پائیں انہیں قتل کر دیں۔ انہوں نے جیسے ہم کو دیں نکالا دیا ہے ہم بھی انہیں دیں نکالا دے دیں۔ کیونکہ انسانیت کو جس فتنہ میں یہ لوگ بتلا کر رہے ہیں وہ قتل سے بڑھ کر رہے، آج صورتحال یہ ہے کہ نوجوان لڑکوں اور مردوں عورتوں بلکہ بچوں کو بھی شراب و کباب کی محفلوں میں لے جا کرتا ہے کر دیا جاتا ہے، یہ بھی شرعی طور سے جہاد کے اسباب میں سے ایک سبب ہے کہ نسل کو اس فتنہ سے بچا کر رکھا جائے، وہیں آیت ۱۹۰ میں کہا گیا مسجد حرام کے پاس مشرکین سے قتال جائز نہیں ہے الیہ کہ وہ خود اس میں پہل کر بیٹھیں۔ یہ اللہ علیم و خیر کی جانب سے ایک آیت کے اندر بیان کردیا گیا ہے کہ ممکن ہے مشرکوں کی جانب سے ظلم و زیادتی ہو اور ان کے لشکر مسجد حرام تک پہنچ جائیں، اور ذیل کی آیت میں:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ وَكُفُرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ القَتْلِ وَلَا يَرَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوْكُمْ عَنِ دِينِكُمْ إِنْ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنِ دِينِهِ فَيَمْتُ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبْطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا حَالِدُونَ۔ (البقرہ: ۲۱)

محض مسجد حرام کی سر زمین ہی پر دراندازی نہیں کریں گے بلکہ حرم تک بھی وہ دراندازی کر سکتے ہیں، پھر صاف صاف یہ بات بھی بیان کر دی گئی کہ اگر وہ مسجد حرام میں ہم سے بر سر پیکار ہیں تو ان کا خون مباح ہے پھر اس کے بعد جہاد کی چرخ اٹھادی جاتی ہے اور کہا گیا کہ یہ محض مسجد حرام اور ارض مقدسات پر دراندازی کے سد باب کے لیے نہیں ہے بلکہ فتوں کے سد باب کے لیے ہے، فرمان الٰہی ہے:
 وَقَاتِلُوْهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ لِلَّهِ۔ (البقرہ: ۱۹۳) (اور ان سے اُس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نا بود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے۔)، پھر کلام کا رخ مکان مقدس یعنی مسجد حرام اور اس کے اطراف اور ایک مدت یعنی محترم مہینوں کی طرف موڑ دیا گیا، پھر کہا گیا کہ جو بھی ہم پر زیادتی کرے، ضروری ہے کہ ہم اس کو اسی جیسا بدله دیں، مجھے اس قدر مضبوط ربط و تعلق، اسباب کا ذکر اور زمان و مکان کا اس قدر احاطہ کہیں اور نہیں ملتا، جیسا کہ ان واضح اور قطعی آیات کے اندر ملتا ہے جن کا مفہوم بالکل واضح ہے، ایک بندہ مومن کا یہ شیوه ہونا چاہئے کہ وہ ان تقاضوں کو سمجھے، گرچہ کہ کتنا ہی میڈیا پروپیگنڈہ کرتا رہے اور ہمیں اس بات کی دعوت دیتا رہے کہ ہم ہاتھ اٹھا لیں، ذلت اور رسولی قبول کر لیں، اور کفار کے سرغنہ لوگوں کے ذریعہ عار قبول کر لیں خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، یہودی صہیونی ہوں یا عیسائی اور کوئی بھی فتنہ پرور ہوں، آج میڈیا کا یہ عالم ہے کہ وہ جہاد کی ہر قسم کو یہ نام دے رہا ہے کہ اس میں تشدید ہے، دہشت گردی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے حکم کو من و عن تسلیم کر لینا ہی اصل حکمت ہے، بلکہ یہ وہ حقیقت ہے کہ اس کے بغیر ہم عزت و سر بلندی سے ذلت و بکت کی جانب چلے جائیں گے، غلبہ اور اقتدار کے بجائے محرومی اور مغلوبیت ہمارے ہاتھ آئے گی، ہم زمین پر اللہ کے خلیفہ کی جگہ ایک کمزور مغلوق بن کر رہ جائیں گے، ہماری خوشحالی فقر و فاقہ میں تبدیل ہو جائے گی۔

قرآن کی ایک طویل ترین آیت ہے، جس میں مناسک حج کا تذکرہ آیا ہے، وہ ہے: وَأَتَّمُوا الْحَجَّ وَالْعُمَرَةَ لِلَّهِ فِإِنَّ أُحْصِرُتُمْ فَمَا أَسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُو رُؤُوسُكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرْيضاً أَوْ بِهِ أَذَىٰ مِنْ رَأْسِهِ فَفَدِيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا

أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَّتَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجَّ فَمَا أُسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ
 فِي الْحَجَّ وَسَبْعَةٌ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةُ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرٌ
 الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (البقرہ: ۱۹۶) (اور اللہ کی
 خوشنودی) کیلئے حج اور عمرے کو پورا کرو اور اگر (راتے میں) روک لئے جاؤ تو جیسی قربانی میسر ہو (کر
 دو) اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے سرنہ منڈا اور اگر کوئی تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں
 کسی طرح کی تکلیف ہو تو (اگر وہ سرمنڈا لے تو) اس کے بد لے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی
 کرے پھر جب (تکلیف دُور ہو کر) تم مطمئن ہو جاؤ تو جو (تم میں) حج کے وقت تک عمرے سے
 فائدہ اٹھانا چاہے وہ جیسی قربانی میسر ہو کرے اور جس کو (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایامِ حج میں
 رکھے اور سات جب واپس ہو۔ یہ پورے دس ہوئے۔ اور یہ حکم اس شخص کیلئے ہے جس کے اہل و عیال
 مکہ میں نہ رہتے ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔،
 اس آیت سے پہلے ایک اہم ترین آیت گزری ہے جس میں جہاد اور قتال کی تیاری کے بارے میں کہا
 گیا ہے کہ اس سلسلہ میں مال، محنت اور وقت اور ہر اہم اور غیر اہم چیز کو ہم اللہ کی راہ میں خرچ
 کر ڈالیں، یہاں تک کہ وہ وقت نہ دیکھنا پڑے کہ ہم اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال رہے
 ہیں، بلکہ اللہ کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کریں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللٰهِ
 وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيهِمْ إِلَى التَّهْلِكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ (البقرہ: ۱۹۵) (اور
 اللہ کی راہ میں (مال) خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بیٹک اللہ تعالیٰ نیکی
 کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔)، تجھ کی بات یہ ہے کہ اس آیت کا غلط مفہوم امت اسلامیہ کے
 عام افراد کے اندر ڈلت اور پستی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب بن گیا بلکہ صحابہ کے زمانے میں
 معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ ایک بہادر ترین نوجوان کسی غزوہ کے دوران ایک طویل حصار بندی کے
 بعد یوار پھلانگ بیٹھا اور چیختا ہوا کفار کے لشکر تک جا پہنچا، بعض مسلمانوں نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا
 اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا، صحابی رسول حضرت ابوالیوب انصاریؓ نے یہ سننا تو غضبناک

ہو گئے، کہنے لگے: ”تم نے آیت کا غلط مفہوم بیان کیا ہے، یہ آیت تو ہم انصار مدینہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی، جب اللہ نے اپنے دین کو سر بلندی عطا کی، تو ہم نے کہا: کہ ہم اپنی تجارت وغیرہ کی جانب متوجہ ہو کر اسے بہتر بنایتے ہیں، تو یہ آیات نازل ہوئی۔“ (تفسیر البحر الجیط، ابو حیان الاندلسی، بقرہ: ۱۹۵، اس کی تخریج ترمذی نے کی ہے (۳/۲۷)، وہ کہتے ہیں کہ یہ حسن غریب صحیح روایت ہے، ابن حبان نے موارد الظہام میں اس کو ذکر کیا ہے: ص: ۲۰۱، ابو داؤد نے (۲۹۲)، حاکم نے (۲/۵۷) اور حاکم کہتے ہیں کہ یہ حیثیں کی شرائط پر ہے، اسی بات کی ذہنی نے بھی تائید کی ہے، لیکن اس میں اسلم ابو عمران کا ذکر ہے اور یہ شیخین کے رجال میں نہیں آتے ہیں، لیکن ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔)، اس طرح سے بنیادی طور پر یہ جہاد و قتال ہی سے متعلق ہے، اس آیت کا حج کی آیات سے قبل آنا اسی بات کی جانب اشارہ کرتا ہے، اس کے بعد کی آیت میں حج، مناسک حج، آداب حج سے متعلق گفتگو ہے کہ جھگڑے، فتنہ اور رفت کو چھوڑ دیا جائے، عرفات میں افاضہ کیا جائے اور منی کے ایام میں اللہ رب العزت کو خوب نوب یاد کیا جائے، یا ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو جلدی آگئے اور ان کے لیے بھی جنہوں نے تاخیر کی۔ ان آیات کے اختتام پر ایک آیت وارد ہوئی جس کے معنی اور مفہوم بالکل واضح ہیں اور وہ قطعی طور سے قتال کے وجوب پر دلالت کرتی ہے، خواہ نفس پر کتنا ہی گران گزرے یا کتنے ہی بیرونی خطرات درپیش ہوں، فرمان الہی ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ أَكْرَهٌ لَكُمْ وَعَسَى أَن تَكُرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (البقرہ: ۲۱۶) (تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہو گا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگی اور وہ تمہارے لئے مضر ہو اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)، اس کے بعد ہی ایک طویل آیت آئی ہے جس میں اللہ کے دشمنوں کی جانب سے محترم مہینوں میں قتال کا آغاز کر دینے پر موئین کی جانب سے قتال کرنے سے متعلق گفتگو ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن حمیشؓ کے ساتھ ہوا تھا کہ انہوں نے عمر بن الحضری کے قافلہ پر یلغار کر دی، متعدد

مشرکین کو قتل کیا، اور سارا سامان ہانک لے گئے، انہوں نے ایسا س وجبہ سے کیا تھا کہ ان کے سامنے صرف دو ہی صورتیں تھیں ایک یہ کہ محترم مہینوں میں قتال کریں یا محترم سرزی میں کے اندر قتال کریں، انہوں نے محترم مہینوں کو اختیار کیا کہ یہ وقت طور پر محترم ہوتے ہیں جب کہ وہ سرزی میں تو ہمیشہ اور سال کے تمام ایام کے لیے محترم قرار دی گئی ہے۔ جب مشرکوں نے یہ بات پھیلانی شروع کر دی کہ مسلمان عام معابدوں اور قبائل کے معروف کلچر کا احترام نہیں کرتے تو اس خطرناک تشہیر سے مسلمانوں کو کافی ملال ہوا، اور عبداللہ بن جحش کے سریہ کا کسی نے کوئی پر تپاک استقبال تک نہیں کیا، جیسا کہ فاتح شکروں کا خاص طور استقبال کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین اور تمام ہی مسلمانوں کی الجھنیں دور کرنے کے لیے واضح واضح آیات نازل فرمادیں۔ (سیرت ابن ہشام ۵۹/۲، ۶۰ تا ۶۱)، اس کی روایت ہمیقی نے السنن الکبری میں کی ہے، صحیح سند کے ساتھ مرسلا روایت کی ہے، ابن ابی حاتم کی روایت مرسلا نہیں ہے، غزالی کی فقہ السیرہ کی تحریج میں البانی نے اس کو صحیح کہا ہے، تفسیر الطبری (۳۲۶/۲)، احمد شاکر نے عمدة التفسیر میں اس کو صحیح قرار دیا ہے، شوکانی نے فتح القدر (۳۲۳/۱) میں اس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٌ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ يَهُ
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفُتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ
يُفَاقِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرْدُوْكُمْ عَنِ دِينِكُمْ إِنْ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنِ دِينِهِ فَيُمْتَثِّلُ وَهُوَ
كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حِبْطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ۔ (البقرہ: ۷۱) (اے محمد ﷺ! لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ اُن میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اُس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے (بند کرنا) اور اہل مسجد کو اُس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے اور فتنہ انگیزی خوزیزی سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور رکھیں تو تمہیں تھارے دین

سے پھیر دیں اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر (کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں بر باد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔، ان آیات کے اندر عبد اللہ بن حجش کے اجتہاد کو سراہا گیا ہے، اور کفار کو ملامت کی گئی ہے جو اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے روکتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اللہ رب العزت کی یہ بات سمجھ میں آجائی چاہئے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا۔ (النساء: ۲۵) (تمہارے رب کی قسم ای لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنا سکیں اور جو فیصلہ تم کرو دو اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔)

اللہ رب العزت نے حقیقت واقعہ بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے ازلی اور ہر چیز پر محیط علم کے ذریعہ ایک عام قانون بھی بنادیا کہ: وَلَا يَزَالُ الْوَنَّ يُقَاتِلُونَ كُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنِ دِينِكُمْ إِنْ أَسْتَطَاعُوكُمْ (البقرہ: ۲۱) (اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور رکھیں تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔)، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتال کی علت یہ بیان فرمائی کہ مشرکین سال میں کسی بھی دن ہتھیار نہیں رکھتے ہیں، فعل ماضی کا استعمال نہ کرتے ہوئے اسی وجہ سے فعل مضارع کا استعمال ہوا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ وہ ہمیشہ قتال کرتے رہیں گے، بلکہ یہ ہر وقت اس قتال کے لیے تیار رہتے ہیں، ان کا ہدف صرف یہ نہیں ہے کہ ہماری سر زمین پر قابض ہو جائیں، ہمارے مقدسات پر تسلط حاصل کر لیں، ہماری عصمتیں لوٹ لیں بلکہ ان کا اصل ہدف یہ ہے کہ ہمیں ہمارے دین سے دور کر دیں، اسلام سے ہمیں باز رکھیں، ایمان سے ہمیں پھیر دیں، اس کے لیے ہر جگہ اور ہر حالت میں جہاد کی مستقل تیاری درکار ہے۔

حج اور جہاد سے متعلق نفتگو کے اختتام میں فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (البقرہ: ۲۱۸) (جو لوگ ایمان

لائے اور اللہ تعالیٰ کیلئے (اپنا) وطن چھوڑ گئے اور (کفار سے) جنگ کرتے رہے وہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بخششے والا (اور) رحمت کرنے والا ہے۔)، ایسا اس وجہ سے ہے کہ جہاد کے تقاضوں میں ایمان اور حرکت بھی شامل ہے، اور جہاد خالص اللہ کے لیے ہونا چاہئے، مقصود صرف اللہ کی رحمت اور اس کی مغفرت ہوئی چاہئے۔

میں یہاں یہ بات ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ لفظ ”کتب علیکم“ سورہ بقرہ کے اندر چھ مقامات پر آیا ہے، ان میں سے تین قصاص، وصیت اور روزے سے متعلق ہیں، جبکہ تین مرتبہ اس کا ذکر مسلمانوں پر جہاد و قتال کی فرضیت کے ذیل میں آیا ہے، اس میں کسی ادنیٰ شک کی گنجائش نہیں کہ یہ لوگوں پر کوئی چیز فرض کرنے کے لیے استعمال ہونے والے اعلیٰ ترین الفاظ ہیں، مطلب یہ کہ پوری تاکید کے ساتھ فرض کیا جا رہا ہے، فرض دیانت کے اعتبار سے صحیح ہو جاتا ہے لیکن قضا کے اعتبار اسی وقت صحیح ہوتا ہے، جبکہ کتابت، شہادت یا اقرار موجود ہو، اس طرح قتال کو ہمارے اوپر فرض کیے جانے کے دو معانی ہیں، یہ فرض ہے اور اس کی توثیق بھی موجود ہے، سورہ بقرہ میں لفظ ”کتابت“ کے ساتھ جن مقامات پر جہاد کا ذکر ہے وہ درج ذیل ہیں:

(الف) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ۔ (البقرہ: ۲۱۶) (تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے)۔

(ب) هَلْ عَسِيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَا نُقَاتِلُوا۔ (البقرہ ۲۳۶) (پیغمبر نے کہا کہ اگر تمہیں جہاد کا حکم دیا جائے تو عجب نہیں کہ لڑنے سے پہلو ہی کرو۔)

(ج) فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ۔ (البقرہ: ۲۳۶) (لیکن جب انہیں جہاد کا حکم دیا گیا تو چند لوگوں کے سواب پھر گئے۔)

یہ تین مقامات کا ذکر ہے، ہم ایک چوتھے اور صریح ترین مقام کا ذکر کرتے ہیں، سورہ النساء میں فرمان الہی ہے: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُوا أَيْدِيهِمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الرِّزْكَاهَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لَمْ

كَتَبَتْ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخْرَتْنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى وَلَا تُظْلِمُونَ فَتَيْلًا۔ (سورہ نساء: ۷۷) (بھلام نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (پہلے یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکے رہا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو بعض لوگ اُن میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بڑھانے لگے کہ اے اللہ! تو نے ہم پر جہاد (جلد) کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی (اے پیغمبر ان سے) کہہ وکہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیز گار کیلئے (نجات) آخرت ہے۔ اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ان آیات کے اندر میرے خیال سے حج اور جہاد کے درمیان وہ رشتہ اور تعلق پایا جاتا ہے جس کے اندر کوئی تکلف، تاویل وغیرہ کا مسئلہ نہیں ہے، مجھے حد درجہ افسوس ہوتا ہے ان لوگوں پر جو قرآن میں اختلاف کرتے پھرتے ہیں، اس کے نصوص کے درمیان اختلاف کرتے ہیں، اس کے احکام کو الگ الگ کر دیتے ہیں، ان کے اس عمل سے قرآن کی حالت اس گھر کی جیسی ہو جاتی ہے جس کے تمام اجزاء مختلف مقامات پر رکھے ہوئے ہوتے ہیں، لیکن کوئی ایسا فرد اس مکان کے نصیب میں نہیں ہوتا ہے جو اینہوں کو ترتیب سے لگادے، اور دیوار تعمیر ہو جانے کے بعد اس کے اوپر چھٹ ڈال دے، اور کھڑکی دروازوں اور دوسری مطلوبہ اشیاء کا انتظام کر دے، مسلم شریف میں ابن عمر کی روایت ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی عمارت پانچ چیزوں سے استوار ہوتی ہے، اللہ کی توحید، نماز کی اقامت، زکوٰۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے اور حج۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اركان الاسلام و دعائیمہ العظام، ۱۵۳، بخاری (۲۵۱۲)، صحیح ترمذی للالبانی (۲۶۰۹)، صحیح نسائی (۵۰۱۶)، مسنده احمد تحریث: احمد شاکر: ۷/۱۷) یہ بنیاد ہے، عمارت کا باقی حصہ وہ تمام فرائض ہیں جن کی ادائیگی اسلام نے ہمارے ذمہ کی ہے۔

دوم: سورہ آل عمران

سورہ آل عمران کی آیت فرضیت حج کے سلسلہ میں واضح ترین دلیل ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي بِسَكَةٍ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ - فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامٌ
إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ
كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ (آل عمران: ۹۲ تا ۹۷) (پھلا گھر جو لوگوں (کے عبادت
کرنے) کیلئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے، با بر کرت اور جہان کیلئے موجب ہدایت۔ اس میں
کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ جو شخص
اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پالیا۔ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ
جو اس گھر تک جانے کا مقدمہ رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ
بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔)، ان آیات سے ما قبل آیات میں ان مشرکین کے لیے سخت تہذید
آئی ہے جو اللہ رب العزت کے سلسلے میں جھوٹی جھوٹی باتیں پھیلاتے ہیں، اس کے بعد ان اہل کتاب
کو ملامت کی گئی ہے جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے پھرتے ہیں،
ان کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام لے کر آئیں ہیں وہ سچ اور بحق ہے لیکن اس کے باوجود
وہ اس سلسلہ میں کچھ روی کا شکار ہیں، اللہ کی جانب سے مومنین کو خبردار کر دیا گیا کہ اہل کتاب سے
ہوشیار ہیں کہ وہ کہیں ایمان سے ہمیں پھیرنے دیں، پھر حج کے بعد والی آیات میں امت سے مطالبه کیا
گیا ہے کہ ایمان اور عقیدے کی مضبوطی کے ساتھ جہاد کے لیے تیار ہو جائیں، فرمانِ الہی ہے: يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقًّا تُقَاتَلُهُ وَلَا تَمُوتُنَ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ (آل عمران: ۱۰۲)
(مومنو! اللہ سے ڈروجیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرننا تو مسلمان ہی مرننا۔)، اس کے بعد اتحاد
اور باہمی تعلقات کی مضبوطی کا ذکر ہے: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّوْا وَإِذْ كُرُوا
نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءَ فَالَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِحُتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ
عَلَى شَفَاعَ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَانْقَدَّ كُمْ مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهَتَّدُونَ۔
وَلَتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْحَبْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ

هُمُ الْمُفْلِحُون۔ (آل عمران: ۱۰۳ تا ۱۰۴) (اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط کپڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اُس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اُس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گھرے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا تا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہوئی چائیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائی اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور رُرے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔)، اس کے بعد والی آیت میں امت کو اندر وطن سے جھنجوڑا جا رہا ہے کہ اس دنیا میں، اس امت کو اللہ کے پیغام کا علم بردار اور لوگوں کے لیے برپا کر دہ امت بنتا ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ دوسروں پر احصار کرنے لگے اور اپنے آپ میں محدود ہو کر رہ جائے: **كُنْتُمْ خَيْرًا أُمَّةً أُخْرِجْتُ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ**۔ (آل عمران: ۱۱۰) (مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور رُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔)، اس کے بعد والی آیات میں اللہ تعالیٰ مجاہدین کو طمیان دلاتا ہے کہ اگر ہم نے اس ایمانی قوت اور اتحاد کی مضبوطی کے ساتھ تیاری کر لی ہے، اور ہمارے انصار کی تعداد میں اضافہ بھی ہوتا جا رہا ہے، نیز ہم دعوتِ اسلامی کو لے کر کائنات کے مختلف گوشوں میں نکل پڑے ہیں تو وہ وہ ہمارا کچھ بھی بال بیکانیں کر سکیں گے: **لَن يَضُرُّوْكُمُ إِلَّا ذَذِي وَإِن يُقَاتِلُوكُمْ يُوْلُوْكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَّةُ أَيْنَ مَا ظَرِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاوُوا بِعَصْبَ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَلِكَ بِإِنْهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ**۔ (آل عمران: ۱۱۱ تا ۱۱۲) (اور یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کو مدد بھی (کہیں سے) نہیں ملے گی۔ یہ جہاں نظر آئیں گے ذلت (کو دیکھو گے کہ) ان سے چمٹ رہی ہے بجر

اس کے کہ یہ اللہ اور (مسلمان) لوگوں کی پناہ میں آ جائیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غصب میں گرفتار ہیں اور ناداری اُن سے لپٹ رہی ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے انکار کرتے تھا اور (اُس کے) پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیتے تھے، یہ اس لئے کہ یہ نافرمانی کئے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔)، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ یہ لوگ پیچھے پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے، ان کو کچھ بھی کامیابی ملنے والی نہیں ہے، ان کے اوپر اللہ رب العزت کی جانب سے ذلت اور خمارت کے آثار نمایاں ہوں گے، اس کے بعد والی آیات میں امت کو بتایا گیا ہے کہ وہ ان سرکش اور ظالم کافروں کا سامنا کرنے اور ان کی سرکوبی کے لیے تیار ہیں، ان آیات کا خاتمه اس آیت پر ہوتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَأَبْطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ عَلَّكُمْ نُفُلٌ حُوْنَ۔ (آل عمران: ۲۰۰) (اے اہل ایمان! (کفار کے مقابلے میں) ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو اور (مورچوں پر) جنم رہو اور اللہ سے ڈروتا کہ مراد حاصل کرو۔)

کیا اس سے بہتر شکل میں جہاد اور حج کے درمیان رشتہ اور مضبوط تعلق کہیں اور کبھی موجود ہے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم ہر سال حج کے لیے تو رخت سفر باندھتے ہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ سے غافل رہتے ہیں جبکہ دونوں ایک ہی درخت کی دوشاخیں ہیں!

سوم: سورة النساء

اس سورہ کے اندر کچھ ایسی سخت ترین آیات ہیں کہ اگر ہم ان پر غور و فکر کریں، ان کا گہرا ای کے ساتھ مطالعہ کریں، تو قلب و ذہن پر اس کے اثرات رونما ہوں گے اور شخصیت میں تبدیلی نظر آئے گی۔ سرز میں مکرمہ کے ساتھ فتاویٰ کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ سرز میں مکہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے درمیان مضبوط رشتہ پایا جاتا ہے، بعثت کے دور میں اس سرز میں پربنسے والوں پر ظلم و زیادتی کے پھاڑ توڑے جاری ہے تھے، لہذا ان ظالموں کے خلاف قتال کا اعلان کیا گیا، پھر بعد میں ان تمام ہی لوگوں کے خلاف اس کا اعلان کر دیا گیا جو ظلم کی راہ اختیار کرتے ہیں، اب ہم اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے ان آیات کا مطالعہ کرتے ہیں: فَلَيُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ

وَمَنْ يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلُ أَوْ يَعْلَمْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرِيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيَّاً وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أُولَئِيَاءِ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا۔ (النساء: ۲۷) (توجلوگ آخرت (کو خریدتے اور اُس) کے بد لے دنیا کی زندگی کو پیچنا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے تو ہم عنقریب اُس کو بڑا ثواب دیں گے۔ اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عروتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعا نہیں کیا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس شہر سے، جس کے رہنے والے ظالم ہیں، نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مدگار مقرر فرم۔ جو مومیں ہیں وہ تو اللہ کیلئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کیلئے لڑتے ہیں ستم شیطان کے مدگاروں سے لڑو (اور ڈرومٹ) کیونکہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔)، ان آیات میں ان لوگوں کو قتال کا حکم دیا گیا ہے جنہوں نے اس چند روزہ دنیا کے بد لے آخرت کو خرید لیا ہے، خواہ وہ قتل ہو جائیں یا فتح کی حیثیت سے واپس آ جائیں بہر حال اجر عظیم ان کا منتظر ہے، اس کے بعد کی آیات میں ان لوگوں سے نار نصیگی اور ناپسندیدگی کا انہمار ہے جو جہاد اور قتال میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ کہا گیا کہ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ قتال پر نہیں نکلتے جبکہ مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کی ایک بڑی تعداد اللہ کے ان صالح بندوں کی منتظر رہتی ہے جو انہیں اس ظلم سے نجات دلائیں، اس کے بعد بیان کیا گیا کہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ ایسے دو گروہ رہتے ہیں جو آپس میں قتال کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہوتا ہے، یہ فرق قرآن کی اس آیت میں صاف نمایاں ہے: الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ۔ (جو مومیں ہیں وہ تو اللہ کیلئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کیلئے لڑتے ہیں۔)، معلوم ہوا کہ یہ دونوں گروہوں اپنے اہداف اور اپنے مقاصد

میں جدا جدا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حکم الہی صادر ہوتا ہے کہ: فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاء الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا۔ (سوم شیطان کے مدگاروں سے لڑو (اور ڈرومٹ) کیونکہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔)، رہی بات یہ کہ اس واقعہ کا مکہ مکرہ سے کیا تعلق ہے، تو اس آیت (۷۵) میں وارد لفظ قریۃ کے متعلق امام القرطبی لکھتے ہیں: ”ابل تاویل کا اس بات پر اجماع ہے کہ آیت میں مذکور قریۃ سے مراد مکہ ہے،“ (تفسیر القرطبی: سورہ النساء: آیت ۲۵، ۲۸۸ / ۵، ۲۵)۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اس بات کی ترغیب دلائی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور مکہ مکرہ میں موجود مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کو، جن کے لیے وہاں زندگی کے ایام عذاب بن کر گزر رہے ہیں، انہیں ظلم سے نجات دلانے کے لیے سعی و جہد کریں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبُّنَا أَخْرَجَنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرِيَةِ الظَّالِمُونَ أَهْلُهَا (جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال دے کہ اس بستی والے ظالم لوگ ہیں۔) اس آیت میں القریۃ سے مراد مکہ ہے، اسی طرح فرمان الہی ہے: وَكَأَيْنَ مِنْ قَرِيَةٍ هِيَ أَشَدُّ مِنْ قَرِيَةٍ كَتِيْكَ التَّى اخْرَجَتْكُمْ (کتنی ہی بستیاں ہیں جو تمہاری اس بستی سے قوت میں بڑھ کر ہیں جس بستی نے تم کو نکالا دیا ہے۔) پھر اس کے بارے میں کہا: الظَّالِمُونَ أَهْلُهَا وَاجْعَلُ لَنَا مِنْ لَدْنِكُمْ نَصِيرًا۔ یعنی یہ کہ ہمیں اپنے پاس سے ایک ناصر و مددگار عطا فرمایا۔ بخاریؓ کہتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا ہے اور ان سے سفیان بن عبید اللہ نے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عباسؓ کو فرماتے سنائے ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور میری ماں ان مظلوم لوگوں میں شامل تھے (صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن نام باب و مالکم لا تقاتلو فی سبیل اللہ۔ ۳/۵۸۳)۔ ابن ابو ملیکہ سے ایک روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: إِنَّمَا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوَلْدَانِ، پھر فرمایا کہ: مجھ کو اور میری ماں کو اللہ رب العزت نے معدود قرار دیا کہ ”وَمَا لَكُمْ لَا تَقْاتِلُونَ“ اس میں تو بخ بصورت استفہام ہے یعنی تمہیں اللہ کی راہ میں قتال سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کو جنہیں کفار نے ہجرت نہیں کرنے دی اور جن کو اذیتوں کا نشانہ بنایا ہے، انہیں ظلم سے نجات دلانے

کے لیے قتال سے روکنے والی کوئی چیز ہے، ابن عباس کہتے ہیں کہ میں اور میری والدہ ان لوگوں میں سے تھے جو رب سے دعا گو ہوتے تھے کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی یعنی کہ میں نکال دے، جس کے لوگ ظالم ہیں یعنی کفر کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں اور اپنے پاس سے ہمیں ایک کار ساز عطا فرما جو ہمارے امور کی دیکھ بھال کر سکے اور اور ہمیں ایک مددگار عنایت فرمائ جو ہمارا دفاع کر سکے، اللہ نے دعا قبول فرمائی اور بعض لوگوں کے لیے وہاں سے نکل جانے کی راہ نکال دی اور بعض فتح کہہ تک وہیں مقیم رہے، عتاب بن اسید کو وہاں کا ولی بنایا گیا، اس نے ظالموں اور مظلوموں کے درمیان انصاف کا فیصلہ کیا۔ (تفسیر باب التاویل فی معالم التتریل، للخازن، النساء: آیت ۷۵)

اس طرح سے یہ مضبوط اندازِ کلامِ مونوں کے لیے نفیر کا پیغام ہے کہ نکلیں اور مظلوم افراد کی مدد کریں، مشرکین کے سرداروں سے اعلان جنگ کریں، اس میں اول مکہ مکرمہ کے مظلومین کا ذکر ہے جس میں ابن عباس اور ان کی ماں شامل ہیں، اس سیاق کی باقی آیات کے اندر بھی کافی توت پائی جاتی ہے، آیت ان لوگوں کو ملامت کرتی ہے کہ جن سے کہا گیا کہ بازار ہوا اور نماز قائم کرو (المترائل الذین قيل لهم)۔۔۔۔۔ اس آیت کے ذیل میں ابن عباس سے روایت ہے کہ عبد الرحمن بن عوف اور ان کے ساتھی اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا: اسے اللہ کے رسول ہم مشرک تھے تو ہمارے پاس عزت و شوکت تھی، ایمان لانے کے بعد ذلت کا سامنا ہو رہا ہے، اللہ کے رسول نے کہا مجھے عفو و درگز رکا حکم ملا ہے، لہذا جنگ نہ کرو، جب ہم مدینہ آگئے تو ہمیں جنگ کا حکم ملا، پس یہ بازاً گئے اسی پر یہ آیت نازل ہوئی ہے، اس کی تحریج نسائی نے کی ہے (۳/۲۱)، حاکم نے کی ہے (۳۰/۷، ۲/۱۶)، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔) توجہ ان لوگوں پر قتال فرض کیا گیا تو یہ ضعف کا شکار ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ اللہ رب العزت سے زیادہ لوگوں سے خوف کھاتے ہیں، ان کو دنیا کا بہت ہی معمولی حصہ مل سکے گا اور اصل ثواب جس میں دوام ہے وہ تو آخرت ہی میں نصیب ہونے والا ہے، موت ہمیں آپکو گئی گرچہ ہم مضبوط آہنی دیواروں کے پیچھے ہی کیوں نہ ہوں، تہایا منافق ہی ہیں جو خوف اور ڈر کا ماحول پیدا کر رہے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے: أَيُّنَمَا تَكُونُوا

يُذْرِكُمُ الْمَوْتُ وَأَنْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدٍ وَإِنْ تُصِبُّهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تُصِبُّهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلًّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَمَا لِهُؤُلَاءِ الْقَوْمُ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا۔ (النساء: ۸۷) (اے جہاد سے ڈرنے والو! تم کہیں رہو موت تو تمہیں آ کر رہے گی خواہ بڑے بڑے مخلوق میں رہو اور ان لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو (ام حم مصطفیٰ! تم سے) کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچی) ہے، کہہ دو کہ (رجح و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟ اس کے بعد والی آیت قاتل سے رکے رہنے پر کسی کا بھی عذر قبول نہیں کرتی، اور یہ محض اجتماعیت کا معاملہ نہیں ہے بلکہ آدمی تھا ہو تو اس پر بھی لازم قرار دیتی ہے، ارشاد باری ہے: فَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرَضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يُكَفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُ بَأْسًا وَأَشَدُ تَنَكِيلًا۔ (النساء: ۸۲) (تو) (ام محمد!) تم اللہ کی راہ میں لڑو تم اپنے سوکسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور ممنوں کو بھی ترغیب و قریب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے اور اللہ لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سن اکے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔)

آیت ایک بات سے دوسری بات کی جانب منتقل ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ اس اہم نقطتک پہنچ جاتی ہے کہ اگر کسی کے پاس کوئی حیلہ یاراستہ ہے جس کے ذریعہ وہ مغلوبیت سے نکل کر غلبہ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور ایسے لوگوں کا نہایت براثکانہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمُ اَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمْ كُنْتُمْ فَالْوَلَا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتَهَا جِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءُتْ مَصِيرًا۔ (النساء: ۷۹) (جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتوان تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا بڑھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔) (ابن عباس سے روایت ہے کہ بعض اہل

مکہ ایمان لے آئے تھے، وہ لوگ ایمان کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھے، بدر کے موقع سے مشرکین ان کو اپنے ساتھ میدان میں لے آئے، اس میں سے بعض زخمی ہوئے اور بعض ہلاک ہو گئے، اس پر مسلمانوں نے کہا، یہ ہمارے مسلم بھائی تھے، مجبوراً آئے تھے، ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے (۳۳۱/۹)، ابن ابی حاتم سے ابن کثیر میں مذکور ہے (۵۲۲/۱)، جمع الزوائد میں پیشی میں (۷۰/۱۰)، کہتے ہیں کہ محمد بن شریک کے علاوہ سب صحیح راوی ہیں، اور محمد بن شریک بھی ثقہ ہیں۔)

رہافرمان الہی کہ: وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَاقْمَتْ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلَتَقْمُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَكَ وَلَيَخُذُواْ أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُواْ فَلَيُكُونُواْ مِنْ وَرَائِكُمْ وَلَتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلِّوْ فَلَيُصَلِّوْ مَعَكَ وَلَيَخُذُواْ حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَالَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْ تَغْفِلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتَعَتُكُمْ فَيَمْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذْى مِنْ مَطْرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُواْ أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُواْ حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعْدَ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا۔ (النساء: ۱۰۲) (اور (اے پیغمبر!) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو

چاہیئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔ کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں یا یمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار کھو گکر ہوشیار ضرور رہنا۔ اللہ نے کافروں کیلئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔) (وَاذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَاقْمَ الصَّلَاةَ۔۔۔، اس آیت کے بارے میں امام احمد نے مجاہد بن ابی عیاش سے روایت کی ہے (۵۹/۲) کہ ہم عساف میں اللہ کے رسول کے ہمراہ تھے، مشرکین ہمارے مقابلہ کے لیے آئے ان میں خالد بن ولید بھی تھے، وہ ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے، اللہ کے رسول نے ظہر کی امامت کی، انہوں نے کہا، وہ اپنے اس حال میں ہیں اگر ہم ان پر اس موقع پر وار کر دیتے، پھر انہوں نے کہا کہ

اس وقت وہ ایسی نماز پڑھر ہے ہیں جو انہیں ان کے آں و اولاد سے بھی عزیز تر ہیں، اس پر جبریل ان آیات کو لے کر آئے، امام احمد کہتے ہیں کہ اس کی روایت صحیح ہے، البۃ اہل علم کو اس بات میں شک ہے کہ آیا مجاهد بن ابی عیاش نے ابن عباس سے اس کو سنائے ہے یا نہیں۔ اس کی روایت ہبھی نے المعرفہ میں کی ہے، (۱۸۲۲/۳)، اس میں صراحت ہے کہ مجاهد کی ابن عباس سے روایت مدرس ہوتی ہے۔ حاکم نے متدرک میں اس کی روایت کی ہے (۱/۳۷)، حاکم کہتے ہیں کہ صحیحین کی شرائط پر یہ پوری اترتی ہے۔ امام ذہنی نے بھی یہی بات کہی ہے۔ ابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے (۱/۳۷)، النassی (۱۳۵/۳)، اور دارقطنی (۵۹/۲) نے اس کی روایت کی ہے۔ اس آیت کے اندر کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز کی ادائیگی اور اسلحہ اٹھانے کا چار مرتبہ ایک ساتھ ذکر ہے، یہ وہ صریح نصوص ہیں جو ان علماء کا نفاق کھول دیتے ہیں جو تلیس کے مجرم ہیں اور بہت سے ممالک اور نظام ہائے حکومت کا ذلیل رویہ بھی ان نصوص سے کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مسلمان ان آیات کو مطلق طور سے قبول نہیں کرتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ سورہ البقرہ کی وہ آیت جس میں ہمارے اوپر قتال فرض کیا گیا ہے وہ اس رسائلی سے ہبھر ہے، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكُرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾۔ (البقرہ: ۲۱۶) (مسلمانو) تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہو گا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگی اور وہ تمہارے لئے مضر ہو اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

چہارم: سورہ المائدہ

آیات ۲۰/۲۶ میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے جس میں جہاد اور قبلہ اول (مسجد قصی اور سر زمین مقدس) کے درمیان رشتہ بالکل واضح ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ اور ان کے ساتھ بنو اسرائیل کے جو لوگ تھے ان کو یہ حکم دیا کہ ان میں سے جو ایمان والے ہیں وہ فلسطین میں (ارض مقدس) داخل

ہو جائیں تاکہ وہاں کے مظلوم افراد کو ظالمون اور جا بروں کے ظلم سے نجات دلاسکیں، لیکن ان کا یہ حال
 تھا کہ مکمل رسوائی کے ساتھ انہوں نے جواب دیا کہ: یا مُوسَى إِنَّا لَن نَذْخُلَهَا أَبْدًا مَا دَامُوا فِيهَا
 فَادْهَبْ أَنَّتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ (المائدہ: ۲۲) (اے موئی! جب تک وہ لوگ
 وہاں ہیں ہم بھی وہاں نہیں جا سکتے (اگر ضرور لڑنا ہی ہے) تو تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے
 رہیں گے)، ان کی اس حرکت کے سبب ان کے لیے دو مرتبہ فشق کا لفظ استعمال کیا گیا، ایک مرتبہ
 حضرت موسیٰ کی زبانی اور ایک مرتبہ اللہ رب العزت کی جانب سے، فرمان لمحی ہے: قَالَ رَبٌّ إِنِّي لَا
 أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخْيُ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ۔ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ
 أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيمُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسِ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ۔ (المائدہ: ۲۵ تا ۲۶) (موسیٰ نے (اللہ سے) اتحاد کی کہاے اللہ! میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا تو ہم
 میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدا ہی کر دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک کیلئے
 حرام کر دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور جنگل کی) زمین میں سرگردان پھرتے رہیں گے تو ان
 نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو۔، اس واقعہ میں مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ
 سے دستبرداری کے مرتكب نہ ہو جائیں، اسے ظالم اور فاسق صہیونیوں کے ہاتھوں میں نہ چھوڑ دیں،
 فشق کا وصف ہر اس شخص کے لیے استعمال کیا جائے گا جو جہاد اور قتال کی آواز پر کان نہ دھرے اور پیچھے
 رہ جانے والوں میں شامل ہو جائے، وہ لسان حال یا یا لسان قال سے کہہ کہ فَادْهَبْ أَنَّتَ وَرَبُّكَ
 فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ، (تو تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے) اس تجویز سے یہ
 بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ جو کوئی کسی بھی ظالم کے مقابلے میں ارض مقدس سے دستبرداری اختیار
 کرے گا وہ فشق کا شکار ہو جائے گا۔

پنجم: سورہ الانفال

اس سورہ میں صریح الفاظ میں موجود ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِذْ يُوحِنِي رَبُّكَ إِلَى
الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَشَّبَّهُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأْلَقُ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ فَاضْرِبُوْا

فُرُقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ (الانفال: ۱۲) (جب تمہارا رب فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مونوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں، میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں تو ان کے سر مار (کر) اڑا دو اور ان کا پور پور مار (کر توڑ) دو۔) اس کے بعد صاف لفظوں میں کہہ دیا گیا کہ ہم پیٹھ پھیر کر بھاگ نہ کھڑے ہوں، اگر ہم نے ایسا کیا تو ہمارا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور کتنا ہی براٹھ کانہ ہے جہنم، فرمان الٰہی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا رَجُلًا تُوَلُّهُمُ الْأَدَبَارَ وَمَنْ يُولِّهِمْ يَوْمَئِدُ ذُرْرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحِيَّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِعُسَ الْمَصِيرُ۔ (الانفال: ۱۵ تا ۱۲) (اے اہل ایمان! جب میداں جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا کہ لڑائی کیلئے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جامنا چاہے اُن سے پیٹھ پھیرے گا تو (سمجھو کہ) وہ اللہ کے غصب میں گرفتار ہو گیا اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔)

اس کے بعد والی آیات میں آیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لمبیک کہنے کے لیے ہمہ دم تیار رہو۔ ورنہ اللہ ہمارے اور ہمارے دلوں کے درمیان حائل ہو جائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِبُوْا لِلَّهِ وَلِلَّهِ سُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحِيِّكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَإِنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔ (الانفال: ۲۳) (مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کیلئے بلا تے ہیں جو تمہیں (جاوداں) زندگی بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اُس کے رُوبرو جمع کئے جاؤ گے۔)

ہمارے درمیان فتنوں میں اضافہ ہو گا: وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (الانفال: ۲۵) (اور اُس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کیسا تھا اُنہیں لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں گنہ گار ہیں اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔)

ہمیں لوگ ہر چہار جانب سے اپنے لگیں گے، اور ہمارا قول اس فرمان الہی کے مصدق ہو گا کہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (الانفال: ۲۷) (اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔)

ہمارے اندر اولاد اور مال و دولت کے فتنوں میں اضافہ ہو گا، ہم حق و باطل کے درمیان فرق نہ کر سکیں گے، نہ غلطیاں معاف ہوں گی اور نہ لغزشوں سے درگز کیا جائے گا، اس کے بعد مسجد حرام کا صراحت کے ساتھ ذکر آیا ہے اور اس کے بعد والی آیت میں اشارتاً اس کا ذکر کیا گیا: وَمَا لَهُمْ إِلَّا يُعْذِبُهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أُولَئِءِهِ إِنْ أُولَئِؤُهُ إِلَّا الْمُتَقْبَلُونَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ وَمَا كَانَ صَالِطُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاهَةٌ وَتَصْدِيَةٌ فَذُوو قُوَّا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكُفُّرُونَ۔ (الانفال: ۳۵، ۳۶) (اور (اب) ان کیلئے کوئی وجہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے جب کہ وہ مسجد محترم (میں نماز پڑھنے) سے روکتے ہیں اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں اس کے متولی تو صرف پرہیز گار ہیں لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی تو تم جو کفر کرتے تھے اس کے بد لے عذاب (کامزہ) چکھو۔)

دو مرتبہ مسجد حرام کا ذکر کرنے کے بعد کافروں کے لیے سخت ترین آیات آئی ہیں، مومنوں کو اس میں ابھارا گیا ہے کہ وہ ظالم اور حسد سے گزر جانے والوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیں حتیٰ کہ وہ فتنوں سے باز آ جائیں اور اطاعت اللہ ہی کے لیے خاص ہو جائے، اسی کے ساتھ ساتھ مومنوں سے یہ وعدہ بھی ہے کہ انہیں نصرت، مدد اور غلبہ سے سرفراز کیا جائے گا جبکہ کفار کو واضح خسارہ کا سامنا ہو گا اور انہیں جہنم کی جانب ہاتک کر لے جایا جائے گا، ذیل کی آیات میں اس کی وضاحت ہو جاتی ہے: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ ثُمَّ يُعْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ يُحَشَّرُونَ۔ لِيمِيزَ اللَّهُ الْحَبِيبُ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ

الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرُكُمُهُ جَمِيعًا فَيُجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔
 قُل لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَنْتَهُوا يُغْفَرُ لَهُم مَا قَدْ سَأَفَ وَإِن يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ۔
 وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيُكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِن انتَهُوا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ
 بَصِيرٌ۔ وَإِن تَوَلُّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ يَعْمَلُ الْمَوْلَى وَنَعْمَ النَّصِيرُ۔ (الانفال: ۳۶ تا
 ۴۰) (جو لوگ کافر ہیں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں) کو اللہ کے رستے سے روکیں سوا بھی اور
 خرچ کریں گے مگر آخروہ (خرچ کرنا) ان کیلئے (موجب) افسوس ہو گا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے اور
 کافر لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور
 ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنا دے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دے۔ یہی لوگ خسارہ
 پانے والے ہیں۔ (اے پیغمبر!) کفار سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آ جائیں تو جو ہو چکا وہ
 انہیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر (وہی حرکات) کرنے لگیں گے تو اگلے لوگوں کا (جو) طریق
 جاری ہو چکا ہے (وہی ان کے حق میں بر تاجائے گا)۔ اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ
 (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے اور اگر باز آ جائیں تو اللہ ان کے کاموں
 کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر زوگردانی کریں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے (اور) وہ خوب حمایتی اور
 خوب مددگار ہے۔)

اس طرح سے اس کے بعد والی آیات میں بھی ان ظالموں میں سے جس سے بھی سامنا ہو، اس
 کو بھگا دینے اور ان سے کئے ہوئے معاملوں کو ان کے منہ پر مار دینے کا ذکر ہے کہ ہم ان تمام خائن
 لوگوں کا زبرست طریقے سے پیچھا کریں، اس یقین کے ساتھ کہ وہ اپنے سارے ساز و سامان کے
 باوجود ہمیں پیچھے نہیں ہٹا سکتے، نیز اس بات پر ابھارا گیا ہے کہ ہم حتیٰ المقدور تیاری کرتے رہیں۔
 مومنوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی بہترین مددگار اور کار ساز

۔

ششم: سورہ التوبہ

سورہ توہر قرآن کی واحد سورہ ہے جس کی ابتدائی آیات ہی میں حج اور قال و جہاد کے درمیان ربط دیکھنے کو ملتا ہے، ذیل میں اس کی وضاحت کی جائے گی:

۱۔ سورہ کی ابتدائی چند آیات کے اندر اس پیغام کی نواعتیت بیان کی گئی ہے جسے لے کر سیدنا علیؑ کو بھیجا گیا تھا، اس کے اعلان کا وقت اور مدت مہلت بھی بیان کر دی گئی ہے: **بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ۔ فَسِيِّحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُغْرِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْرِزُ الْكَافِرِينَ۔ وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحِجَّةِ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بِرِّيَءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فِي إِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَوَلَّتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعِدَابِ أَلِيمٍ۔ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتَيْمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ (التوبہ: ۱ تا ۳) (اے اہل اسلام! اب) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جگ کی تیاری) ہے۔ تو (مشکو! تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ بھی کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ مشکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی (ان سے دستبردار ہے) پس اگر تم توہر کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو (اور اللہ سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہر انہیں سکو گے، اور (اے پیغمبر!) کافروں کو دردناک کی خبر سنادو۔ البته جن مشکوں کیسا تھم نے عہد کیا ہو اور انہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک ان کیسا تھا عہد کیا ہوا سے پورا کرو (کہ) اللہ پر ہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔)**

۲۔ اعلان براءت میں چار ماہ کی مدت متعین کی گئی کہ جب یہ ختم ہوگی تو اس سے پہلے پہلے لوگ محترم شہر سے نکل جائیں گے، اس محترم شہر سے جس کا عمرہ اور حج سے گہر تعلق ہے، اور اس کے بعد فوراً ہی قال کا اعلان کر دیا جائے گا، فرمان الحی ہے: **فَإِذَا أَنْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ**

وَجَدُّتُمُوهُمْ وَخُدُّوْهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ فَإِنْ تَأْبُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاءَ فَخَلُّوا سَيِّلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (التوبہ: ۵) (جب عزت کے مبنی گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پرانی کی تاک میں بیٹھے رہو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دیئے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخششے والا مہربان ہے۔)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کصلح کے تعلق سے ہمارے اور مشرکین کے درمیان ہوئے عہدو پیان کا لاحاظہ رکھا جائے، خاص طور سے ان عہدو پیان کا لاحاظہ رکھا جائے جو مسجد حرام کے پاس باندھے گئے ہیں الایہ کہ خیانت کی ابتداء ان ہی کی جانب سے ہوئی ہو: کیف یَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ إِنَّ اللَّهَ وَعَنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدُتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَمُوا لَكُمْ فَاسْتَقِمُمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ (التوبہ: ۷) (بھلامشرکوں کیلئے (جنہوں نے عہدوڑا ادا) اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہے، ہاں جن لوگوں کیسا تم نے مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی اپنے قول و اقرار (پر) قائم رہو بیشک اللہ پر ہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔)

۴۔ فرمان انہی ہے: أَلَا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكْثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهُمْ بَدَؤُوْكُمْ أَوْلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشُوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ۔ فَاتَّلُوْهُمْ يُعَذَّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيهِمْ وَبِخُزِّهِمْ وَبِنَصْرُكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ۔ (التوبہ: ۱۲، ۱۳) (بھلام تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور پیغمبر (علیہ السلام) کے جلاوطن کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتداء کی کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ تعالیٰ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ ان سے (خوب) لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسو اکرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفابخشیں گا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے قفال کے جواز کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرمایا

کے عہدوں پر بیان کا لحاظ نہیں رکھتے، کہ سے یا کسی بھی جگہ سے جہاں مسلمان رہتے ہیں وہاں سے ان کو نکالا دے دیتے ہیں، اور ظلم و زیادتی ان کا شیوه ہے۔

۵- فرمان الٰہی ہے: أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ - الَّذِينَ
آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ
وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِرُونَ - يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ -
خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ - (التوبہ: ۱۹ تا ۲۲) (کیا تم نے حاجیوں کو پانی
پلانا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا اُس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو اللہ اور روزِ
آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ یوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالم
لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان
سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں اُن کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ اُن
کا رب اُن کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں اُن کیلئے نعمت ہائے
جاودا نی ہے۔ (اور وہ) ان میں ابدالاً بادر ہیں گے، کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا صلحہ (تیار)
ہے۔)، اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات کی نفعی کرتا ہے کہ اجر و ثواب اور نجات نیز جنت کی بلندیوں پر محض
مسجد حرام کو آباد کر کے پہنچ جائیں گے بلکہ اس کے لیے جہاد فی سبیل اللہ بھی درکار ہے، یہ آیات امت کو
ہوشیار کرتی ہیں کہ دین اور دینداری کو مسجد کی چہار دیواری میں مقید نہ کر دیں، بلکہ مسجد حرام کو آباد کرنے
کے ساتھ اس کی مگر اپنی اور ان ظالموں کے شر و سے اس کی حفاظت بھی ضروری ہے جو اللہ کی راہ سے اور
مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں، مسلمانوں کے درمیان اختلافات اور جھگڑوں کی آگ بھڑکاتے
ہیں، مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کی راہ میں ہجرت اور اپنی جان و مال
سے جہاد کرنے والے بہت اعلیٰ درجوں کے مالک ہیں۔

۶- فرمان الٰہی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُو الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خَفْتُمْ عَيْلَةَ فَسَوْفَ يُعْنِيْكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِيْنُونَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزِيَّةَ عَنْ يَدِ وَهُمْ صَاغِرُونَ۔ (التوبہ: ۲۸، ۲۹) (مومنو! مشرک تو پیدا ہیں تو اس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں اور اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہو تو اللہ چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا بیشک اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔ جو لوگ اہل کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔)

اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنین کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائے، نیز یہ کہ ان اہل کتاب سے قاتل کیا جائے جن کے اندر یہ اور یہ اسباب موجود ہیں، فرمان الٰہی ہے: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزِيزُ ابْنِ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ يَأْفُوا هِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلٍ فَاتَّهُمُ اللَّهُ أَنَّ يُؤْفَكُوْنَ۔ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحُ ابْنُ مَرِيمَ وَمَا أَمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُو إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشَرِّكُوْنَ۔ يُرِيدُوْنَ أَنْ يُطْفِئُوْنَ نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتَمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ (التوبہ: ۳۰ تا ۳۳) (اور یہود کہتے ہیں کہ عزیز اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہاں کے منہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی انہیں کی ریس کرنے لگے ہیں، اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بنکے پھرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا معبد بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اُسکے سوا کوئی معبد نہیں اور

وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے ٹور کو اپنے منہ سے (چھونک مار کر) بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو بُرا ہی لگے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناخوش ہی ہوں۔)، ان آئیوں میں تین اسباب کی تحدید کی گئی ہے:

- الف: عقیدے کا فساد کہ انہوں نے اللہ کی اولاد اور شریک ٹھہر کر کے تھے۔
 ب: شریعت کا فساد کہ انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوارب بنا کر کھاتا۔
 ج: وہ ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو بجھادیں اور اللہ کی دعوت کا مقابلہ کریں۔

فرمانِ الٰہی ہے: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ أُثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَةً كَمَا يُفَاعِلُونَكُمْ كَافَةً وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ۔ (التوبہ: ۳۶)

کے نزدیک مہینے گنتی میں (بارہ ہیں یعنی) اس روز (سے) کہ اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کتابِ الٰہی میں (برس کے) بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں اُن میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ یہی دین کا سیدھا راستہ ہے تو ان مہینوں میں (قالیٰ ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔ اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ پر ہیز گاروں کیسا تھا ہے۔)، اللہ تبارک و تعالیٰ ان آیات کے اندر محترم مہینوں کا ذکر کرتا ہے اور یہ کہ ان دنوں میں جہاں تک ممکن ہو سکے قال سے باز رہا جائے، الایہ کہ مشرکین جب برس پیکار ہو جائیں تو ضروری ہے کہ ہم بھی ان کی سرکوبی کے لیے نکل پڑیں۔

اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے: إِنَّمَا النَّسِيْءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفَّارِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لَّيُوَاطِّئُو أَعِدَّةَ مَا حَرَمَ اللَّهُ فَيُحِلُّو أَمَا حَرَمَ اللَّهُ زُيَّنَ لَهُمْ سُوءٌ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهُدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ۔ (التوبہ: ۷۷)

میں اضافہ کرنا ہے اس سے کافر گرا ہی میں پڑے رہتے ہیں، ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام، تاکہ ادب کے مہینوں کی جو اللہ نے مقرر کئے ہیں گنتی پوری کر لیں اور جو اللہ نے منع کیا ہے اس کو جائز کر لیں۔ ان کے بُرے اعمال ان کو بھلے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔)، اللہ تعالیٰ مشرکین اہل کتاب کو ملامت کرتا ہے جو مہینوں کو آگے پیچھے کر دیا کرتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ نے محترم مینے جو بھی مقرر فرمائے ہیں ان کی گنتی پوری کر لیں اور اللہ نے جو حرام کیا ہے اس کو اپنے لیے جائز کر لیں، اس کو کفر اور گمراہی میں زیادتی شمار کیا ہے اور اس کے سبب مونموں سے تاکید کے ساتھ کہا گیا ہے کہ وہ قوال کے لیے نکل پڑیں: *يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انفِرُوا فِي سَيِّلِ اللَّهِ الْأَنَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرْضِيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ۔ إِلَّا تَفِرُّوا يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔* (التوبہ: ۳۸، ۳۹) (مومنو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم (کامی کے سبب سے) زمیں پر گرے جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکانہیں چاہتے) کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو؟ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں بڑی تکلیف کا عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا (جو اللہ کے پورے فرمانبردار ہوں گے) اور تم اُس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔)

اس کے بعد والی آیت میں ہے: *إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ نَفَرُوا إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْرُنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودِ لَمْ تَرُوهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلَيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔* (التوبہ: ۴۰) (اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ان کا مددگار ہے (وہ وقت تمہیں یاد ہو گا) جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا (اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں (ایک ابو بکر تھے) دوسرے (خود رسول اللہ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے

کغم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے اُن پر تسلیم نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مددی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔، اللہ تعالیٰ نصرت اور غلبہ کا ذکر بحیرت مدینہ کے واقعہ کے ساتھ کر رہا ہے کہ جب مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دیا، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابو بکر گوغار ثور میں پناہ دی، ان سے خوف اور غم کو دور کیا، حالانکہ اس وقت مشرکین غار کے دروازے پر کھڑے تھے، ان سے کہا گیا کہ غم نہ کرو اللہ ساتھ ہے۔ اس کے بعد کئی ایک آیات کے اندر قتال کے لیے نکل پڑنے کے لیے کہا گیا ہے کہ بلکہ اور بوجھل نکلو اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: اُنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللِّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (التوبہ: ۳۱) (تم بلکہ ہو یا بوجھل (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت، گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے رستے میں مال اور جان سے لڑو یہی تمہارے حق میں اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو۔) اس کے بعد وہی آیت میں صاف صاف کہا گیا کہ: لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيهِم بِالْمُتَّقِينَ۔ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابُتُ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ۔ (التوبہ: ۳۵) (جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے اجازت نہیں مانگتے (کہ پیچھے رہ جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ) اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور اللہ ڈرنے والوں سے واقف ہے۔ اجازت وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، سو وہ اپنے شک میں ڈانوا ڈول ہو رہے ہیں۔)، اس موقع پر مقصود یہ بتانا ہے کہ سچے مومن کبھی اجازت نہیں لے سکتے کہ وہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے معدور ہیں اور جو لوگ اجازت لے رہے ہیں وہ درحقیقت منافق ہیں۔

ھفتہ: سورہ الحج

۱۔ سورہ حج اس قسم کی عبارتوں اور الفاظ سے بھری پڑی ہے جن سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ایک معز کر گرم

ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سلسلہ میں بغیر کسی ہدایت اور علم کے لئے جگہ رہتے رہتے ہیں (آیت ۸، ۳)، ایسے بھی ہیں جو منہ پھیر لیتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ان لوگوں کو پکارتے ہیں جن کا نقصان منفعت سے بڑھ کر ہے (آیت ۱۲)، ایسے بھی ہیں جن کا یہ سمجھنا ہے کہ اللہ ان کی دنیا و آخرت میں کچھ بھی مدد نہیں کر سکتا ہے، اسی طرح اہل ایمان، محسوس، نصاری، یہودی، صابی اور مشرک مختلف گروہوں کا ذکر ہے (آیت ۷۱)، اسی طرح دو فریقوں کا ذکر ہے جو اپنے رب کے سلسلہ میں جگہ رہے تھے (آیت ۱۹)، سورہ میں ان لوگوں کا ذکر بھی ہے جنہوں نے کفر کی روشن اختیار کی، مسجد حرام سے لوگوں کو روکا، اور الحاد اور اس سلسلہ میں ظلم کے خواہشمند ہیں، اسی طرح کفار اور خائن لوگوں کا ذکر ہے جو مونوں پر ظلم کرتے ہیں اور بلا سبب ان کو گھر سے بے گھر کر دیتے ہیں (آیت ۳۹)، اسی طرح مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کی مدافعت کا معاملہ ہے (آیت ۴۰)، قوم نوح، عاد، ثمود، قوم ابراہیم، قوم الوط اور اصحاب مدین کے ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے انبیاء کو جھٹلایا، موتیٰ کو بھی جھٹلایا گیا، اسی طرح منہ کے بل اونڈھی پڑی بستیاں ہیں، سو کچھ کنوں اور ویران محل ہیں، ظالم لوگ ہیں جن کے درمیان اختلافات حد سے آگے نکل چکے ہیں، ایسے لوگ بھی ہیں جو مظالم کے سبب بھرت کر جاتے ہیں، قتل کر دیجے جاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں انہیں موت آپڑتی ہے، اسی طرح چیخنے کے مکھی کے بنانے یا اس سے کسی چیز کو چھین لینے پر بھی وہ قادر نہیں ہیں، پھر آخری آیت میں جہاد کا حکم ہے تاکہ وہ شہادت علی الناس کے درجے تک پہنچ جائیں۔

اس زبان میں مومنین پر ذمہ داری ڈالنا کہ ظالم کے ظلم اور حد سے تباہ کر جانے والوں کی زیادتیوں کا مقابلہ کریں، اس سے سورہ حج سے اس کی مناسبت کھل کر سامنے آ جاتی ہے باوجود اس کے کہ سورہ حج کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ قتال اور مشرکین کا سامنا کرنے سے متعلق پہلا اعلان ہے، فرمایا: ان لوگوں کو قتال کی اجازت دی جاتی ہے جن سے قتال کیا جاتا ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے (آیت ۳۹)، اس سے پہلے فصل اول میں گزر چکا ہے اور اسی پر زور اس آیت میں ہے کہ: **ذَلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوَقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغَى عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌ غَفُورٌ** (الحج: ۲۰) (یہ بات اللہ کے

ہاں ٹھہر چکی ہے) اور جو شخص (کسی کو) اتنی ہی ایذا دے جتنی ایذا اس کو دی گئی پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ اس کی مدد کرے گا بیشک اللہ معاف کرنے والا (اور بخشنے والا ہے)۔ رہاں سورہ کا خاتمہ تو اس کے اندر بھی فریضہ جہاد کی تاکید اور نصرت کا وعدہ ہے، ارشادِ الہی ہے: وَجَاهِدُوا فِي اللّهِ
 حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مُّلَةً أَيْسِكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ
 سَمَّا كُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلٍ وَفِي هَذَا لَيْكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاء
 عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكَةَ وَأَعْصِمُوا بِاللّهِ هُوَ مَوْلَانُكُمْ فَيَعْمَلُ الْمَوْكِي وَنَعِمَ
 النَّصِيرُ۔ (الحج: ۲۸) (اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں
 برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا
 دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی
 (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں
 شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسم) کو پڑھے رہو، ہی تمہارا دوست ہے اور خوب
 دوست اور خوب مددگار ہے۔)

۲۔ اس سورہ کے اندر مسلمانوں کے لیے نصرت کا لفظ ر مرتبہ آیا ہے، اس کی تفصیل اس سے پہلے
 گزر چکی ہے، اس کی جانب رجوع کریں توحیح اور جہاد کے درمیان رشتہ ذہن میں تازہ ہو جائے گا۔

ہشتم: سورہ الفتح

سورہ الفتح کے اندر بھی حج اور کمکی مقدس سرز میں کے درمیان ربط اور تعلق دیکھنے کو ملتا ہے، ذیل میں
 اسے پیش کیا جا رہا ہے:

فَرَمَانَ اللّهُ ہے: وَهُوَ الَّذِی كَفَّ أَيْدِیهِمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِیكُمْ عَنْهُمْ بِيَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ
 أَطْفَرْ كُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔ (الفتح: ۲۳) (اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان
 (کافروں) پر فتحیاب کرنے کے بعد سرحدِ مکہ میں ان کے ہاتھ میں سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک
 دیئے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔)، اللہ تعالیٰ مومنین کو اپنے احسانات یاد دلار رہا ہے کہ

اس نے کافروں کو ممین سے باز رکھا، اور ممین کو کافروں سے باز رکھا، مکہ کی وادی میں جبکہ اللہ نے ممین کو ان پر غلبہ عطا فرمادیا تھا، یہ کامیابی اور نصرت ایک ایسی فوج کے ذریعہ ہی مل سکتی تھی جس میں دس ہزار جان باز شامل ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسِيْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهُدَى مَعْكُوفًاً أَنْ يَلْعَمَ مَحِلَّهُ — (الفتح: ۲۵) (یہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں۔)، اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ کفار جان بوجہ کر مسجد حرام سے روکتے ہیں، اگر الفاظ کے عموم کو دیکھا جائے نہ کہ مخصوص سبب کو تو یہ آیت ہر زمانے اور ہر مقام کے لیے عام ہے، سبب نزول تک ہی یہ محدود نہیں ہے کہ جب مشرکین نے اس بات پر اصرار کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو حدیبیہ کے سال مسجد حرام میں آنے نہیں دیں گے۔ ان لوگوں کو اس حرکت سے صرف جہاد اور قتال ہی کے ذریعہ باز رکھا جا سکتا ہے جیسا کہ دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے، فرمان الہی ہے: إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيمَةَ الْجَاهِلِيَّةَ — هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الَّذِينَ كُلُّهُ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشْدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحْمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَعًا سُجَّدًا يَتَغَуَّنَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرَضُوانَا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثْرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَرْرَعٌ أَخْرَجَ شَطَأَهُ فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَاعَ لِيَغِيظُ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ (آیت ۲۶ تا ۲۹) (جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور ضد بھی جاہلیت کی۔۔۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بتیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ ۲۸۔ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سر سجود ہیں اور اللہ کا فضل اور

اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں ان کے بھی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجلیل میں ہیں (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جگہ جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔)، اس میں خاص ربط پایا جاتا ہے جاہلیت کی ضد جو مسجد حرام سے روکنے کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارادہ کے درمیان کہ ساری دنیا کی طاقتیں مل کر اس بات سے نہیں روک سکتیں کہ اللہ کا دین مشرکین کی ناراضگی اور ظالموں کی نفرت کے باوجود تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا، اور یہ کہ اللہ مونموں کو اس بات کے لیے آمادہ کر رہا ہے کہ وہ کافروں کے لیے فولاد اور مونموں کے لیے ریشم ثابت ہوں، وہ مستقل بڑھتے اور پھلتے پھولتے رہیں گے یہاں تک کہ کفار جل اٹھیں گے اور زمین میں خیر کے علمبردار اور خیر کی کاشت کرنے والے یہ دیکھ کر خوشی سے جھوماٹھیں گے۔

نہم: سورہ الممتحنة

فرمان الہی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوّي وَعَدُوّكُمْ أُولَئِكَ تُلْقَوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلٍ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسْرُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَخْلُمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَمْتُمْ وَمَنْ يَفْعُلُهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلُ۔ (الممتحنة: ۱) (مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے (مکہ سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ (وہیں) حق سے جو تھارے پاس آیا ہے منکر ہیں اور اس باعث سے کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو پیغمبر کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں تم ان کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستے سے بھٹک

گیا۔)، اس آیت میں ان دو اسباب کا ذکر ہے جن کے ذریعہ ہم کسی قوم کے سلسلہ میں فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے دشمن ہیں اور ان سے جہاد لازم ہے، وہ دو اسباب یہ ہیں:
اول وہ حق کو جھلاتے ہوں۔

دوم یہ کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مونوں کو دیں نکالا دیتے ہوں۔

ان دو اسباب کی موجودگی میں ان سے دشمنی اور ان کے خلاف جنگ کا اعلان لازمی ہے، یہ بالکل واضح ہے کہ یہ آیت ارض حرم یعنی مکہ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے نکالے جانے سے متعلق ہے، لیکن ہم ذکر کرچکے ہیں کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ کسی مخصوص سبب کا۔ آگے اس کی مزید تاکید ہے: إِن يَنْقَفُوا كُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءٌ وَيَسْطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيهِمْ وَأَسْتَتَهُمْ بِالسُّوْرِ وَوَدُوا لَوْتَ كُفَّارُون۔ (الممتحنة: ۲) (اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور ایذا کے لئے تم پر ہاتھ (بھی) چلا جائیں اور زبانیں (بھی) اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔)، یہ کافر اگر مسلمانوں پر فحیاب ہو جائیں اور زمین میں انہیں اقتدار نصیب ہو جائے تو وہ ہمارے دشمن بن جائیں گے، اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے اذیت پہنچانے کی کوشش کریں گے اور ساتھ ہی ہمیں خوب خوب ابھاریں گے کہ ہم بھی ان کی طرح کفر کی روشن اختیار کر لیں۔

فرمان الہی ہے: لَا يَنْهَا كُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُو كُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرُجُو كُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبْرُو هُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ - إِنَّمَا يَنْهَا كُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُو كُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُو كُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُون۔ (الممتحنة: ۸، ۹) (جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ انہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اور وہی مدد کی تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی

ظالم ہیں۔)

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قتال کا بنیادی سبب محض کفر نہیں ہے بلکہ لازم ہے کہ اس کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی بھی پائی جاتی ہو خواہ وہ دین کے سلسلہ میں ہو، یا نفس کے سلسلہ میں یا گھر سے نکالنے اور ان دشمنوں کی مدد کی صورت میں ہو جو ہم پر زیادتی کرتے ہیں، البتہ جب کسی قسم کی زیادتی کا صدور نہیں ہو رہا ہو تو ضروری ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ نیکی اور عدل کا رویہ اختیار کیا جائے، یہ آیات گرچہ نزول قرآن کے وقت رسول اور اصحاب رسول کے اخراج سے متعلق نازل ہوئی تھیں لیکن اس کے معانی میں عموم برقرار ہے گا، اور جب جب کوئی بے جا کسی کو اس کے اپنے وطن سے بے دخل کرنے کی کوشش کرے گا اس سے قتال واجب ہو گا۔

دھم: سوہہ الفیل

سورہ الفیل ہر فرد مسلم کے عقل و وجہان میں یہ بات راست کرتی ہے کہ کعبہ کو اللہ کے دشمنوں سے مستقل خطرہ لاحق ہے، ممکن ہے کہ کوئی ابر ہے پھر نمودار ہو، اس ابر ہے نے اپنی ساری قوت لگادی تھی کہ اہل مکہ اس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکیں تو اللہ نے ان کو اپنی کمزور ترین مخلوق ابائیل کے ذریعہ نیست ونا بود کر دیا، ایسا اس لیے کیا کہ ہمیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ ابر ہے کا ظہور ہر زمانے میں ممکن ہے، اور آج بھی ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو کعبہ کو نعوذ باللہ ایم بم کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں، لارڈ کرومرنے مصیر پر برطانوی تسلط کے بعد کہا تھا کہ اس کے پاس تین ہدف ہیں، کعبہ، قرآن اور جامعہ از ہر۔ وہ ان تینوں کو مسما کرے گا، معلوم ہوا کہ خطرات اب بھی منڈلار ہے ہیں لیکن اس کے بال مقابل اللہ کا وعدہ بھی موجود ہے، مسلم میں جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ”امت کا ایک گروہ مستقل حق کے لیے لڑتا رہے گا، اور یہ قیامت تک موجود رہے گا“۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب قوله لا تزال طائفۃ من امتی ظاهرين۔۔، ۱۳۷، ۵، ابداؤد (۲۰۲/۲)۔ ترمذی (۳۶۲)، ابن ماجہ (۳۶۲/۲)، ۳۶۵)، احمد (۲۷۸/۵)، حاکم (۳۳۹/۳)۔ ۲۵۰) طائفہ مسلمانوں کا ایک گروہ ہے، ان میں قتال کرنے والے جانباز بھی ہوں گے، فقهاء اور

محدث بھی ہوں گے، زائد اور امر بالمعروف اور نهى عن المکر کا فریضہ انجام دینے والے نیز دوسرے لوگ بھی ہوں گے، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اب تک جاری ہے، اور قیامت تک جاری رہے گا، جیسا کہ روایت میں مذکور ہے۔)

اصحاب فیل کے قصہ کا مطلب ہے کہ مسئلہ خطرات کے ساتے میں ہے اور کفار کی جانب سے اس کے خلاف ہر طاقت کا استعمال کیا جائے گا، ان کا گمان ہے کہ عرب اس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکیں گے، لیکن وہ یہ بات بھول بیٹھے ہیں کہ طاقت و قوت کا مالک تو اللہ ہے جو تنہ سلطنت اور طاقت و قوت کا مالک ہے، اس کو اس کے فیصلوں سے کوئی روکنے والا نہیں ہے، اس کی پکڑ بہت ہی سخت ہے۔

یازدهم: سورہ قریش

سورہ قریش ایک مختصر ترین سورہ ہے، اس میں اس بات کا صریح اور صاف حکم ہے کہ ہم اس گھر کے مالک کی عبادت کریں: لِيَلِّا فِ قُرْيَاشٍ۔ إِنَّا لِفِهِمْ رِحْلَةَ الشَّتَاءِ وَالصَّيْفِ۔ فَلَيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ۔ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَّهُمْ مِنْ خَوْفٍ۔ (القریش: ۱ تا ۳) (قریش کی مانوس انس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشنا، میرا خیال ہے کہ اس میں اس بات کی جانب تاکید کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے کہ اس گھر میں امن کا قیام اور خوف کا ازالہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اسلامی نظام اور شرعی احکام سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیں، ہمارا کھانا ہماری محنت سے تیار ہونے لگے، ہمارے ہتھیار ہمارے کارخانوں میں بننے لگیں اور ہم اپنے فیصلے خود لینے لگیں، شیخ شعرو اوی نے بہت ہی پیاری بات کہی ہے: ”ہم اپنے فیصلے اس وقت تک نہیں لے سکیں گے جب تک کہ ہم محنت کی روٹی کھانے کے عادی نہ بن جائیں“۔

بیت الحرام کا تحفظ اور دنیا میں امن کا قیام بنیادی طور سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ ہم زبردست قوت کے مالک بن جائیں، بین الاقوامی عرف میں اس چیز کو قوت کہا جاتا ہے، جو دشمن سے تحفظ فراہم

کر سکے، ان کو خوف زدہ کر دے کہ وہ نظریں اٹھانے سے پہلے ہزار بار سوچنے لگیں کہ ان کی شان و شوکت کہیں خاک میں نہ مل جائے، ان کی ہوانہ اکھڑ جائے، جیسا کہ پچھلے دنوں اسرائیل کے ساتھ ہوا تھا جب اس نے لبنان اور غزہ پر بیغار کی تو اللہ نے اس کو زبردست پسائی اور شکست دی، وہ اپنے منصوبوں میں ناکام رہ گیا اور اس رسائی کا سامنا اسے کرنا باقی ہے جو اللہ نے چاہا تو قیامت کے دن اس کو لاحق ہو کر رہے گی، میرا خیال ہے کہ اب ان دشکستوں کے بعد اس کو اس طرح حملہ کرتے ہوئے بہت تردود کا سامنا کرنا پڑے گا۔

میرے خیال سے کوئی بھی منصف مزاج قاری اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کی جن سورتوں اور آیات پر ابھی گنتگو کی گئی ہے، ان کے اندر مذاہک حج، بیت الحرام، مکہ مکرمہ، مسجد اقصیٰ اور جہاد و قتال کے وجوب سے متعلق ایک ربط اور تعلق پایا جاتا ہے، اس سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ حج کے اہم مقاصد میں یہ بات شامل ہے کہ امت کو جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا جائے، اور اس سلسلہ میں قوت کی تینوں ہی اقسام کو حاصل کرنے کی جدوجہد کی جائے تاکہ امت کے مقدسات کا تحفظ ہو سکے، مسلمانوں کو امن میسر ہو سکے اور رب کائنات کی خوشنودی حاصل ہو جائے، قوت کی یہ تین اقسام ہیں: ایمان اور عقیدے کی قوت، اتحاد اور بآہی رشتہ کی قوت اور وسائل جنگ یعنی مادی قوت۔

دوم

احادیث پاک کی روشنی میں

اس سے قبل حوقر آنی آیات پیش کی گئی ہیں، وہ حج، حرم شریف اور جہاد کے درمیان موجود ربط اور تعلق پر واضح طور سے روشنی ڈالتی ہیں، حج اور جہاد کے درمیان موجود یہ ربط و تعلق احادیث میں بھی نمایاں ہے، اس سلسلہ میں احادیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے، ذیل میں بعض احادیث پیش ہیں:

بخاری شریف کی روایت ہے، ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک بندہ جو غلامی کی زنجیروں میں ہوتا ہے اس کے لیے دو ہر اجر ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور ماں کی نیکی نہ ہوتی تو میں یہ تمنا کرتا کہ میری موت غلامی کی حالت میں ہو۔ (صحیح البخاری، کتاب العتق، باب العبد اذا احسن عبادة ربه وصَحَّ، ۳۸۲/۵، مسلم ۵/۹۲، احمد ۳۳۰/۲، مسند احمد کے الفاظ ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری یعنی ابو ہریرہ کی جان ہے، اگر جہاد فی سبیل اللہ اور ماں کی نیکی نہ ہوتی، تو میں یہ پسند کرتا کہ میری موت غلامی کی حالت میں ہو، الابانی نے اس کو السلسلۃ الصحیحہ میں ذکر کیا ہے (۸۷/۲۷)، ابن کثیر کی الباعث الحشیث کی شرح (۵/۷) میں احمد شاکر نے بھی ذکر کیا ہے، یہ زیادتی صحیحین کے نزدیک مدرج ہے، ان دونوں میں والذی نفسی بیدہ کے الفاظ آئے ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابو ہریرہ کا قول ہے، اور مسند احمد نیز بخاری کی المفرد (۳۲) سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ معانی سے بھی اسی بات کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غلامی کی تمباہمیں کر سکتے کہ وہ انسانوں میں افضل ترین ہیں، اور ان کی ماں کا انتقال تو بچپن کی حالت ہی میں ہو گیا تھا۔)

بخاری میں امام المومنین عائشہؓ کی روایت ہے کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے ساتھ جنگ و جہاد میں نہیں شریک ہو سکتے؟ اس پر آپ نے جواب دیا: لیکن بہترین اور خوبصورت جہاد حج ہے، حج مبرور۔ عائشہؓ کہتی ہیں: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد بھی حج نہیں چھوڑا۔ (صحیح البخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء: ۵۵۲/۳)

دارمی کی روایت ہے ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عمل کسی بھی ایام میں اتنی فضیلت نہیں رکھتا جتنی فضیلت ذوالحجہ کے ایام میں رکھتا ہے، کہا گیا: نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ؟ کہا: ہاں، نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ، الایہ کہ آدمی اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلے اور کچھ لیے بغیر وہ واپس آجائے۔ (سنن دارمی، کتاب الصوم، باب فی فضل اعمل فی العشر، ۲۵۸۲، اس کی سند صحیحین کی سند ہے، ترمذی نے اس کی روایت ہے (۷۵۷)، بخاری (۳۸۱۲)، نے عیدین کے سلسلہ میں، ابو داود اور طیاسی نے اپنی مسند میں (۲۶۳۱)، بغوی نے شرح السنۃ میں (۱۱۲۵)، اور کہا کہ حدیث صحیح ہے۔) بخاری کی روایت ہے، ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ کہا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔ کہا گیا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ پھر دریافت کیا گیا تو فرمایا: حج مبرور۔ (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، ۱۵۶۳، اور مسلم (۸۳) میں، صحیح النسائی للابنی (۲۶۲۳) میں، یعنی نے مجمع الزوائد میں (۲۱۰۸۳)، اور کہتے ہیں کہ اس کے رجال صحیح ہیں، ابن حجر نے الاصابہ میں (۳۳۷/۳)، اور کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔)

ان تمام نصوص سے واضح ہو کر یہ بات سامنے آتی ہے کہ والدین کی اطاعت اور فریضہ حج کی ادائیگی کا جہاد سے ایک اہم رشتہ ہے، عورتوں کا جہاد جس میں کوئی طاقت کا استعمال نہیں ہے، وہ حج ہے۔ ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے میں نیکی کے کام کے برابر جہاد اور نفس و مال کی قربانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، آخری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بہترین اعمال تین ہیں: ایمان باللہ، جہاد فی سبیل اللہ پھر حج مبرور۔ جہاد کا ذکر حج اور ایمان باللہ کے درمیان آیا ہے، یہ کتنا مضبوط رشتہ ہے، جبکہ عموماً برادران اسلام کے ذہن و دماغ میں جہاد اور حج کے درمیان موجود اس رشتہ کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ علماء اسلام اس قسم کی ذہنیت رکھنے والوں کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کریں، جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے، وہ بعض حصے کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں، ان کا مقابلہ اس لیے ضروری ہے تاکہ اسلامی نظام اسی صورت میں واپس آجائے جس

صورت میں اللہ رب العزت نے اسے نازل کیا تھا، اور یہی وہ راستہ ہے جس سے اسلام کی عظمت، مسلمانوں کی سیادت اور مقدسات کا تحفظ ممکن ہے، ورنہ ہمارا حال یہ ہو گا کہ ہم بدترین مخلوق شمار ہوں گے اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہم پر صادق آگئی، جس کی روایت بخاری نے عائشہؓ سے کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا، جب وہ زمین کی وسعتوں میں ہوں گے تو ان کے اوپر اول سے آخر تک زمین دھنسا دی جائے گی، عائشہ فرماتی ہیں: میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیسے دھنسا جائے گا ان کے اوپر و آخر کو، اس میں ان کے بازار ہوں گے اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سب کو دھنسا دیا جائے گا، پھر ان کو ان کی نیقوں کے اعتبار سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب البيوع، باب ما ذكر في الأسواق، ۶۸/۵، مسلم نے (۱۶۸/۸) میں، احمد نے مندرجہ میں (۲۵۹/۶) میں، ابو نعیم نے الحلیہ میں (۱۲/۵) میں، دارقطنی نے الازمات والتعجیل میں (۳۲۸)۔)

سوم

حرم شریف پر دست درازی کے واقعات تاریخی حقائق اور جدید چینجز

حرم شریف پر دست درازی یا دست درازی کی منصوبہ بندی کے بہت سے واقعات ہیں، (میں نے کافی تلاش و تحقیق کی لیکن اس کے بعد بھی میں نے حرم شریف پر دست درازی کے موضوع پر ڈاکٹر راغب السرجانی کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں دیکھی، یہ کتاب انظرنیٹ پر بھی موجود ہے۔) اس سلسلہ میں اہم ترین حقیقت وہ نصوص ہیں جو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ حرم شریف مستقل خطرات کے ساتے میں ہے، تاہم یہاں مسجد حرام سے متعلق بعض مخصوص تاریخی واقعات پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے گا، اہم ترین درج ذیل ہیں:

پہلا واقعہ: دور اموی میں۔

یزید بن معاویہ کی فوج نے حضرت عبداللہ بن زیرؓ کا محاصرہ کرتے ہوئے ہجرت کے سال (۷۲۳) میں کعبہ شریف پر دست درازی کی تھی۔ علمی لکھتے ہیں: یزید بن معاویہ کا شکر اہل مدینہ کی جانب روانہ ہوا، مسلم بن عقبہ المزرنی اس کا سالار تھا، اس نے مدینہ کو لوٹ لیا، اس کے باسیوں کو قتل کر ڈالا، پھر مکہ کا رخ کیا، لیکن وہاں پہنچنے سے قبل اس کی موت ہو گئی، اس کا جانشین حسین بن نمير بنا یا گیا، وہ مکہ آیا، ابن زیرؓ کا چالیس دن تک محاصرہ کیے رہا، اس کے بعد مخفی نصب کیں، کعبہ کو منہدم کر دیا اور آگ لگادی۔ ایسا اس نے یزید کی موت سے اگیارہ دن قبل کیا تھا، پس اللہ نے یزید کو ہلاک کر دیا۔ (الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل: ۱/۲۰۰، ۲/۲۷۰، یہ قصہ دیگر مصادر میں بھی موجود ہے، مثال کے طور پر الطبری، تاریخ الرسل والملوک: ۳/۸۷، ۳/۷۷، البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۸/۲۷)

دوسرा واقعہ: دور اموی میں

حجاج بن یوسف الشققی نے حرم کا محاصرہ کیا، اور عبداللہ بن زیرؓ سے جنگ کرنے کے لیے دوبارہ تحقیق نصب کیے، یہ واقعہ ۳۷ رجبی کا ہے، ابن کثیر لکھتے ہیں: ۳۷ رجبی میں حجاج کو ایک طویل محاصرے

کے دوران ان زیور پر فتح حاصل ہو گئی تھی، جبکہ اس نے کعبہ پر تجھیق نصب کیا اور کعبہ کا بیشتر حصہ منہدم کر دیا، وہ اسی میں پناہ گزیں رہے حتیٰ کہ اس نے انہیں قتل کر دیا۔ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ:
 (۲۶۲/۶)

تیسرا واقعہ: عصر عباسی میں

قرامطہ ایک تنزیہتی اور باطنی تحریک ہے، یہ لوگ اپنے نام کے ساتھ قرامطہ ایک شخص کی جانب نسبت کے سبب لکھتے ہیں جس کا نام محمد بن الاشعث تھا، ٹھکنا ہونے کے سبب اس کو فرمط کہا جاتا تھا، الاحواز میں خوزستان سے تعلق رکھتا تھا، پھر کوفہ چلا گیا، (۸۷۲ھ میں)، اس تحریک نے خاموش اور پراسرار عسکری تنظیم بنائی، یہ بھی شیعان آل بیت تھے، محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادق سے نسبت رکھتے تھے، لیکن اس سے پلٹ کر الحاد، اباحت، تخریب اخلاق اور عباسی خلافت کی چولیں ہلانے کی سازشیں کرنے لگے۔ انہوں نے ۳۱۷ھ بربری میں کعبہ کے اوپر دست درازی کی اور حجر اسود پر قابض ہو گئے۔ عربیب لقطی لکھتے ہیں: اسی سال ۳۱۷ھ بربری میں الجنائی القسطلی (ملعون) نے کہ پر چڑھائی کی، اس میں داخل ہوا اور اس کو وہاں موجود لوگوں کے سامنے ڈھادیا، حج کے ایام تھے، لوگ احرام کی حالت میں تھے، اس نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں اس حالت میں قتل کیا کہ وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹے کھڑے تھے، حجر اسود کو جڑ سے اکھاڑ کر یہ شخص لے گیا، اس نے کعبہ کے دروازے اکھاڑ دیئے اور اس پر سے پردے ہٹا دیئے، خلفاء کے جو آثار وہاں موجود تھے، جو انہوں کعبہ کی زینت کے لیے لگائے تھے، وہ ان سب کو اٹھا لے گیا۔ (عرب بن سعد القطبی، صلیتہ تارتان الطبری: ج ۹۵: ۶۳)

چوتھا واقعہ: عصر عباسی میں

روم کے ایک شخص نے ۳۶۳ھ بربری میں حجر اسود پر دست درازی کی۔ ابن فہد المالکی لکھتے ہیں: قیوولہ کا وقت تھا، شدید ہوپ کے دوران بمشکل ہی ایک دو فرادر طواف کیا کرتے تھے، اس وقت ایک شخص جو بوسیدہ لبادہ میں تھا، سر پر ایک گلگڑی باندھے ہوئے تھا، آہستہ آہستہ چل رہا تھا، جب وہ حجر اسود کے قریب پہنچا، کسی کوئی معلوم تھا کہ اس کا کیا ارادہ ہے، حجر اسود کے قریب پہنچ کر اس نے کھاڑی نکالی

اور زبردست طریقہ سے اس پر دے مارا، جس سے اس پر وہ دراث پڑھنی جو آج تک موجود ہے، پھر دوسرا ہاتھ مارنے ہی جا رہا تھا کہ ایک یمنی شخص (جو حمیر میں ذی الکلاع کے نام سے ایک یمنی قبیلہ سکا سک سے تعلق رکھتا تھا۔) نے اسے طواف کے دوران دیکھ لیا اور اس کی جانب لپکا اور اسے ایک تیز نیزہ مار کر ڈھیر کر دیا، مسجد کے تمام گوشوں سے لوگ بھاگ کر آئے تو دیکھا کہ ایک رومی شخص ہے جو سرز میں روم سے آیا تھا، اسے سونے کے بہت بڑے انعام کا لائچ دے کر بھیجا گیا تھا، اس کے ساتھ ایک بہت ہی تیز دھار کھاڑی تھی، اس طرح حجر اسود کی طلب میں روم سے آنے والوں ہیں ہلاک ہو گیا اور اللہ نے اس کے شر سے نجات دلائی۔ (اتحاف الوری بأخبار امام القری، ابن فہد الماکی ۲۱۰/۲، ۳۱۱۔ فضل الحجر الاسود و مقام ابراہیم، سائد بکاش: ص: ۲۷)

پانچواں واقعہ: عصر عباسی میں

اس واقعہ کا ذکر ابن الجوزی، الذہبی اور ابن فہد الماکی نے کیا ہے، ابن فہد الماکی نے اپنی کتاب 'اتحاف الوری بأخبار امام القری' میں اس کا ذکر کیا ہے، اس حدادث کا اصل کردار ایک مصری شخص تھا، جو عبید یوں (یہ لوگ عبد اللہ بن میمون بن دیعیان القدار اليهودی سے نسبت رکھتے ہیں، قبل بر بر کے درمیان تیوں میں انہوں نے اول اول حکومت کی، اس کے بعد پھیلے تو شماں افریقہ کے پیشتر حصے میں آگئے، یہ بھرت کے تیس سال کی بات ہے۔) سے نسبت رکھتا تھا، یہ واقعہ ۲۱۳/رہبری میں پیش آیا، ابن الجوزی لکھتے ہیں: میں حجر اسود توڑ دیا گیا، نفر اول کے روز نماز جمعہ کے بعد لوگ ابھی منی ہی میں موجود تھے کہ ایک مصری شخص ننگ تلوار لے کر کھڑا ہوا، اس کے دوسرا ہاتھ میں لوہے کا ایک مضبوط ہتھیار تھا، امام صاحب نماز سے فارغ ہو گئے، تو اس نے حجر اسود کا رخ کیا اور اس پر تین مرتبہ لگا تار اس ہتھیار سےوار کیا اور کہا: کب تک پھر کی پرستش کی جائے گی، نہ محمد مجھے اس حرکت سے روک رہا ہے اور نہ علی! میں اس گھر کو منہدم کر دوں گا اور اس کو اٹھا لے جاؤں گا۔ (المنتظم، ابن الجوزی: ۸/۹)

چھٹا واقعہ: مملوکی دور کے اواخر میں

سقوط اندرس کے بعد پرتگالیوں کی طاقت و قوت کا غلغله تھا، خاص طور پر عالم اسلام کے اطراف کے سمندروں اور جزیروں میں ان کی سلطنت کافی مضبوط اختیار کر گئی تھی۔ ان کی اسلام دشمنی اور اسلام کے تین نفرت بہت قدیم ہے، حتیٰ کہ انہوں نے صفویوں سے اس بات کا معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقدسات یعنی مکہ مدینہ پر چڑھائی کریں گے، اسی طرح انہوں نے دولت عثمانیہ اور مملوک کے خلاف بھی سازشیں کی تھیں۔ ان کا منصوبہ تھا کہ کعبہ کو منہدم کریں گے اور نعوذ باللہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھونے کا کام کریں گے۔ اس منصوبے کے تحت انہوں نے تین پرتگالی جاسوسوں کو مغرب اور مصر کے راستے سے ارض مقدس روانہ کیا تھا، تاکہ وہ وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ وہ عثمانیوں کے لبادے میں مکہ مکرمہ پہنچے اور مسجد حرام کے اطراف میں یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ مسلمان ہیں، اور ادھر گھومتے رہے، وہ عربی اور ترکی دونوں زبانوں سے واقف تھے، پکڑے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ افرگی ہیں، دریافت کرنے پر پستہ چلا کہ وہ پرتگال کی جانب سے جاسوٹی کے لیے بھیج گئے ہیں۔ ان کو اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ پرتگالی فوج کی آمد پر وہ ان کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔ ان کو قید کر کے سلطان غوری کے پاس مصر روانہ کیا گیا، یہ ممالیک کے آخری ایام کی بات ہے جبکہ عثمانی بحر احمر تک ابھی نہیں پہنچ سکے تھے۔ (بدائع الزہور فی وقائع الدّهور، ابن ایاس: ۱۹۱/۳)

ساتوں قصہ: عثمانی خلافت میں

ابن علان نے لکھا ہے کہ ۹۹۰ ہجری میں ایک عجی عراتی شخص آیا، اور اپنے ہاتھ میں موجود ہتھیار سے جھر اسود پر دے مارا، خانہ کعبہ کے پاس امیر ناصر جاوش موجود تھے، انہوں نے فوراً اس عجی پر جھر کا ایسا زور کا دار کیا کہ اسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ (تاریخ الکعبۃ المشرفة، حسین سلامہ: ۱۵، اعلم المفردین فضل الجھر الاسود، ابن علان، مخطوطہ)

آٹھواں واقعہ: عصر حاضر میں

(۱) ۱۳۵۱ ہجری میں ایک واقعہ پیش آیا، حسین باسلام نے اپنی کتاب (تاریخ الکعبۃ المشرفة) میں

اس واقعہ کو بیان کیا ہے، کہتے ہیں: ۱۵۳ ارہجری ماہ محرم کے آخری ایام تھے کہ افغان سے ایک فارسی شخص آیا، اس نے جمر اسود کا ایک ٹکڑا اکھاڑا ڈالا، کعبہ کے پردے میں سے بھی ایک ٹکڑا چوری کر لیا، کعبہ کی سیڑھیوں سے جوز مزم اور باب بنی شیبہ کے درمیان ہیں، وہاں سے کچھ چاندی نکال لی، اتنے میں وہاں کے چوکیدار نے اس کو دیکھ لیا، چنانچہ اسے وہیں قید کر لیا گیا، اور بعد میں اس کو چھانسی دے دی گئی۔ (تاریخ الکعبۃ المشرفة، حسین سلامہ: ۱۵۸)

(۲) ۱۴۰۰ھ بے مطابق ۱۹۷۶ء یوسوی ماہ محرم کے پہلے منگل کے روز ایک گروپ مسجد کے اندر داخل ہو گیا، ان کے انکار اسلام مخالف تھے، نماز فجر کے بعد یہ لوگ اٹھے اور اسلامیوں کی مدد سے وہاں بیت الحرام پر قابض ہو گئے، نمازیوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ حجیمان ابو یوسف لعینی کے ہاتھ پر بیعت کریں، یہ شخص اپنے آپ کو مہدی کہا کرتا تھا، جوان کے مطالے کو پورا نہیں کرتا یہ لوگ اسے سخت دھمکیاں دیا کرتے تھے، ان میں سے ایک فرد نے اٹھ کر مہدی اور اس کی ممتاز نشانیوں کے بارے میں گفتگو پیش کی، لیکن سعودی عرب کی حکومت نے اس فتنے کو بھی جڑ سے کاٹ ختم کیا۔ (الاعداءات علی الحرمین الشریفين عبر التاریخ: ۱۰۰ تا ۱۱۰)

رسی بات ان غیر مسلم ممالک کی جو اس مقدس سر زمین کی جانب نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں، چاہتے ہیں کہ اس خیر کے چشمہ پر روک لگادیں، اور ان قافلوں کو روک دیں جو دور دور سے مسجد حرام کا رخ کیے پورے سال آتے چلے جاتے ہیں، تو ان کے سلسلہ میں ہمیں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ جیسا کہ قرآن و سنت اور تاریخی واقعات سے ثابت ہوتا ہے اس کے خلاف مسلسل سازشوں کے جال بنتے رہیں گے، تاہم انہیں ڈر ہے کہ معاملہ ہاتھ سے نکل نہ جائے اور پورے مسلمان نہ کہ صرف اسلام پسندان کے خلاف اپنے دامنی قبلہ، مقدس حرم اور کعبہ شریف کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، میں یہاں دو صریح بیانات کا ذکر کروں گا، ایک برطانیہ کا ہے اور دوسرا امریکی ہے:

۱۔ جب لا رڈ کروم نے مصر اور بعض عرب ممالک پر قبضہ کر لیا تھا، اس وقت اس نے اپنے حملہ کا ہدف بیان کیا تھا کہ ”میں کعبہ، قرآن اور جامعہ ازہر کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے آیا ہوں“، لیکن اللہ نے

اسے ہلاک کر دیا اور وہ اپنے ارادے میں کچھ بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

۲۔ امریکی کانگریس کے ممبر 'ٹائم ٹانکریڈ' نے جو کہ ۲۰۰۸ء کے ایکش میں صدارتی امیدوار تھا، اس نے اپنا منصوبہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر نائن الیون جیسا کوئی دوسرا واقعہ امریکہ کے ساتھ پیش آیا تو پہلا عمل یہ ہو گا کہ اسلام کے مقدس مقامات جس میں مکہ مدینہ بھی شامل ہیں ان کو ایٹھ بم سے اڑا دیا جائے گا۔ (جريدة الشرق الأوسط، العدد: ۶۷۱۰۳) میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت کی امریکی کانگریس کے صدر نے کہا تھا کہ ان بیانات کا ہمارے قومی تحفظ اور امریکیوں کو دہشت گردوں سے تحفظ فراہم کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مختلف تنظیموں نے اس شخص سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ٹائم اس پر معدترت کرے، لیکن اس نے مسلمانوں سے معدترت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (جريدة الشرق الأوسط، العدد: ۹۷۳۲)

فی الواقع مسلمانوں کے دلوں میں بیت اللہ الحرام سے متعلق خواہ کتنے ہی جذبات پائے جاتے ہوں، ان کی خواہ کتنی شدید خواہش ہو کہ وہ صفا مروہ کے درمیان سعی کریں، طواف بیت اللہ کریں، عرفہ میں وقوف کریں، منی میں رات گزاریں، قربانیاں پیش کریں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سب چیزوں سے کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں ہے، اگر ان جذبات کے ساتھ ساتھ یہ جذبہ نہ ہو کہ حرم کی حفاظت کرنا ہے، حرم کے دفاع کے لیے ہماری امت کے پاس زبردست قوت ہونی چاہئے کیونکہ ہمارے سامنے سارے نصوص، سارے تاریخی واقعات اور دشمنوں کی جانب سے تیار کردہ سارے خطرناک منصوبے موجود ہیں، جن کو دیکھتے ہوئے کسی گل چین نہیں آنا چاہئے کہ کہیں اس مقدس سر زمین پر دشمن دست درازی نہ کر دے، اور اس کے بعد ہم مارے مارے پھریں اور ظاہر ہے اس وقت کوئی چیز کام آنے والی نہ ہو گی۔

بیت الحرام کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنے والے، حج و عمرہ کرنے یا اس کی رغبت رکھنے والے ہر ہر فرد مومن کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے آس پاس کے لوگوں کو اس بات کے لیے آمادہ کرے کہ وہ حرم شریف کے دفاع کے لیے ہر لمحہ تیار ہیں گے، میں مسلم ممالک کو اس بات کی جانب

دعوت دیتا ہوں کہ وہ مل جل کر ایک ایسا مشترک منصوبہ تیار کریں کہ مقدس مقامات کی حرمت سے متعلق کوئی بھی واقع درپیش ہو تو فوری اس پر ایکشن لیا جائے، فرمان الٰہی ہے: وَإِمَّا تَخَافَنَ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ۔ وَلَا يَحْسَبَنَ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ۔ وَأَعْدُوا لَهُمْ مَا أَسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوفَقُ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ۔ (الانفال: ۵۸ تا ۶۰) (اگر تمہیں کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہو تو (آن کا عہد) انہیں کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دغابازوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے ہیں وہ (اپنی چالوں سے ہمیں) ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔ اور جہاں تک ہو سکے قوت (نشانہ بازی) سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے) لئے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے ہبیت بیٹھی رہے گی اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا ذرا تقسان نہیں کیا جائے گا۔) اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَعْلَمُوْا مِتَّيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِئَةٌ يَعْلَمُوْا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ۔ (الانفال: ۲۵) (اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو کافروں پر غالب رہیں گے اور اگر سو (ایسے) ہوں گے تو ہزار پر غالب رہیں گے اس لئے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔)، ہم اللہ کے سامنے اس کے بغیر بری الذمہ نہیں ہو سکیں گے۔

چہارم

حج اور جہاد فی سبیل اللہ کا تعلق۔ چند اہم اصول

حج اور جہاد فی سبیل اللہ کے درمیان ربط اور تعلق بالکل واضح ہے، خواہ قرآن کی آیات میں دیکھا جائے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور پھر جدید و قدیم تاریخی واقعات کا مطالعہ کیا جائے، تاہم اس ربط اور تعلق کے کچھ شرعی اصول و ضوابط ہیں جن کا التزام ضروری ہے۔ یہ اصول و قواعد خود قرآنی نصوص اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کا مطالعہ کرنے سے سامنے آتے ہیں، ذیل میں ان کو پیش کیا جا رہا ہے:

۱۔ تلواد سے قبل ذبان سے جہاد کی ضرورت ہے:

جہاد کے سلسلہ میں قرآن کی پہلی آیت سورہ فرقان کی ہے اور یہ ایک کلی سورہ ہے، بحیرت کے دوسرے سال تک قتال کا حکم موخر کیا جاتا رہا، جب تک کہ مسلمانوں کی ایک حکومت تشکیل نہ دے دی گئی، لہذا لازم ہے تمام افراد اور تنظیموں پر کہ وہ بہترین طریقہ سے جہاد بالقرآن کریں، یعنی اس کی صحیح طریقے سے تبلیغ کریں، دوسروں کو اس کی تعلیم دیں، اس کے پیغام کو مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے درمیان عام کریں، یہاں تک کہ اس جہاد کا وقت آجائے جس کو قتال فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے، استثناء اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ دشمن سرز میں اسلام پر بلغار کر دیں، اس صورت میں تمام لوگوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ افراد، جماعتیں، قبائل، گروہ، تنظیمیں، پارٹیاں، حکومتیں سب کی سب اس ظلم و چیزہ دستی کے خلاف اٹھ کرڑے ہوں، اس کے سلسلہ میں نہ تو امت کے فقہاء کے درمیان کچھ اختلاف پایا جاتا ہے اور نہ ہی کسی زمانے اور وقت کے بین الاقوامی معاہدوں میں۔

۲۔ جہاد سے قبل تیاری:

جب قرآن و سنت کے نصوص اور تاریخی واقعات سے یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارے تینوں مقدسات، مسجد

حرام، مسجد نبوی اور مسجد قصی مستقل طور پر دشمنوں کی سازشوں کے زخمے میں ہیں، تو ایسی صورت میں امت کے افراد، ان کی جماعتوں اور ان کے ممالک کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس بات کے انتظار میں بیٹھ رہیں کہ جنگ چھڑے گی، یا خطرات کا سامنا ہو گا تو دیکھ لیں گے، بلکہ لازم ہے کہ اس کے لیے جہاد سے قبل مکمل طور سے تیار رہا جائے، فرمان الٰہی ہے: وَإِمَّا تَحَافَنَ مِنْ قَوْمٍ خَيَانَةً فَابْنُدْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ۔ (الانفال: ۵۸) (اگر تمہیں کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو (اُن کا عہد) انہیں کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو)، تاہم اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بعد خطرات درپیش ہونے سے پہلے تیاری کو بھی لازم قرار دیا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کے بعد ہی آیا ہے: وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ (الانفال: ۲۰) (اور جہاں تک ہو سکتے (نشانہ بازی) سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے اُن کے (مقابلے کے) لئے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں کے اندر ہیبت بیٹھی رہے گی۔) ان دونوں آیات سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تیاری سے دشمن کی دلوں میں ہیبت بیٹھ جائے گی اور وہ اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی ہمت نہ کر سکیں گے، اور اگر کچھ ہوتا ہے تو ہم ان کے عہد و پیمان ان کے اوپر ہی دے ماریں گے۔ اس تعلق سے امام الجوینیؒ اپنی معروف کتاب 'الغایثی' میں لکھتے ہیں: "جب دشمن سر زمین اسلام تک آپنچھ تو لازم ہے کہ اس کے عہد و پیمان پھینک دیئے جائیں قبل اس کے کہ وہ ہم پر فتح حاصل کر لیں کہ دشمن کی سازشوں کا دفاع کرنا، قدم جمالیے کے بعد ان کو بھگانے سے آسان تر عمل ہے۔" (الغایثی۔ غیاث الامم في التیاث اظلم لللام الجوینی، تحقیق: عبدالعزیزم الدیب، فقرہ: ۱-۳) اس سلسلہ میں مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اس کو اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ ہمارا بھی وہی انجام نہ ہو جائے جو حضرت علیؑ نے ایک ایسی قوم کے بارے میں بیان کیا تھا، جو حق کی نصرت سے پیچھے ہٹ گئے تھے: "اے مردوں کے مشاہد رکھنے والوں جو مرد انگی سے محروم ہو، اے احقوقون، اے لوگوں جن کے پاس عورتوں کی عقلیں ہیں، تم نے نافرمانی کر کے میری رائے کو نقصان پہنچایا ہے، مجھ کو حد سے زیادہ غصہ ہے۔" قریش نے کہا کہ ابن ابی

طالب بہادر شخص ہے، لیکن اس کو جگ کی تدابیر نہیں معلوم، اللہ انہیں خوش رکھے! ان جنگی تدابیر کو مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے، اور مجھ سے زیادہ کون تجربہ رکھتا ہے۔ میری تو اسی میں پروردش ہوئی، بیس سال کا ہوا اور آج سماں سال پورے ہو گئے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس شخص کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی جس کی اطاعت نہیں کی جاتی ہے، آپ نے یہ بات تین دفعہ کہی۔ (الکامل فی اللغة لابن المبرد، باب وصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار، خطبۃ علی بن ابی طالب)

۳۔ جہاد اور قتال کے وجوب کا سبب ظلم و زیادتی میں حد سے تجاوز ہے:

اس بات پر یقین ہو کہ قتال اور جہاد واجب ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میدان میں کل پڑو، خواہ اس کے اسباب موجود ہوں یا نہ ہوں، اس کو میں ایک مثال کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا، ہمارا اعتقاد ہے کہ پنجوقتہ نمازیں، رمضان کے روزے اور زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے، لیکن ہم نہ تو بے وقت نمازیں پڑھتے ہیں، نہ روزے رکھتے ہیں اور نہ استطاعت کے بغیر زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مغرب کی نماز کے وقت کی ابتداء کے لیے غروب شمس ایک سبب ہے اور اسی طرح بقیہ نمازیں ہیں۔ روایت ہلال رمضان کے روزوں کے وجوہ کا سبب ہے، مال کا نصاب کی حد کو پہنچنا اور سال گزر جانا زکوٰۃ کے وجوہ کے دو اسباب ہیں، یہی حال جہاد کا ہے، قرآن و سنت کے نصوص کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو فوراً ہی شروع کر دیا جائے خواہ اس کے اسباب موجود نہ ہوں۔ جہاد کے اسباب میں ظلم و زیادتی میں حد سے تجاوز، فتنہ اُنیزی اور اس بات کا یقین ہے کہ دشمن ہم پر یلغار کرنے والا ہے اس مقصد سے کہ ہم پر مسلط ہو جائے، رہی بات کفر کی توحیض کفر اعلان جنگ کا سبب نہیں ہوتا، قرآن کی محکم آیت ہے: لَا اکرَاهُ فِي الدِّينِ۔ (البقرة: ۲۵۶) یعنی یہ کہ دین کے سلسلہ میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ اسی طرح فرمان الہی ہے: لَا يَنْهَا كُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُو كُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُو كُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبُرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُ الْمُقْسِطِينَ - (الممتحنة: ۸) (جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں

سے نکلا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔)، اور اس کے بعد والی آیت میں قتال کی ابتداء کے اسباب کا بیان ہے اور اس انداز میں یہ بیان ہے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، فرمان الٰہی ہے: إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنَّ تَوَلَّهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُون۔ (المتحنہ: ۹) (اللہ انہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکلا اور تمہارے نکلنے میں اور وہ کی مدد کی تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں۔)، بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں ہے، اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنے لگیں، زکوہ دیے لگیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے خون اور ان کے اموال محفوظ ہیں، الا یہ کہ جو اسلام کا حق ہو گا وہ ان سے وصول کیا جائے گا، اور ان کا حساب کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا و اقاموا الصلوة، ۱۰۶، مسلم (۲۲)، کتاب الایمان، ابو داود (۲۲۳۱)، کتاب الحجاد، الترمذی (۲۶۱)، النسائی فی السنن الکبری (۹۳۷)، احمد (۲۲۵، ۱۹۹/۳)، مجھے قتال کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد غیر اہل کتاب مشرک ہیں، ابن حجر نے فتح الباری میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد مشرکین سے قتال ہے۔) ان نصوص سے عام اور مخصوص کردینے والی نص قرآن کی یہ آیت ہے: وَقَاتَلُوكُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِين۔ (البقرہ: ۱۹۰) (اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو گزر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔)

۳۔ قتال اسی سے ہو گا جو ظلم و زیادتی میں حد سے تجاوز کر جائے خواہ وہ اسی قوم کا ایک فرد ہو:

جب ہم پر کسی قوم کی جانب سے ظلم و زیادتی ہوگی تو ہم ان سے قاتل کریں گے جنہوں نے ہم سے قاتل کیا یا ہم پر ظلم و زیادتی کی۔ ایسا جائز نہیں ہے کہ ہم ان لوگوں کے خلاف برس پیکار ہو جائیں جو اپنی قوم کے ساتھ اس ظلم و زیادتی میں شریک نہیں تھے، گرچہ وہ اسی قوم، جنس یا ملک سے تعلق رکھتے ہوں۔ اسی قبیل کی مثال ہے سیرت نبوی میں: بنو قیفانع کی ہے جب انہوں نے عہد شکنی کی اور ایک مسلم عورت کے ساتھ بد تینیزی کی اور ایک مسلم قاتل کیا تو ان سے جہاد کیا گیا، البتہ ان کے دیگر قبائل اور گروہوں بنو نظیر اور بنو قریظہ کے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ بنو نضیر نے جب عہد شکنی کی اور دھوکہ دے کر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش رچی تو صرف انہی سے جنگ ہوتی اور انہی کو جلاوطن کیا گیا، اس وجہ سے کہ انہوں نے عہد شکنی کی تھی، البتہ ان کے پڑوی بنو قریظہ سے کوئی چھیڑ چھاڑنہیں کی گئی، لیکن جب انہوں نے اپنے پڑویوں سے سبق نہیں لیا اور احزاب کی قوت سے دھوکہ کھا کر اس ارادے سے کہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے، عہد شکنی کر بیٹھے، مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور احزاب کے سرکش اور ظالم لوگوں کو مدینہ کے اندر داخل ہونے کی راہ دے دی تو بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب سے فارغ ہونے کے بعد ان کی جانب رخ کیا۔ غزوہ سے آئے اور ہتھیار کھڑک رکھنے لگے کہ جریل آئے اور کہا: آپ نے ہتھیار کھڈیا جبکہ ہم نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے ہیں؟ کوچ کیجیے۔ کہاں؟ جواب ملا: اس جانب اور ہاتھ سے بنو قریظہ کی جانب اشارہ کیا۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب نکل پڑے (صحیح البخاری، کتاب الجihad والسریر، باب الغسل بعد الحرب والغیار، ۱۱۲/۶، مسلم ۵/۱۴۲، مندرجہ ذیل میں آتے ہیں جہاد و قاتل کے وہ تمام آداب جن کا لحاظ رکھنا لازم ہے، تبریزی نے لکھا ہے کہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسم اللہ کر کے نکل پڑو۔ کسی بوڑھے مرد کا قتل نہ کرنا، کسی چھوٹے نپے یا عورت کا قتل نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، مال غنیمت جمع کرنا، بھلانی اور احسان سے کام لینا اللہ تعالیٰ کو محسن بندے پسند ہیں۔ (مشکاة المصابح للتریزی، ف ۲ (۷/۵۰۰) یہ حدیث حسن ہے جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہے، ضعیف الجامع میں البانی نے اس کو

ضعیف قرار دیا ہے (۱۳۷۶)، ابوادود (۲۶۱۳)، ابوادونے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، لیکن جیسا کہ انہوں نے اہل مکہ کے سامنے وضاحت کی تھی یہ حسن ہے، المشکاة میں ابن حجر نے اس کو حسن قرار دیا ہے (۲۱۸/۲)، خالد بن الفرز کے سبب البانی اس کو ضعیف کہتے ہیں، ابن حجر نے تقریب میں (۱۶۶۵) اس کو مقبول کہا ہے، متابعت کے بعد یہ حسن ہے، اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں، اس میں ایک موطاً میں میکی بن سعید کی روایت ہے (کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درختوں کو زک نہ پہنچانا۔۔۔)

۵. ارادہ یہ ہونا چاہئے کہ ظالم اور سرکش لوگوں پر غلبہ حاصل کرنا ہے یا ان کی سرکوبی کرنا ہے:

بنیادی بات یہ ہے کہ اعلان جنگ امت اسلامیہ کی قیادت سے مشورہ کرنے کے بعد ہونا چاہئے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ غالب گمان یہ ہو کہ جنگ کا فیصلہ اللہ کے اذن سے کافروں پر غلبہ سے ہمکنار کرے گا، ان کی سرکشی کو روک دے گا، دشمنوں کی سرکوبی کرے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں ایسا ہی کیا کرتے تھے، وہ کہا کرتے تھے: ”اے لوگوں تمہارا کیا کہنا ہے؟“۔ جنگ کے طریقہ کار سے متعلق جگہ اور وقت کے بارے میں بھی آپ مشورہ کرتے تھے، حالانکہ ان کو وحی سے ساری اطلاع دے دی جاتی تھی، سعد بن ابی وقارؓ کو اللہ کے رسول نے روکا کہ انہوں نے خون بہانے میں جلد بازی سے کام لے لیا تھا، وقت اس کے لیے مناسب نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمیں ابھی اس کا حکم نہیں ملا تھا“ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، اذ صحت طائفتان منکم، ۱۰۳/۸، مسلم (۲۸۲۹)، ترمذی (۲۶۱۲)، مسلم (۲۶۱۲)، ترمذی (۲۸۲۹)، ترمذی کہتے ہیں حسن صحیح ہے)۔ جب مناسب وقت آگیاتوان ہی سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے ماں باپ تم پر قربان، تیر چلاتے جاؤ“، اور ان کے لیے دعا فرمائی: ”اے اللہ اس کی دعا قبول فرماؤ اس کو نشانہ پر تیر چلانے کی توفیق مرحمت فرماء“ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر الدمشقی، ۲۳/۳، اس کی روایت ترمذی نے کی ہے، (۳۷۵۲)، اس کی سند صحیح ہے، حاکم نے المستدرک میں اس کی روایت کی ہے (۳۹۹/۳)، حاکم

کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے، ذہبی بھی اس کی موافقت کرتے ہیں، ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے (۲۲۱۵)، ابن حجر نے المشکاة میں اس کو حسن کہا ہے۔

۶۔ قتال کے لئے حکومت کا ہونا ضروری ہے الا یہ کہ کسی طاقت نے ملک پر تسلط جamar کہا ہو:

حکومت، قیادت اور قوت کا ہونا ضروری ہے، اس وقت جبکہ جہاد اقدامی ہو، البتہ جب جہاد فاعی ہو کہ ظلم و عدوان اور دشمنوں کی سرکوبی کے لیے اقدام کی پوریتین نہ ہو تو یہ ضروری نہیں کہ حکومت موجود ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قتال کا اعلان اور نکل پڑنے کا لزوم اس بات کا متضاضی ہے کہ حکومت موجود ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ دیکھ رہے تھے کہ سمیہ بنت خیاط کے ساتھ درندگی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور ان کو ان کے شوہر کے ساتھ ظلم و زیادتی کی حدود کو پار کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا کہ ”آل یا سر صبر کرو، تمہارا ملک کا نہ جنت ہے۔“ (فقہ المسیرۃ للالبانی، ص: ۱۰۳، حسن صحیح ہے۔) مونین کو آپ قرآن کی یہ آیت سناتے کہ ”ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو۔“ (النساء: ۷۷)، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مدینہ میں اقتدار نصیب ہو گیا، قتال کا حکم بھی آگیا، تو آپ نے سریے روانہ کیے، خود بھی غزوہات پر نکلے، بنو قیقاع نے جب ایک مسلم عورت کے ساتھ بد تیزی کی تو ان کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا، جبکہ اس سے کسی قدر عگین واقعہ حضرت سمیہؓ کا تھا جب کہ اس واقعہ پر آپ نے خاموشی اختیار کر رکھی۔ اس سے حکومت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ لشکر کی تیاری آسان ہوتی ہے، طاقت کا حصول آسان ہوتا ہے، مشاورت آسان ہوتی ہے، موننوں کو قتال کی ترغیب بآسانی دی جاسکتی ہے، اللہ پر بخوبی اعتناد ہوتا ہے، اس کے سامنے گریہ وزاری ہوتی ہے کہ وہ موننوں کو اپنی مدد سے ہمکنار کرے۔ اس بات کو تمام ہی اسلامی جماعتوں کو چاہئے کہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ کسی بھی تنظیم یا جماعت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا سمجھ بیٹھے کہ حکومت کے اندر اس کی حیثیت ایک مستقل حکومت کی ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ حکومتیں ظلم و عدوان اور مقدسات پر دست درازی کو اس معنی میں لے لیں کہ وہ مظلوم ہیں، بلکہ لازم

ہے کہ حکومتیں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں، تیاری کریں اور جب اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ظلم اور عدوان کا معاملہ کیا جائے گا، اس وقت جہاد کرنے کے لیے تیار ہیں۔

میں یہ بات تاکید کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ یہی اصل بنیاد ہے، البتہ یہ صورت استثنائی ہے کہ کوئی طاقت کسی ملک کے اوپر حملہ آور ہو جائے، یا ان کے اوپر تسلط جمالے، تو اُسی صورت میں لازم ہے کہ افراد اور جماعت دونوں حتی المقدور اپنی سرزی میں، اپنی عزت و عظمت اور مقدسات کے تحفظ کے لیے جدوجہد کریں، یہاں تک کہ آزادی کا اعلان ہو جائے۔

فصل چہارم

اللہ کی مدد اور نصرت پر اعتماد

میں نے اس سورہ کے اندر اللہ رب العزت کی جانب سے مومنین کی نصرت و مدد اور ظالموں سے ان کے دفاع کے متعلق آیات کی کثرت دیکھی تو حیران رہ گیا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حج کے مناسک، باوجود اس کے کہ اس سورہ کا نام بھی حج ہے، مطلوبہ ہدف تک پہنچنے کے لیے اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں، اور مطلوبہ ہدف یہ ہے کہ مومنین کو نصرت اور غلبہ نصیب ہو، اور شہادت علی الناس کے فریضہ کی ادائیگی بھی ہو جائے، ذیل کے دلائل سے اس کی وضاحت ہوتی ہے:

اول: سورہ کے آغاز میں 'تقوی' اور انتہا میں نصرت کا ذکر

سورہ حج کی ابتداء میں بیان ہوا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ۔ (الحج: ۱) (اے لوگو! اپنے رب سے ڈروکہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہو گا۔)، اور سورہ کے آخر میں بیان ہوا ہے: فَإِنَّمَا الْمُؤْلَى وَنَعْمَ النَّصِيرُ۔ (الحج: ۲۸) (وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔)، گویا کہ تقوی کا حصول حج کا بنیادی مقصد ہے، فرمان لہی ہے: لَن يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَأُكُمْ وَبَشَّرَ الْمُحْسِنِينَ۔ (الحج: ۳) (اللہ تک نہ ان کا گوشہ پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے، اسی طرح اللہ نے ان کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تاکہ اس بات کے بدلتے کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے، اسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر!) نیکوکاروں کو خوشخبری سنادو۔)، تقوی ہی اللہ رب العزت کی مدد اور نصرت کے حصول کی راہ ہے اور اسی

کے نتیجہ میں اللہ رب العزت ظالم کافروں پر مومنوں کو غلبہ سے سرفراز کرتا ہے۔

دوم: آیات حج کے معاً بعد قتال کی اجازت

سورہ حج میں آیات حج کے معاً بعد مومنوں کو اپنے دفاع کے لیے قتال کرنے کی اجازت دی گئی ہے، سیدنا ابراہیم کی اعلان حج سے متعلق گفتگو، متعینہ دنوں میں مناسک حج کی ادائیگی، فقراء اور محتاج لوگوں کو کھانا کھلانے، بیت اللہ کا طواف کرنے، قربانی کے جانور کو ہانکے سے متعلق آیات جن میں حج کے شعائر پر گفتگو ہے ان آیات کے معاً بعد باقی نصف سورہ میں میدان جہاد اور قتال کی جانب گفتگو کا رخ موڑ دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَانِ كُفُورٍ - أُذْنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلْمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ - الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بِعَضُّ لَهُدْمَتْ صَوَامِعُ وَبَيْعَ وَصَلَوَاتٍ وَمَسَاجِدٍ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوْيٌ عَزِيزٌ۔ (الحج: ۳۸ تا ۴۰) (اللذو مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے بیشک اللہ کی خیانت کرنے والے اور کفران نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی اڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (ان کی مدد کرے گا وہ) یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (یسایوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو جی ہوتیں اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے بیشک اللہ تو ان اور غالب ہے۔)، گویا کہ یہی ایک راہ ہے حج اور جہاد، یہاں تک کہ ہم اس آیت کے مصدق ثابت ہوں: الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَوةَ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ۔ (الحج: ۱) (یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور

زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ، ہی کے اختیار میں ہے۔)، جھٹلانے والوں کی تکنیک اور کفار کے ساز و سامان سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاریخی حقائق سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بہت ہی طاقتور طاقتوں میں ہلاک کر دی گئیں اور ان کی طاقت و قوت کچھ بھی کام نہ آئی، اس کے بعد والی آیات میں مومنین کے دلوں میں کسی بھی قسم کے خوف کو جگہ نہ بنانے دینے کی بات کہی گئی ہے، ان سے مطالبه کیا گیا کہ وہ قاتل کی تیاری کریں، اور باطل قوتوں کا جنم کر مقابلہ کریں، خواہ وہ کسی بھی شان و شوکت کے مالک نظر آ رہے ہوں، فرمان الٰہی ہے: وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمٌ نُوحٌ وَعَادٌ وَّ نَمُودٌ وَّ قَوْمٌ إِنْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ - وَأَصْحَابُ مَدِينَ وَكَذَبَ مُوسَى فَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخْذَتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٌ - فَكَأَيْنَ مِنْ قَرِيَةَ أَهْلَكَنَا هَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشَهَا وَبَغْرِيْ مُعَطَّلَةٌ وَقَصْرٌ مَشِيدٌ - (الحج: ۲۵ تا ۳۲) (اور اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود بھی (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں۔ اور قوم ابراہیم اور قوم لوط۔ اور مدین کے رہنے والے بھی اور موسیٰ بھی تو جھٹلانے جا چکے ہیں لیکن میں کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر ان کو پکڑ لیا تو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا (سخت) تھا۔ اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا کہ وہ نافرمان تمہیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (بہت سے) کنوئیں بیکار اور (بہت سے) محل دیران (پڑے ہیں))، اسی طرح اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ: وَكَأَيْنَ مِنْ قَرِيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخْذَتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصْرُ - (الحج: ۳۸) (اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا اور وہ نافرمان تمہیں پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔)، اس ہلاکت اور سخت دنیوی پکڑ پر بس نہیں کیا گیا بلکہ کہا گیا کہ آخرت میں ان کو اس سے بھی شدید اور سکین انجام کا سامنا کرنا ہوگا: وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ - (الحج: ۱۵) (اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (اپنے زعم باطل میں) ہمیں عاجز کرنے کیلئے سمجھ کی وہ اہلی دوزخ ہیں)، اسی طرح فرمان الٰہی ہے: وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِنْهُ حَتَّى

تَأْتِيهِمُ السَّاعَةُ بَعْدَهُ أَوْ يَأْتِيهِمْ عَذَابٌ يَوْمٌ عَقِيمٌ۔ (الحج: ۵۵) (اور کافروں کی ہمیشہ اس سے
 شک میں رہیں گے یہاں تک کہ قیامت ان پر ناگہاں آجائے یا ایک نامبارک دن کا عذاب ان پر آ
 واقع ہو۔)، اسی سلسلہ کی آیت ہے: قُلْ أَفَأَنْبَثْنَاكُمْ بِشَرًّا مِّنْ ذَلِكُمُ النَّارِ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا
 وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔ (الحج: ۷۲) (کہ دو کہ میں تم کو اس سے بھی بُری چیز بتاؤ؟ وہ دوزخ کی آگ
 ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ بُراثکانہ ہے۔)، اس سورہ میں ان ظالم کفار کے
 لیے شدید ترین وعید وہ ہے جس کا ذکر حج اور جہاد کی آیات سے پہلے ہوا ہے: هَذَانِ خَصْمَانِ
 اَخْتَصَصُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَارٍ يُصَبَّ مِنْ فُوْقِ رُؤُوسِهِمْ
 الْحَمِيمُ۔ يُصَهَّرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ۔ وَلَهُمْ مَقَامٌ مِّنْ حَدِيدٍ۔ گُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ
 يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمًّا أَعْيَدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقُ۔ (الحج: ۱۹ تا ۲۲) (یہ دو
 (فریق) ایک دوسرے کے دشمن اپنے رب (کے پارے) میں جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہیں ان کیلئے
 آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے (اور) ان کے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس سے ان
 کے پیٹ میں اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔ اور ان (کو مارنے ٹھوکنے) کیلئے لوہے کے
 ہتھوڑے ہوں گے۔ جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (وتکلیف کی وجہ) سے دوزخ سے نکل جائیں تو
 پھر اُسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا کہ) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔، یہ وہ
 آیات ہیں کہ جن کو سن کر سچے مونین کے رو نگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی حالت بالکل ولیٰ ہی
 ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے: وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجْلَةٌ إِنَّهُمْ إِلَى
 رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ۔ (المومون: ۲۰) (اور جو دے سکتے ہیں وہ دیتے ہیں اور ان کے دل اس بات
 سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔)، اسی طرح ان آیات کو سننے کے
 بعد وہ ظالم قوتوں کی حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں اور رب ذوالجلال کی بے پناہ قدرت پر ان کے
 یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

سوم: نصرت خداوندی پر زور

نصر اور نصرت کے الفاظ سورہ میں سات مرتبہ آئے ہیں، یہ سات مقامات درج ذیل ہیں:

۱- مَنْ كَانَ يَظْلِمُنَّ أَنَّ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ فَلَيُمْدُدَ بِسَبَبِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعُ فَلَيُنْظَرُ هُلْ يُدْهِبَنَ كَيْدُهُ مَا يَغْيِظُ۔ (الحج: ۱۵) (جو شخص یہ مان کرتا ہے کہ اللہ اس کو دنیا اور آخرت میں مد نہیں دے گا تو اس کو چاہئے کہ اوپر کی طرف (یعنی اپنے گھر کی چھت میں) ایک رسی باندھ پھر (اس سے اپنا) گلا گھونٹ لے پھر دیکھے کہ آیا یہ تدبیر اس کے غصے کو دور کر دیتی ہے؟)، اللہ کی نصرت کے سلسلہ میں شک و شبہ کا جو کچھ بھی شائیبہ مسلم ذہن میں پایا جا رہا تھا اس آیت کے ذریعہ اس کا ازالہ کر دیا گیا، اور کہا گیا کہ کافروں کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا تا کہ کمزور اور ستائے ہوئے لوگوں کا غصہ دور ہو جائے، اور مونوں کے دلوں کو راحت نصیب ہو، اللہ کی مدد کے سلسلہ میں شک و شبہ کی کوئی بھی گنجائش یا امکان موجود ہی نہیں ہے، اللہ کی مدد تو آ کر رہے گی۔

۲- أَذِنْ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلْمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔ (جن: ۳۹) (جن مسلمانوں سے (خواہ خواہ) الرثائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (ان کی مدد کرے گا وہ) یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔)، اس آیت میں قابل غوربات یہ ہے کہ پہلی چیگاری کے ساتھ جبکہ ابھی قتال کی اجازت دی گئی، اس بات کی مکمل صفائحی دے دی گئی کہ مونوں کو کھلی کا میابی نصیب ہوگی، اس سے پہلے آیا ہے: إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانِ كَفُورٍ۔ (الحج: ۳۸) (اللہ تو مونوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے بیشک اللہ کی خیانت کرنے والے اور کفر ان نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔)، اور اس آیت میں بھی تاکید ہے کہ: إِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔ قرآن مجید میں تاکید کے لیے عربی زبان کے بہت ہی اعلیٰ اسالیب کا استعمال کیا گیا ہے، لیکن اس نکتہ کو مزید واضح کرنے کے لیے لغوی تحلیل کا بیان مناسب رہے گا، ذیل کے جدول میں اس آیت کے اندر موجود تاکید کے مختلف درجات بیان کیے گئے ہیں:

نوعیت	الفاظ	تاكید کے مراتب
جب خبر اللہ کی جانب سے ہوتا وہ عین ایقین ہوتی ہے	الله قادر علی نصرهم	اول
اسم فاعل قادر کے بال مقابل القدیر یادہ قوی صفت ہے۔	الله قادر علی نصرهم	دوم
ان مشدده کے ذریعہ تاكید ہے	ان الله قادر علی نصرهم	سوم
لقد رخیر پر لام تاكید آیا ہے	ان الله لقدير	چہارم
نصر کو مقدم، اور اس کو اللہ کے نام اور قدر صفت دام کے درمیان لائے ہیں۔	وان الله علی نصرهم لقدير	پنجم

جن آیات میں بھی اللہ کی قدرت کو بیان کیا گیا ہے اگر ان سب آیات کا احاطہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس اعلیٰ درجہ کی تاكید صرف اسی سورہ میں اور وہ بھی قتال کے اذن کے فوری بعد بیان ہوئی ہے، اس کے اندر پانچ تاكیدیں موجود ہیں، جن سے دل کو بہت اور حوصلہ حاصل ہوتا ہے، مسلم نفوس کو اپنی عظمت کا احساس ہوتا ہے، ثبات قدی نصیب ہوتی ہے اور ذہن و فکر کو آگے بڑھنے کی بہت ہوتی ہے، خوف، انجمن، بزدلی اور کمزوری کے تمام اثرات کا ازالہ ہو جاتا ہے، اور ساتھ ہی ان کے اندر کفر اور سرکشی کا سامنا کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔

۳۲۔ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دُفْعَ اللَّهِ النَّاسَ
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبَيْعُ وَصَلَوَاتُ وَمَسَاجِدُ يُذْكُرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا

وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوْيٌ عَزِيزٌ۔ (الحج: ۳۰) (یہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناچن نکال دیتے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں کے) گر جے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے پیشک اللہ تو انا اور غالب ہے۔)، اس آیت میں حیرت کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کے وعدے کو بندوں کی جدوجہد سے قبل بیان کر دیا ہے، قبل اس کے کہ بندہ اپنے دین کی سر بلندی کے لیے اٹھ کھڑا ہو، تاکید کے ساتھ نصرت اور مدد کا وعدہ کر دیا کہ اللہ کی نصرت آ کر رہے گی، بس اس کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔ اس آیت کے اندر بھی تاکید کے عناصر بہت اعلیٰ درجے کے پائے جاتے ہیں، جملہ فعلیہ میں بات کہی گئی ہے، ”نصر“ فعل سے قبل لام تاکید آیا ہے، اس کے ساتھ نون تاکید لشکیلہ ہے، اس کے ساتھ ہی ساتھ اس پر تشدید کا اضافہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذمتوں کی کس قدر مضبوط پکڑ اللہ کی جانب سے ہوتی ہے، جبکہ اللہ رب العزت کی ذات جلیل القدر کا ذکر خود اس بات پر یقین کے لیے کافی تھا، اس کے بعد آیت کے اختتام میں ہے: إِنَّ اللَّهَ لَقَوْيٌ عَزِيزٌ۔ اس سے تاکید میں مزید اضافہ ہو گیا، ان حرف تاکید ہے، اللہ رب العزت کا اسم جلال اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے قبضہ قدرت سے کچھ بھی باہر نہیں ہے، لام تاکید ہے جو خبر ”قوی“ پر داخل ہوا ہے، اس کے بعد قوی کے ساتھ عزیز کا اضافہ بھی موجود ہے، قوی اور عزیز کا ایک ساتھ بیان قرآن میں اس درجہ تاکید کے انداز میں کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملتا ہے، جبکہ اس سورہ میں اس کا دو مرتبہ ذکر ہے، اس آیت میں اور اسی سورہ کی آیت ۷۷ / میں: مَا قَدَرُوا اللَّهُ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوْيٌ عَزِيزٌ۔ پورے قرآن مجید میں کہیں بھی ان موکدہ اور لام تاکید کے ساتھ یہ دو صفات دیکھنے کو نہیں ملتیں۔ میں نے اس سورہ کی ممتاز خصوصیات میں لکھا ہے کہ قوی اور عزیز کا ایک ساتھ ذکر اس سورہ کے علاوہ جہاں کہیں بھی آیا ہے، ان مقامات اور اس سورہ میں موجود دونوں مقامات میں کیا فرق پایا جاتا ہے، اس کو دیکھنا چاہئے، اس سے

اللہ رب العزت کی عظمت اور شوکت پر یقین میں اضافہ ہوگا، معرکہ سے قبل اور معرکہ کے درمیان اللہ رب العزت کی اس عظیم قدرت اور شوکت کا احساس دل میں موجود ہنا چاہئے۔

۵- ذَلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغَى عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌ غَفُورٌ۔
 (الحج: ۶۰) (یہ بات اللہ کے ہاں ٹھہر چکی ہے) اور جو شخص (کسی کو) اتنی ہی ایزادے جتنی ایذا اس کو دی گئی پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ اس کی مدد کرے گا پیشک اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔ اس آیت کے اندر بھی نصرت کا ذکر اعلیٰ تاکیدی اسلوب میں ہوا ہے، فعل سے قبل لام تاکید بیان ہوا ہے، نون تاکید تقلیل بھی موجود ہے، النصر الحلق مفعول بر کی صورت میں آیا ہے، وہی ذات ہے جو ایزاد بنے میں زیادتی کر جانے والوں سے حساب چکائے گی، اس کے علاوہ تاکید کا اعلیٰ ترین جزیہ ہے کہ اس میں فاعل خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کے بعد آیت کا اختتام ہوتا ہے: إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌ غَفُورٌ۔ تاکہ قفال میں مصروف مؤمنین کے دلوں کو اطمینان نصیب ہو کہ انہیں اب ظلم و ستم کے ایک طویل عرصے کے بعد نصرت اور غلبہ نصیب ہو رہا ہے، ان کا ارادہ ہے کہ بدلتے گے، اب اگر اس سلسلہ میں کچھ زیادتی ہو جائے تو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ اس سے ان دلوں کو جیتا جا سکتا ہے جو بغاوت پر آمادہ ان افراد کے تعلق سے گھبرا تے ہیں، اور اس آیت کے سلسلہ میں احتیاط سے کام لیتے ہیں، فرمان الہی ہے: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ۔
 (التحل: ۱۲۶) (اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دوختنی تکلیف تمہیں ان سے پہنچی ہے)

۶- وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ۔ (الحج: ۱۷) (اور یہ لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی اُس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہو گا۔)، نصرت کے تعلق سے یہ آیت منفرد حیثیت رکھتی ہے، دیگر آیات کی طرح اس میں مومنین سے نصرت کا وعدہ نہیں کیا گیا ہے، بلکہ ایک دوسرا بات کہی گئی ہے، اس میں ظالموں سے کہا گیا کہ ان کو ہر طرح کی نصرت سے محروم رکھا جائے گا، اس میں بھی اعلیٰ درجے کے تاکیدی الفاظ استعمال ہوئے

ہیں، نفی کے سیاق میں نصیر کا لفظ نکرہ استعمال ہوا ہے، اس سے قبل من، نفی جنس کے لیے آیا ہے، لغت کا اصول ہے کہ نفی کے سیاق میں عکرہ عموم پر دلالت کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ اللہ کی مدد اور نصرت سے یکسر محروم ہیں، اور ان لوگوں کی مدد اور نصرت بھی ان کے لیے کچھ کارگر نہیں ثابت ہو سکتی ہے، جن کو یہ ظالم اپنا انصار و مددگار سمجھ بیٹھے ہیں، فرمان الٰہی ہے: وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ۔ (البقرہ: ۲۷۰)

مطلوب یہ کہ ظالموں کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہوگا۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٌّ وَلَا نَصِيرٍ۔ (التوبہ: ۲۷) یعنی زمین میں ان کا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے۔ اسی طرح سورہ شوری میں ہے: وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٌّ وَلَا نَصِيرٍ۔ (الشوری: ۸) یعنی ظالموں کا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ رب العزت کی جانب سے ہونے والی نصرت اور مدد سے ظالم لوگ دنیا اور آخرت ہر دو جہانوں میں محروم رہیں گے، مجاهدین کو طمینان اور سکون دلانے کے لیے اس سے واضح اور کیا بات ہو سکتی ہے؟!

كَـ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقًّا جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مُّلَةً
 أَبِيُّكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّا كُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلٍ وَفِي هَذَا لَيْكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ
 وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَانِكُمْ
 فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ۔ (الحج: ۲۷) (اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق
 ہے، اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے)
 تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا
 اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغامبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم
 لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو وہی
 تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔)، فی الواقع اس عظیم سورہ کا اختتام اس
 عظمت و جلال کے انداز میں ہوا ہے کہ اس سے دلوں میں زبردست قوت کا احساس اور یقین پیدا ہوتا
 ہے کیونکہ اس میں مونین کے لیے رب کی دوستی کا ذکر ہے اور کہا گیا کہ وہ کیا ہی بہترین دوست ہے

اور پھر تکرار کے ساتھ کہا گیا کہ کیا ہی بہترین مددگار ہے، اس سے اللہ کے اس فرمان کی مزید تاکید ہوتی ہے: **وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَى بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَى بِاللَّهِ نَصِيرًا**۔ (النساء: ۲۵) (اور اللہ تمہارے دشمنوں سے خوب واقف ہے۔ اور اللہ ہی کافی کار ساز اور کافی مددگار ہے۔)، نصرت اور دوستی (ولایت) کے سیاق میں یہ تکرار کا انداز صرف دو ہی جگہوں پر لکھنے کو ملتا ہے، ایک اس سورہ میں اور دوسرے سورہ انفال میں: **وَإِن تَوَوَّلُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَأُكُمْ نَعْمَ الْمَوْلَى وَنَعْمَ النَّصِيرُ**۔ (الانفال: ۳۰) (اور اگر رُوگردانی کریں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے (اور) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔)

میرا خیال ہے کہ اللہ رب العزت نے بار بار ان تاکیدوں کا استعمال اس لیے کیا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نفس کس قسم کے تردد کا شکار ہوتا ہے، دل کتنی کروٹیں لیتا ہے، شیطانی وسو سے کس طرح انسان کے قدموں میں تزلزل پیدا کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ پچھے ہنگامہ لگتا ہے، اللہ کے دین کی مدد، اپنی سرز میں، اپنے وطن، اپنی عظمت اور اپنے مقدسات کے تحفظ کے لیے کوئی اقدام کرتے ہوئے اس کو ڈرمحسوں ہونے لگتا ہے، لہذا ان سات مقامات پر حج کے شعائر کے ساتھ ساتھ اس بات کی تاکید کی گئی کہ حج اگر اللہ کے دین کا دفاع کرنے اور حق اور اہل حق کی مدد اور نصرت کی جانب نہیں ابھارتا تو یہ حج ایسا حج ہوگا جو اپنے اعلیٰ ترین مقاصد، اپنے بلند ترین اہداف اور عظیم نتائج سے دور ہوگا۔

شائد کہ میں نے جن دلائل کا ذکر کیا ہے، وہ اللہ کی نصرت پر یقین کے سلسلہ میں بالکل واضح ہیں، لیکن ان کے علاوہ بھی نصوص کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جو بالواسطہ یا بالواسطہ اس یقین پر زور دیتی ہے، توفیق الہی شامل حال رہی تو آگے کی فصلوں میں ہم ان نصوص پر گفتگو کریں گے۔

فصل پنجم

اللہ کے وعدے

(اللہ کے اس وعدے پر یقین کہ مونینوں کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے)

اس سورہ میں اللہ رب العزت کی جانب سے مونین سے کئے گئے وعدوں کی کثرت نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے پوری سورہ کا بہت ہی گہرا اُنی کے ساتھ مطالعہ کیا۔ اس کے اندر میں نے رب کے ایک ایک وعدے کو تلاش کرنے کی کوشش کی، بالآخر مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ ہم یقین کامل کے ساتھ اس بات کو تسلیم کریں اور اس میں کسی ادنیٰ شک کی بھی گنجائش نہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام ہی چیزوں کا وعدہ کر رکھا ہے جس کی نفس آرزو کر سکتا ہے یا اس کے لیے اس کے دل میں اشتیاق پیدا ہو سکتا ہے، خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔

میں نے اللہ رب العزت کے ان وعدوں کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے، مونین سے کیے گئے وہ وعدے جن کا تعلق آخرت سے ہے، جن کا تعلق دنیا سے ہے، اور جن کا تعلق دنیا اور آخرت دونوں سے ہے، میں نے سب سے پہلی آخرت سے متعلق وعدے بیان کیے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہی وعدے اہل ایمان کا مقصود اصلی ہیں، ذیل میں مونین سے کیے گئے ان وعدوں پر اظہار خیال کیا جائے گا:

اول: دار آخرت سے متعلق وعدے

۱۔ پہلا وعدہ مونین سے یہ کیا گیا کہ اللہ رب العزت ان کو جنت میں داخل کرے گا: **إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ**

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يُرِيدُ۔

(الحج: ۱۲) (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ ان کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں چل رہی ہیں کچھ مشکل نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)، اسی طرح جنت کی آسائشوں سے متعلق تفصیل بیان ہوئی ہے: **إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ۔ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ۔** (الحج: ۲۳، ۲۴) (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ ان کو جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہرہ ہی ہیں وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں کے اور موتی اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔ اور ان کو پا کیزہ کلام کی ہدایت کی گئی اور (اللہ) حید کی راہ تائی گئی۔)

۲- مومنین سے وعدہ کیا گیا ہے کہ مگر اہم اہب کے میر و کاروں اور مومنین کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا: **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِغِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمُجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔** (الحج: ۷) (جو لوگ مومن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک، اللہ ان (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا بیٹک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔)، مجھے لگتا ہے کہ مومنین کے لیے یہ بہت بڑی رحمت کا معاملہ ہوگا کہ ان کو ان مخحرف، فاسق اور گم کردہ راہ لوگوں سے الگ اور ممتاز کر دیا جائے گا۔

۳- اللہ نے مومنین سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کا دفاع کرے گا: **إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا۔** (الحج: ۳۸) (اللہ تو مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے۔)

۴- اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو دشمنوں پر غالبہ عنایت کرے گا: **أُولَئِنَّ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلْمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔** (الحج: ۳۹) (جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو جازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور

اللہ (اُن کی مذکورے گا وہ) یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔)

۵۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو اس کے دین کی مدد یعنی اس کا دفاع کرے گا اللہ رب العزت اس کی مدد کرے گا: **وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ**۔ (الحج: ۳۰) (اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے **بِيَتِكَ اللَّهُ تَوَانَا وَرَغَابٌ** ہے۔)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین میں غلبہ عطا کرے گا: **إِنَّ الَّذِينَ إِنْ مَكَنَّا هُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ**۔ (الج: ۲۱) (یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے مظلوم اور جاہد مومنین سے نصرت اور عفو و درگز رکا وعدہ کیا ہے: **ذَلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوِقَبَ بِهِ ثُمَّ بُغَى عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌ غَفُورٌ**۔ (الحج: ۲۰) (یہ (بات اللہ کے ہاں ٹھہر چکی ہے) اور جو شخص (کسی کو) اتنی ہی ایذا دے جتنی ایذا اس کو دی گئی پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ اس کی مدد کرے گا بیشک اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشش والا ہے۔)

دوم: دارین (دنیا و آخرت) سے متعلق وعدے

۱۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بھی اس کے حرمت کی تعظیم کرے گا، اور اس کے حدود کا پاس و لحاظ رکھے گا، اس کو رب کے یہاں ہر طرح کے خیر سے مالا مال کیا جائے گا: **ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ**۔ (الحج: ۳۰) (یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جوالہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ اللہ کے نزد یک اس کے حق میں بہتر ہے۔)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مقرر کردہ شعائر کی تعظیم کرے گا اس کا شمار اہل تقویٰ میں ہو گا: **ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ**۔ (الحج: ۳۲) (یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ (فعل) دلوں کی

پر ہیزگاری میں سے ہے۔)

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار اور اس کے حضور عاجزی اختیار کرنے والے بندوں کو بشارت دیتا ہے:
فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرُ الْمُخْتَيِّفِينَ۔ (الحج: ۳۲) (اُسی کے فرمانبردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے مونین سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا ہے: فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ (الحج: ۵۰) (تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کیلئے بخشش اور پاکیزہ رزق ہے۔)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے مونین سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو صحیح راستے کی جانب رہنمائی کرے گا: وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ۔ (الحج: ۵۳) (اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو سیدھے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے کھلی کامیابی کا وعدہ کیا ہے ان مونین سے جو رکوع اور سجدہ کرتے ہیں اور بھلائی کے کام کرتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكُعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعُلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (الحج: ۷۷) (موننو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کروتا کہ فلاح پاؤ۔)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہد مونین سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو اپنا برگزیدہ اور مقرب بنائے گا اور شہادت علی الناس کے لیے ان کو خاص کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور کار ساز ہو گا: وَجَاهَدُوا فِي اللَّهِ حَتَّى جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مَّلَةً إِبِيَّكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لَيْكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَإِنَّمَا الْمُؤْمِنَى وَنَعْمَ النَّصِيرِ۔ (الحج: ۸۷) (اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین

(پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو ہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔)

سوم: دنیا سے متعلق وعدے

۱۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے آرام و آسائش کی جنتوں کا وعدہ کیا ہے: فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ۔ (الحج: ۵۶) (جو لوگ ایمان لائے اور یہ عمل کرتے رہے وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہجرت اور جہاد کرنے والے مومن بندوں سے رزق حسن کا وعدہ کیا ہے: وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتْلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرَزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ (الحج: ۵۸) (اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر مارے گئے یا مر گئے ان کو اللہ اچھی روزی دے گا اور بیشک اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو ایسی جگہ لے جایا جائے گا جسے وہ پسند کریں گے: لَيُدْخِلَنَّهُم مُذْخَلًا يَرْضُونَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ۔ (الحج: ۵۹) (وہ ان کو ایسے مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور اللہ تو جانے والا (اور) بردبار ہے۔)

ان رباني و معدوں کا یہ مقصد ہے کہ مومنین کے دلوں کو تسلی دی جائے، ان کے اندر امن و سکون اور یقین کی شمع روشن کی جائے کہ ان پر ہر جانب سے اللہ کی عنایتیں ہو رہی ہیں، کچھ ہاتھ سے چلا جائے تو اس پر غم نہ کریں، اور دنیا میں اپنے اس دنیوی مستقبل کے تعلق سے کوئی اندیشہ اختیار کر بیٹھیں، بلکہ ان کو اگر غم کرنا ہے تو اس بات کا کرنا ہے کہ فلاں فلاں نتیکیوں کے موقع ان کے ہاتھ سے نکل گئے، یا فلاں فلاں کوتاہیوں کا صدور ان سے ہو گیا ہے، یا اس بات کا اندیشہ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اعمال اللہ کے حضور شرف قبولیت سے محروم رہ جائیں، اس بات کا اندیشہ رہنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم

سے راضی نہ ہو اور ہماراٹھکانہ جہنم میں ہو جائے۔

اللہ رب العزت کے وعدوں اور بشارتوں پر یہ اطمینان اور یقین بندہ مومن کے اندر یہ اعتماد پیدا کرتا ہے کہ وہ کلمہ حق کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتا ہے، جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکل پڑتا ہے، کیونکہ اس کو کوئی خوف نہیں ہوتا کہ کوئی اس کے رزق کو روک دے گا، یا اس کو وقت سے پہلے موت کے گھاث اتار دے گا، بلکہ اس کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ نے اس کے لیے اور اس کے دین کے لیے جنتوں، نعمتوں، آسمانوں، رزق حسن، کامیابی اور زمین میں غلبہ اور قدر کا وعدہ کیا ہے۔

فصل ششم

اللہ کی عیدیں

(اللہ کی اس عید پر یقین کہ کافروں کے لیے دنیا و آخرت کی نامرادی ہے)

انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ بعض افراد بعض کے دشمن ہوتے ہیں، مونین کے دشمنوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کو کوئی بھی موقع ہاتھ لگتا ہے کہ اللہ، اس کے رسول اور مونین کو دکھ پہنچائیں تو وہ اس موقع کا بھرپور استعمال کرتے ہیں، کمزوروں کے اوپر مظالم کی انتہا کرڈا لتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب اللہ نے مونین کے لیے جنتوں، رحمتوں اور نصرت و غلبہ کا وعدہ کیا تو اسی کے ساتھ ساتھ ظالم کفار کو عذاب اور دنیا و آخرت کی رسوانی کے برے انجام سے بھی آگاہ کر دیا۔ میں نے رب کی جانب سے نازل کردہ تمام عیدوں کو جمع کیا ہے اور اس پر لکھا بھی ہے، لیکن اب میں ترتیب میں کچھ تبدیلی لانا چاہتا ہوں، دنیوی عیدوں کا ذکر میں اخروی عیدوں سے قبل کروں گا، یہ اس دعویٰ اسلوب کے مطابق ہے جس پر میں نے سورہ کہف سے متعلق اپنی کتاب پر تفصیلی گفتگو کی ہے، اس طرح سے کہ مونین کو جب مخاطب بنایا جاتا ہے تو اس میں رحمت و مغفرت کی انواع اور جنت کی آسائشوں کا ذکر ہوتا ہے کہ یہی ان کا اصل مقصد ہے، رہا معاملہ ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کی روشن اختیار کی اور فساد کی راہ پر چل پڑے، تو یہ

لوگ آخرت سے بے خوف ہوتے ہیں، ان کے اوپر دنیا کمانے کی دھن سوار رہتی ہے، اس لیے ان کے لیے آخرت کی وعیدوں سے قبل دنیوی بر بادی اور نقصانات کا ذکر مناسب ہے، لہذا پہلے کفار کے لیے دنیوی عذاب، ذلت اور رسولی متعلق جو عیدیں موجود ہیں ان کا ذکر کروں گا، پھر ان کا ذکر کروں گا جو دنیا و آخرت دونوں سے متعلق ہیں اور آخر میں اخروی عذاب سے متعلق وعیدوں کا ذکر آئے گا، ذیل میں بالترتیب ان وعیدوں کو پیش کیا جا رہا ہے:

اول: کفار کے لیے دنیوی عذاب کی وعیدیں

۱۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو اس بات کی وعید سنائی ہے کہ ان کو آگ کا لباس پہنا یا جائے گا، ان کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، جس سے ان کی کھالیں اور پیٹ گل کر رہ جائیں گے، اسی کے ساتھ ساتھ ان کو لوہے کے ہٹھوڑے لگائے جائیں گے، ہر جانب سے ان کے اوپر رنج و غم تاری ہو گا، اور وہ آگ کے عذاب میں الٹتے پلتے رہیں گے: هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطْعَتْ لَهُمْ نِيَابٌ مِنْ نَارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُؤُوسِهِمُ الْحَمِيمُ - يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ۔ وَلَهُمْ مَقَامٌ مِنْ حَدِيدٍ۔ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمًّا أَعْيَدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيق۔ (الحج: ۲۲ تا ۱۹) (یہ دو (فریق) ایک دوسرے کے دشمن اپنے رب (کے بارے) میں جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے (اور) ان کے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس سے ان کے پیٹ میں اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔ اور ان (کومار نے ٹھوکنے) کیلئے لوہے کے ہٹھوڑے ہوں گے۔ جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (وتکلیف کی وجہ) سے دوزخ سے نکل جائیں تو پھر اُسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا کہ) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔)

۲۔ جو کوئی بھی شرک کا راستہ اختیار کرتا ہے اسے اللہ کی جانب سے ہلاکت، ذلت اور رسولی کی وعید سنائی گئی ہے: وَمَنْ يُشْرِكُ بِاللَّهِ فَكَانَمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءَ فَتَخَطَّفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَجِيقٍ۔ (الحج: ۳۱) (اور جو شخص (کسی کو) اللہ کی ساتھ شرکی مقرر کرتے تو وہ گویا ایسا

ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اُس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دُور جگہ اُڑا کر چینک دے۔)

۳۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو وعدہ سناتا ہے کہ ان کو مہلت دی جائے گی اور پھر ان کی سخت پکڑ ہوگی: فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخْذُهُمْ فَنَجِيفُ كَانَ نَكِيرٌ۔ (الحج: ۳۲) (لیکن میں کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر ان کو پکڑ لیا تو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا (سخت) تھا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ظالم کفار کو بہلا کت، خانہ بر بادی اور ان کے محلات کو ہندڑ میں تبدیل کر دینے کی وعدہ سناتا ہے: فَكَأَيْنَ مِنْ قَرِيَّةٍ أَهْلَكَنَا هَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشَهَا وَبِئْرٌ مُعَطَّلَةٌ وَقَصْرٌ مَشِيدٌ۔ (الحج: ۳۵) (اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر دالا کہ وہ نافرمان تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (بہت سے) کنوئیں بیکار اور (بہت سے) محل ویران (پڑے ہیں)۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ظالم کفار کو یہ وعدہ سناتا ہے کہ ان کو مہلت دی جائے گی اور پھر ان کا حساب کتاب چکا دیا جائے گا: وَكَأَيْنَ مِنْ قَرِيَّةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخْذُنَهَا وَإِلَىٰ الْمَصِيرِ۔ (الحج: ۳۸) (اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا اور وہ نافرمان تھیں پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔)

۶۔ ان کو اس بات سے بھی آگاہ کر دیا گیا کہ وہ باہم سخت اختلاف کا شکار ہو کر رہ جائیں گے: إِنِّي جَعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِسْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْقَاسِيَةُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَغُنْيٌ شِفَاقٌ بَعِيْدٌ۔ (الحج: ۵۳) (غرض (اس سے) یہ ہے کہ جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے اُس کو ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں ذریعہ آزمائش پھرائے بیشک ظالم پر لے درجے کی مخالفت میں ہیں۔)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بھی آگاہ کر دیا کہ وہ اس کی نصرت سے بھی محروم رہیں گے: وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ۔ (الحج: ۱۷) (اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔)

۸۔ اللہ تعالیٰ نے سر کش کفار کو اس بات کی عبید سنا دی کہ ان کو رسوائی اور پسپائی کا سامنا کرنا پڑے گا: یا
 اَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ
 اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبُهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنِقُدُوهُ مِنْهُ ضَعْفَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ۔
 (الحج: ۲۳) (لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پا کارتے
 ہو وہ ایک کمھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کیلئے سب مجمعت ہو جائیں اور اگر ان سے کمھی کوئی چیز چھین لے
 جائے تو اُس سے چھڑا نہیں سکتے طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبد و دونوں) لگے گرے
 ہیں۔)

دوم: کفار کے لیے دنیا و آخرت کے عذاب کی عبیدیں

۱۔ جس نے کفر کی روشن اختیار کی، اللہ کی راہ سے روکنے کا کام کیا، مسجد حرام کی حرمت کا پاس و لحاظ نہیں
 رکھا، اللہ ایسے افراد کو دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
 وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدُ فِيهِ بِإِلْحَادِ
 بِظُلْلٍ نُذَقُهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ۔ (الحج: ۲۵) (جو لوگ کافر ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے اور
 مسجد حرام سے جسے تم نے لوگوں کیلئے یکساں (عبادت گاہ) بنایا ہے روکتے ہیں خواہ وہ وہاں کے رہنے
 والے ہوں یا باہر سے آنے والے، اور جو اس میں شرارت سے کجر وی (وکفر) کرنا چاہے اُسے ہم
 دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔)

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر خائن اور ناشکرے کو اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض اور اس کی
 محبت سے محروم ہے: إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَانٍ كُفُورٍ۔
 (الحج: ۳۸) (اللہ تو مونتوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے بیشک اللہ کی خیانت کرنے والے
 اور کفر ان نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔)

۳۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو یہ عبید سنا تا ہے کہ ان کے دل اندر ہے پن کا شکار ہو جائیں گے: فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى^{اَلْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔} (الحج: ۳۶) (بات یہ ہے کہ آنکھیں اندر ہی

نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔)

سوم: کفاد کے لیے عذاب آخرت کی وعیدیں

۱۔ جو بغیر جانے بوجھے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اللہ سے گمراہ کر دیتا ہے اور اسے آخرت میں آگ کا عذاب چکھائے گا: ثَانِيَ عِطْفَهِ لِيُضْلَلَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ فِي الدُّنْيَا خَزْنٌ وَنَذِيفَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابُ الْحَرِيقِ۔ (الحج: ۹) (اور تکبر سے) گردن موڑ لیتا (ہے) تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے، اس کیلئے دنیا میں ذلت ہے اور قیامت کے دن ہم اسے عذاب (آتش) سوزال کا مزاچکھائیں گے۔

۲۔ جو اپنے رب کی عبادت پر ثابت قدم نہیں رہتا، فتنے اس کے قدموں میں تزلزل پیدا کر دیتے ہیں، اور اس کو دنیا اور آخرت دونوں کے خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ أَطْمَانَ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِيرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔ (الحج: ۱۱) (اور لوگوں میں بعض ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچ تو اس کے سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے (یعنی پھر کافر ہو جائے) اس نے دنیا میں بھی نقشانِ اٹھایا اور آخرت میں بھی یہی تو نقشان صریح ہے۔)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے آگاہ کر دیا کہ جو بھی غیر اللہ کے سامنے سرجھا کے گا یا اس کی عبادت اور پرستش کرے گا، اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رسولی کا سامنا کرنا پڑے گا: إِنَّمَا تَرَأَ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَاللَّوَابُ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَدَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهَ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يَشَاءُ۔ (الحج: ۱۸) (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (ملوک) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ ذیل

کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیٹک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)

۴۔ اللہ کی آیتوں کی مخالفت کرنے والوں کو اللہ نے جہنم کی وعید سنائی ہے: وَالَّذِينَ سَعَواْ فِي آیاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔ (الحج: ۱۵) (اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (اپنے رُعمِ باطل میں) ہمیں عاجز کرنے کیلئے سمجھ کی وہ اہلِ دوزخ ہیں۔)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو آگہ کر دیا کہ اچانک قیامت ان کو آپکے لئے گی اور ایک نامبارک دن کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا: وَلَا يَرَأُلُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيهِمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيهِمْ عَذَابٌ يَوْمٌ عَقِيمٌ۔ (الحج: ۵۵) (اور کافر لوگ ہمیشہ اس سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ قیامت ان پر ناگہاں آجائے یا ایک نامبارک دن کا عذاب ان پر آواتع ہو۔)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والے کفار کو سوکن عذاب کی دھمکی دی ہے: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَئِكَ لَهُمْ عَدَابٌ مُّهِينٌ۔ (الحج: ۷۵) (اور جو کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے: إِنَّ النَّارَ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبِعْسَ الْمَصِيرُ۔ (الحج: ۲۷) (وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ مُرَاٹھکا نہ ہے۔)

ایک فرد مون جب کفار کو سنائی گئی ان وعیدوں کو سنتا اور پڑھتا ہے، تو اس کے دل میں خیانتِ الہی کے جذبات امُنے لگتے ہیں کہ کہیں وہ بھی رب کی نعمتوں سے محرومی کے فتنے سے دوچار ہو جائے، اپنی کوتاہی سے وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اس کا شمار بھی ظالم کفار میں ہونے لگے، اس طرح وہ ان تمام بھیانک وعیدوں اور دردناک موقع کا سزاوار بن جائے۔ فرد مون کو جب ثباتِ قدیمی نصیب ہوتی ہے تو کفار کی تمام مال و دولت اور خزانے اس کی نگاہ میں بیچ ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب اس خدائے بزرگ و برتر کے سامنے ریت کے ذرات کی مانند ہیں، ایک مرتبہ کلمہ 'کن' کی آواز آئے گی کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تمام انسانوں کے لیے نشانِ عبرت بن جائیں گے، اور آخرت کے

دردناک عذاب میں تڑپتے رہ جائیں گے۔ جب ایک فرد مسلم جہاد کی جانب پیش قدمی کرتا ہے تو دل کے اس یقین اور اعتماد کے ساتھ کرتا ہے کہ اللہ اس کا ناصر و مددگار ہے، وہ ان ظالم کفار سے نفرت کرتا ہے، اس نے ان کو ہلاکت، بتاہی اور کھلے ہوئے نقصان سے آگاہ کیا ہے، اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کی وعدوں پر مشتمل پیغام حق کو لے کر نکل پڑتا ہے۔

فصل ہفتم

اسلام کی آفاقیت اور انسانی فطرت کا فہم

میں نے جب اس سورہ کے الفاظ اور اس کی آیتوں کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا، تو 'الناس' کے لفظ نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا، یہ لفظ سورہ میں ۱۵ مرتبہ آیا ہے، راجح قول کے مطابق یہ مدنی سورہ ہے، چنانچہ مدنی سورتوں کی طبیعت کے مطابق اس میں 'الناس' سے خطاب کم ہو کر 'الذین آمنوا' سے زیادہ ہونا چاہئے تھا۔ اسی طرح جب ہم اس سورہ کا مقارنہ اس کے قریب کی دوسری سورتوں سے کریں گے تو معلوم ہو گا کہ سورہ مومنوں میں 'الناس' کا لفظ ایک مرتبہ بھی نہیں آیا ہے، سورہ نور میں ایک مرتبہ اور سورہ الفرقان، الشیراء، النمل، القصص میں دو دو مرتبہ آیا ہے۔ جب سورہ حج کی ماقبل سورتوں کو دیکھتے ہیں تو سورہ الحج سے پہلے سورہ الانبیاء کا ذکر ہے اور اس میں صرف دو مرتبہ 'الناس' کا لفظ ملتا ہے، سورہ طہ میں ایک مرتبہ اور مریم و کہف میں دو دو مرتبہ۔ اس لیے مجھے ضروری معلوم ہوا کہ اس سورہ پر ٹھہر کر غور و فکر کیا جائے کہ وہ کیا ہم بات ہے جس کے سبب اس لفظ کو اس سورہ میں دیگر سورتوں کے بالمقابل اتنی زیادہ

خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں الناس کا لفظ اس کے اطراف کی ۹ سورتوں سے بڑھ کر ہے، الناس سے متعلق آیات کی ہم درج ذیل تقسیم کر سکتے ہیں:

اول: ان آیات سے اسلام کی آفاقیت واضح ہوتی ہے کہ اس میں ساری انسانیت کو مخاطب بنایا گیا ہے، یہ آیات درج ذیل ہیں:

۱- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ۔ (الحج: ۱) (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہو گا۔)

۲- يَوْمَ تَرَوُنَاهَا تَذَهَّلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُم بِسُكَارَى وَلَكِنَ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ۔ (الحج: ۲) (جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہو گا کہ) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو متوا لے نظر آئیں گے مگر وہ متوا لئنہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدھوش ہو رہے ہوں گے یہ نکاح اللہ کا عذاب بڑا ہے۔)

۳- إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسِيْدِ الْحَرامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءِ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدُ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نُدْقُهُ مِنْ عَذَابِ أَنْيَمٍ۔ (الحج: ۲۵) (جو لوگ کافر ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے اور مسجد حرام سے جستم نے لوگوں کیلئے یکساں (عبادت گاہ) بنایا ہے روکتے ہیں خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے، اور جو اس میں شرارت سے کجھ وہی (وکفر) کرنا چاہے اُسے ہم در دنا ک مذاب کا مزہ چکھائیں گے۔)

۴- وَأَذْنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجَّ يَأْتُوكَ رَجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجَّ عَمِيقٍ۔ (الحج: ۷) (اور لوگوں میں ج کیلئے منادی کر دو کہ تمہاری طرف پہلی اور دلبے دلبے اونٹوں پر جو دُور (دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔)

۵- الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بَيْعُضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبَيْعُ وَصَلَوَاتُ وَمَسَاجِدُ يُدْكُرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا

وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ۔ (الحج: ۳۰) (یہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناقن نکال دیتے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں کے) گر جے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے بیشک اللہ تو انہا اور غالب ہے۔)

۶۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ۔ (الحج: ۳۹) ((اے پیغمبر! کہہ دو کہ لوگو! میں تم کو حلم کھلانصیحت کرنے والا ہوں۔)

۷۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ۔ (الحج: ۲۵) (کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ نے تمہارے زیر فرمان کر رکھی ہیں اور کشتیاں (بھی) جو اُسی کے حکم سے دریا میں چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے کہ زمین پر (نہ) گر پڑے مگر اُس کے حکم سے، بیشک اللہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا ہم بان ہے۔)

۸۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَعِمُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذَبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبُهُمُ الذَّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنِقُدُوهُ مِنْهُ ضَعْفَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ۔ (الحج: ۳۷) (لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا اپکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بن سکتے اگرچہ اس کیلئے سب مجتمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اُس سے چھڑانہیں سکتے طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود دونوں) گئے گزرے ہیں۔)

۹۔ اللَّهُ يَضْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ۔ (الحج: ۷) (الله فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی، بیشک اللہ سنتے والا

(اور) دیکھنے والا ہے۔)

یہ ۹ مقامات ہیں جہاں خطاب تمام نوع انسانیت کے لیے ہے اور تمام انسانیت کو تقویٰ کی راہ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے، کہا گیا کہ قیامت کے دن لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ قیامت کی ہولناکی سے گر پڑ رہے ہوں گے۔ مسجد حرام کو تمام ہی انسانوں کے لیے تعمیر کیا گیا ہے، اس میں داخلہ پر اللہ کے کسی بھی بندے کے لیے ممانعت نہیں ہے۔ ابراہیمؑ کی دعوت تمام نوع انسانیت کے لیے عام ہے۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کو ہٹانا چاہتے ہیں، ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور ایک دوسرے پر ظلم کو روکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ ہدایت کی کہ وہ پیغامِ حق تمام انسانوں تک پہنچائیں، رب کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ وہ نیکوکارا و بدکار ہر دو قوم کے انسانوں کے لیے عام ہے، پھر ایک مثال بیان کر کے تمام انسانوں کو چیخ کیا گیا اور کہا گیا کہ اس بات کو سن لیں کہ اگر وہ تمام مل کر اس بات پر ایکا کر لیں کہ وہ ایک مکھی تخلیق کریں گے تو اس کے باوجود انہیں ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، اور اگر کمکھی ان کے ہاتھ سے کچھ لے بھاگے تو یہ اس سے وہ چیز چھیننے سے قاصر رہ جائیں گے۔ رب کی بے پایا قدرت کے سامنے تمام انسانیت کے پاس بجز اور ضعف کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ آخری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں اور فرشتوں میں سے اپنی پسند کے فرستادے منتخب کرتا ہے۔

دوم: فرد مسلم جس کو قرآن پر یقینِ کامل ہوتا ہے، اس کو ان آیات کے ذریعہ لوگوں کی طبیعتوں اور خصوصیتوں کا علم ہوتا ہے، اس طرح اس کے ذہن میں لوگوں سے معاملات کرنے سے قبل ان کی ایک تصویر رہتی ہے، اس کے سامنے انہوں نے واقعات پیش آتے ہیں اور اس پر ان کا کوئی رعمل نہیں ہوتا کیونکہ وہ پہلے ہی سے ان سے واقف ہوتا ہے۔ قرآن مجید لوگوں کی طبیعتوں اور ان کی خصوصیات سے متعلق حقیقی تصویر پیش کرتا ہے۔ ذیل میں مذکور قرآنی آیات انسانوں کی ایک مخصوص قسم کے بارے میں گفتگو کرتی ہیں:

أَوَمَّنِ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِيِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَبَعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ۔ (الحج: ۳) (اور بعض

لوگ ایسے ہیں جو اللہ (کی شان) میں علم (وداش) کے بغیر بھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔)

۲- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُحَاجِدُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ (الحج: ۸) (اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ (کی شان) میں بغیر علم (وداش) کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے بھگڑتا ہے۔)

۳- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ أَطْمَانَ بِهِ وَإِنْ أَصَابَهُ فِتْنَةٌ انقلبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔ (الحج: ۱۱) (اور لوگوں میں بعض ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچ تو اس کے سب مطمین ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل اوت جائے (یعنی پھر کافر ہو جائے) اُس نے دنیا میں بھی نقسان اٹھایا اور آخرت میں بھی یہی تو نقسان صریح ہے۔)

۴- إِلَّمْ تَرَأَنَ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يَشَاءُ۔ (الحج: ۱۸) (کیا تم نہیں دیکھا کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جوز میں میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ ذیلیں کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیٹک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)

۵- وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مُّلَهَّ أَبِيَّكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاًكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلٍ وَفِي هَذَا لَيْكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَاقْبِلُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ۔ (الحج: ۷۸) (اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے)

تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔

سوم: ان مقامات پر گفتگو مخصوص گروہ کے سلسلہ میں ہے، اس کی خصوصیات یہاں کی گئی ہیں، آیت ۳۸ اور ۸۱ کے اندر ایک فریق کا ذکر ہے جو اس بات پر مصروف ہے کہ اللہ کے سلسلہ میں بغیر کسی علم اور ہدایت کے جھگڑا کرتا رہے، سرکش شیطان کی اتباع کرے، ایسے لوگوں کو نہ روشن دلائل سے خاموش کیا جاسکتا ہے، نہ قرآن، آیات اور مجیدات سے ان کی زبان بند کی جاسکتی ہے، یہ نہ ظاہری واقعات سے سبق لینے والے ہیں اور نہ ان واقعات سے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تائید کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے: وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرِسِّلَ بِالآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوْلُونَ وَآتَيْنَا ثُمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا وَمَا نُرِسِّلَ بِالآيَاتِ إِلَّا تَحْمِلُونَفَا۔ (الاسراء: ۵۹) (اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لئے موقف کر دیں کہ اگلے لوگوں نے اس کی تکذیب کی تھی اور ہم نے شمود کو اُنہیں (نبوتِ صالح کی کھلی) نشانی دی تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم جو نشانیاں بھیجا کرتے ہیں تو ڈرانے کو۔ اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے: وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمْهُمُ الْمَوْتَىَ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمُ كُلَّ شَيْءٍ قُبْلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ۔ (الانعام: ۱۱) (اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتنا دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے الاما شاء اللہ بات یہ ہے کہ یہ اکثر نادان ہیں۔) یہ حقیقت، ضرر، اور جھگڑا ایک مسلم کی ہمت پست نہیں کر سکتا کہ وہ دعوت کے کام سے بازاً جائے اور ان کے ساتھ احسن انداز میں گفتگو کرنا چھوڑ دے، بندہ مسلم یہ سب اس لیے کرتا ہے تاکہ اللہ کے یہاں اس کو قصور وارہ ٹھہرایا جائے کہ اس نے ان لوگوں تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا، فرمان الٰہی ہے: وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعْظُلُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مَعَذِّبُهُمْ

عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَقَّونَ۔ (الاعراف: ۱۶۳) (اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کر دینے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس لئے کہ تمہارے رب کے سامنے مذدرت کر سکیں اور عجیب نہیں کہ وہ پر ہیز گاری اختیار کریں۔)، اس طرح ایک داعی ہدایت کے سلسلہ میں ماہیں نہیں ہوتا، اسے اللہ تبارک و تعالیٰ سے یہ امید رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بری الذمہ قرار دے گا کہ اس نے اپنا کام کر دیا اور پیغام حق پہنچا دیا۔

چھارم: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ أَطْمَانَ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِيرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔ (الحج: ۱۱) (اور لوگوں میں بعض ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچ تو اس کے سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے (یعنی پھر کافر ہو جائے) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی یہی نقصان صریح ہے۔)، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی عبادت کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں، شیخ سعدی اپنی تفسیر میں ان لوگوں کے متعلق لکھتے ہیں:

”لوگوں میں کچھ کم زور ایمان والے ہوتے ہیں، ایمان ان کے دل میں گھر کیے ہوئے نہیں ہوتا، انہیں ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی، وہ ایمان یا تو کسی خوف کے نتیجے میں قبول کرتے ہیں یا پھر یونہی، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ کسی آزمائش پر یہ ثابت قدم نہیں رہ پاتے، اگر کوئی دنیاوی منفعت ملے تو مطمئن رہتے ہیں، اگر خوشحالی کی زندگی ہو، مشکلات سے آزاد ہوں تو اس خوشحالی کے سبب ان کو اطمینان ہوتا ہے نہ کہ ایمان کے سبب۔ بسا اوقات اللہ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ کرتا ہے کہ ان کو آزمائشوں کا سامنا ہی نہیں کرنا پڑتا کہ وہ دین سے پھر جائیں، یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ اگر کوئی مصیبت آپڑے، یا کوئی محبوب چیز ہاتھ سے نکل جائے تو وہ منہ کے بل لوٹ جاتے ہیں، اور ارتدا دکاش کا شکار ہو جاتے ہیں۔“ (اس روایت کی تخریج اس سے پہلے گزر چکی ہے۔)

سید قطب ایسے لوگوں سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”جو لوگ مصیبت کے وقت منہ کے بل لوٹ پڑتے ہیں وہ ایسے خسارے کا سامنا کرتے ہیں جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا، قرآن میں کہا گیا کہ یہ کھلا ہوا خسارہ ہے، جس کے نتیجے میں انسان کی نیندیں اڑ جاتی ہیں، اطمینان اور سکون غائب ہو جاتا ہے، رب کی رضامندی سے وہ یکسر محروم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مال واولاد اور صحت و دیگر دنیوی آسانیوں سے بھی محروم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان سب چیزوں کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے کہ ان کو کس قدر یقین حاصل ہے، وہ مصائب پر کتنا ثابت قدم رہ سکتے ہیں، ان کے اندر کس قدر راخلاص پایا جاتا ہے، اللہ کے فیصلوں پر وہ رضامندی ظاہر کرنے پر کس قدر آمادہ ہیں۔ اسی طرح ان کو آخرت کا خسارہ بھی اٹھانا پڑے گا، اس کی آسانیوں، نعمتوں اور رب کی رضامندی سے محروم رہیں گے، کیا ناکامی اور خسارے کا سودا ہے؟! چنانچہ آزمائشیں رب کے فیصلوں پر صحیح عمل واضح کرتی ہیں۔ مومن اپنے رب کے سامنے سرتلیم خم کیے ہوتا ہے، وہ ابتداء ہی سے سارے احکام کا پابند ہوتا ہے، جو کچھ بھی نرم و گرم حالات آئیں وہ ان کو قبول کرتا ہے اور رب سے ہر حال میں راضی ہوتا ہے۔ یہ بازار میں ایک دوکاندار اور گاہک کے بیچ کا سودا نہیں ہوتا ہے بلکہ مخلوق کی جانب سے رب کی اطاعت اور فرمانبرداری کا معاملہ ہوتا ہے، جس رب کی ساری کائنات پر حکمرانی ہے اور جس نے اس کائنات کو عدم سے وجود بخشنا ہے۔ (فی ظلال القرآن، سید قطب: تفسیر سورۃ الحج: ج ۲، ص ۱۳۲)

روزمرہ کی زندگی میں اس قسم کے افراد سے ہمارا سامنا ہوتا رہتا ہے جو اللہ کی عبادت کنارے پر کھڑے ہو کر رہتے ہیں، اور یہ اللہ کے ساتھ اس وقت تک رہتے ہیں جب تک اللہ ان کی صحت اور مال واولاد میں اضافہ کرتا رہتا ہے، جہاں کوئی مصیبت درپیش ہوتی ہے، وہ پلٹ جاتے ہیں اور اپنی خواہشات نفس اور شیطان کے پیرو ہوتے ہیں۔

میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو برے وقت آنے پر اشتراکیت کا راگ الائپنے لگتے ہیں، جب خوشحالی آتی ہے تو سرمایہ داری اور لبر لائزنس کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں۔

میں نے ایسے بھی لوگ دیکھے ہیں ہیں کہ ماحول دیکھ کر تبدیل ہوتے رہتے ہیں، اگر اسلامی ماحول ہے تو بہت ہی دل لگا کر عبادت کرتے نظر آتے ہیں اور جب کہیں باہر کا سفر ہوتا ہے اور ماحول بدلا ہوا نظر آتا ہے تو وہ بھی انہیں لوگوں میں شامل ہو جاتے ہیں، اور عبث چیزوں میں اپنے وقت کا ضیاع کرتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصولاً وہ کسی مسلم ماحول سے تعلق ہی نہیں رکھتے۔

میں نے ایسے بھی لوگ دیکھے ہیں جو مسکینوں، ناداروں اور کمزوروں کے لیے آوازیں بلند کرتے پھرتے ہیں، لیکن ان ہی کو جب کوئی منصب سونپ دیا جاتا ہے تو وہ محروم اور مسکین لوگوں کے خلاف وحشیوں کی طرح چڑھ دوڑتے ہیں۔

پنجم: أَلْمَ تَرَأَنَ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنَّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يَشَاءُ - (الحج: ۱۸) (کیا تم نہیں دیکھا کہ جو (ملوق) آسمانوں میں ہے اور جوز میں میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیٹک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔) اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ پوری کائنات، آسمان وزمیں، شمس و قمر، پہاڑ، تارے اور درخت، چرند پر نسب خوشی خوشی اللہ کے سامنے سنبھود رہتے ہیں، اور بہت سے لوگوں کا بھی یہی حال ہے، لیکن انسانوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جس نے انتکاب کی روشن اختیار کر لی ہے، جو اللہ واحد کے سامنے سر کو جھکانے سے انکار کرتا ہے، ایسے لوگ اللہ کے عذاب کے مستحق ہیں: وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ۔ انسان کے لیے عزت اور تکریم کا سب سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرنے لگے، اس کے سامنے سنبھود ہو جائے اور اس کائنات کی ان تمام مخلوقات کے ساتھ وہ بھی اللہ کی عبادت اور اس کی بندگی کرنے لگ جائے۔

آیت ۸۷: زَجَاهِدُوا فِيِ اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ

حَرَجٌ مِّلَةً أَيْمُكْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاًكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا
 عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ
 مَوْلَانَا فَبِنَعْمِ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرِ۔ (الحج: ۸) (اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد
 کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور
 تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا
 نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں
 شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو
 کپڑے رہو وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔ سورہ حج کی یہ آخری آیت
 ہے، اس آیت میں الناس کا لفظ عام ہے، لیکن سیاق پر غور و فکر کے ذریعہ اس کے اندر موجود خصوصیات
 کو دیکھا جا سکتا ہے، اللہ کے رسول اس پر شہادت حق کا فریضہ انجام دیں گے، اس امت کا منہج اور رخ
 متعین کریں گے، ان کو صحیح اور غلط سے آگاہ کریں گے، اور یہ امت اسی انداز سے تمام انسانیت پر
 شہادت حق کا فریضہ انجام دے گی۔ اس طرح اس امت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انسانیت کا
 ذمہ دار ٹھہرایا گیا، یہی امت لوگوں کو شریعت کے پیمانوں سے واقف کرائے گی، ان کی تربیت کا فریضہ
 انجام دے گی اور کائنات نیز حیات کے تعلق سے انسانوں کو صحیح راستے کی تلقین کرے گی، اور ایسا اسی
 صورت ممکن ہے جبکہ امت اسلامیہ اس منہج پر قائم رہے، جو اللہ کا پسندیدہ منہج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ
 امت نے جب تک اس الہی منہج سے خود کو وابستہ رکھا اور اپنی عملی زندگی سے اس کا ثبوت فراہم کیا اس
 وقت تک اس امت نے انسانوں کے درمیان اپنے مطلوبہ کردار کو ادا کیا، لیکن جب اس کے
 اندر انحراف آنے لگا، اس نے شریعت کے مطالبے پورے کرنے چھوڑ دیئے، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے
 قیادت کا منصب واپس لے لیا اور اسے قافلہ کے بالکل پچھلے حصہ میں ڈال دیا، اس کی یہی صورت حال
 اب بھی ہے اور یہی صورت حال برقرار رہے گی یہاں تک کہ وہ اسی راستے پر واپس آجائے جو اللہ نے اس
 کے لیے پسند فرمایا ہے، جیسا کہ شہید سید قطب فرماتے ہیں (فی ظلال القرآن، سید قطب: ج: ۲،

ص ۲۳۳۶): یہ ضروری ہے لوگوں میں ایک تعداد اسلام کے تبعین کی بھی ہو، جو اللہ کے رسول کے لائے ہوئے پیغام کو مانتے ہوں، رسول نے تو شہادت حق کا کام انجام دے دیا، اب اس کے پیروکاروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کی انتحک جدو جهد کریں کہ تمام نوع انسانیت کے سامنے شہادت حق کا فریضہ انجام دیں، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ان لوگوں کی ایک تعداد غیر مسلم ہو، جن کا امت اسلامیہ سے کوئی رشتہ نہ ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ غور و فکر کے نتیجے میں 'الناس' کے عموم میں کچھ خصوصیت پیدا کی جائے۔ امام ثانی نے الرسالۃ میں اسی طرح کی بات کہی ہے جہاں انہوں نے سورہ آل عمران کی ۳۷ء انبہر آیت کی تفسیر بیان کی ہے۔ **الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشُوْهُمْ فَزَادُهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔** (آل عمران: ۳۷) ((جب) ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لئے (لشکر کشیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈر و تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کار ساز ہے۔)، اس آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ذہن و فکر کا استعمال کریں تو ہم الناس کے لفظ کو خصوص افراد کے لیے بھی مان سکتے ہیں۔ کیونکہ الناس کی یہاں تین فتن میں بیان ہوئی ہیں:

کفر کی روشن اختیار کرنے والے جنہوں نے دوسری قسم یعنی مومنین کے خلاف مجاز کھول رکھا ہے، تیسرا قسم ان لوگوں کی جو مومنین کے پاس جا کر انہیں کفار کے منصوبوں سے باخبر کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ الناس کے لفظ سے یہی بات سمجھنی چاہئے کہ یہ عام نہیں بلکہ خاص افراد کے لیے استعمال ہوا ہے، اس روشنی میں ہمیں ان لوگوں کا روایہ غلط ہونے کا یقین ہو جائے گا جو ایک ملک، قوم، مذہب یا جماعت پر ایک ہی جیسا حکم لگادیتے ہیں کہ وہ سب ایک ہی جیسے ہیں، قرآن نے اس سلسلہ میں بہت ہی محتاط اور اصولی موقف اختیار کیا ہے، کبھی کہتا ہے: **وَمِنَ النَّاسِ۔** اس سے کلت کے معنی نکلتے ہیں، **وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ۔** اس سے کثرت کے معنی نکلتے ہیں، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معاملہ غور و فکر اور عقل کے استعمال کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اس سے بہتر اصولی بات کون سی ہو سکتی ہے جو اہل کتاب سے متعلق قرآن میں بیان ہوئی ہے: لَيْسُوا
 سَوَاءٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَاتِمَةٌ يَنْتُلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ۔ (آل
 عمران: ۱۱۳) (یہ بھی سب ایک جیسے نہیں ہیں، ان اہل کتاب میں کچھ لوگ (اللہ کے حکم پر) قائم
 بھی ہیں جو رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے اور (اُسکے آگے) سجدے کرتے ہیں۔) اسی طرح
 ارشاد ہے: وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمَنْ هُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِدِينَارٍ لَا
 يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا۔ (آل عمران: ۷۵) (اور اہل کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے
 کہ اگر تم اُس کے پاس (روپوں کا) ڈھیر کھدو تو تم کو (فوراً) واپس دے دے اور کوئی اس طرح کا ہے
 کہ اگر اُس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو جب تک اُس کے سر پر ہر وقت کھڑے نہ رہو تمہیں
 دے ہی نہیں۔)

فصل ہشتم

ایک اہم اسلوب

اس سورہ کے اندر 'ذلک' کے اسلوب کی سات مرتبہ تکرار (آیات: ۲۱، ۴۰، ۵۹، ۳۲، ۲۹، ۱۰، ۲: ۶۱) نے مجھے سوچنے پر پر مجبور کر دیا، جہاں اس اسلوب کا ذکر ہے وہیں پچھنتا ہے کہ کبھی تذکرہ موجود ہے جو اس سے پہلے مذکور اسباب سے تعلق رکھتے ہیں، یا کسی نتیجے کو ذکر کرنے کے بعد اس کا ایک نیا سبب بیان کیا گیا ہے، ذیل میں ہم ان مقامات پر تمہاروں لئے کہاں کہاں اس اسلوب اور اسباب و متنج کے درمیان موجود ربط و تعلق معلوم کرنے کی کوشش کریں گے:

پہلا مقام: اللہ تعالیٰ نے بعثت بعد الموت کے سلسلہ میں شک کرنے والوں کو مناطب کرنے کے بعد فرمایا کہ اس نے انسان کی تحقیق مٹی سے کی ہے، وہی مردہ زمین کو بارش نازل کر کے زندگی بخشتا ہے پھر

اس سے طرح طرح کے بنا تات تکتے ہیں، ان سب کا ذکر کرنے کے بعد پانچ منائج بیان کیے جن کی ابتداء لفظ ذلک سے ہوتی ہے: ذلک بِإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَإِنَّهُ يُحْبِبُ الْمُؤْمِنَوْنَ وَإِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ وَإِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَنْ فِي الْقُبُورِ۔ (الحج: ۲۷)

(ان قبورتوں سے ظاہر ہے کہ اللہ ہی (قادر مطلق ہے جو) بحق ہے اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ مشکل نہیں اور یہ کہ اللہ سب لوگوں کو جو قبور میں ہیں جلا اٹھائے گا۔) یعنی، منطقی اور عقلی نتیجہ بیان کیا گیا ہے کہ جو انسان کو عدم سے وجود میں لاسکتا ہے، مردہ زمین کو زندگی بخش سکتا ہے، وہی بحق ہے اور وہی اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے، اس تہذیبات کی قدرت سے باہر کچھ بھی نہیں ہے، بلاشبہ قیامت آکر رہے گی اور قبوروں سے سب کو نکال باہر کیا جائے گا۔

دوسرा مقام: اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کر دی کہ لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے سلسلہ میں کسی علم، روشن کتاب اور ہدایت کے بغیر بھگڑا کرتے رہتے ہیں، زبان کا غلط استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو اللہ کی راہ سے گراہ کرتے ہیں، اللہ نے ان کو دو چیزوں کی وعدہ سنائی ہے، ایک یہ کہ ان کو دنیا میں رسولی کا سامنا کرنا پڑے گا، اور وہ آخرت میں رسول کی عذاب سے دوچار ہوں گے، یہ ایک نتیجہ بیان ہوا ہے اور اس کا سبب اس کے بعد والی آیت میں لفظ ذلک کے ذریعہ بیان ہوا ہے: ذلک بِمَا قَدَّمَتْ يَدَكَ وَإِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَامٍ لِلْعَيْدِ۔ (الحج: ۱۰) (اے سرس! یا س (کفر) کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔)، یہاں دو سباب کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں ان کو دنیا کی رسولی اور آخرت کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا، ایک دنیوی ہے کہ جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے یعنی ان کے کرتوت، اور ایک اخروی ہے کہ اللہ کے یہاں عدل کا معاملہ ہوگا اور اس کی بارگاہ میں کسی بھی بندے کے ساتھ نا انصافی نہیں کی جائے گی، یعنی اس کا نظام عدل و قسط۔

تیسرا مقام: آیات کے اندر مناسک حج اور ان کے منافع، نیز بہت اللہ کے طواف کا ذکر ہے، اس

کے بعد ایک نئی آیت بیان ہوئی ہے جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: ذلِکَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ۔ (الحج: ۳۰) (یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ان حرمتات کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔)، گویا کہ لوگوں کو جس سبب نے اپنے مال و اولاد کو چھوڑ کر، تنگ اور گھرے راستوں سے آنے پر راغب کیا وہ اللہ کے حرمتات کی تعظیم ہے، اس تعظیم کا نتیجہ ہے کہ بندے وارثگی کے عالم میں ارض حرام کا رخ کرتے ہیں، تمام ہدایات کی تعمیل کرتے ہیں، ایسا صرف اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ کے مقرر کردہ حرمتات کی تعظیم کریں۔ اس طرح یہاں ذلک کے بعد جو کچھ ذکر ہوا ہے وہ ماقبل کا نتیجہ بن سکتا ہے کہ احرام، سعی، طوف، اور قربانی کے جانور کو ہانکنا یہ تمام امور سبب ہیں اور نتیجہ اس کا یہ ہے کہ اللہ کی تعظیم کی جائے، اس طرح یہ مناسک اسباب بن جائیں گے جو ایک پاکیزہ نتیجہ تک پہنچاتے ہیں اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ حج اور عمرہ کرنے والوں کے دلوں میں اللہ کے حرمتات کی تعظیم ہوگی، یہی اللہ کے نزدیک سب سے بڑی نعمت ہے۔

چونکہا مقام: پچھلے مقام سے یہ مقام یک گونہ مشابہت رکھتا ہے کہ آیات بتوں کی ناپاکی سے دوری اختیار کرنے اور جھوٹ باتوں سے اجتناب کو لازم قرار دیتی ہیں، اور یہ تلقین کرتی ہیں کہ انسان کیسو ہو کر خالص اللہ کی عبادت میں محو ہو جائے۔ یہ آیات اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو اس بات کی وعید سناتی ہیں کہ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کو پرندے اچک لے جائیں، اور تیز آندھیاں اسے دور کھایوں میں لے جا کر ڈال دیں، اس کے بعد ذلک کے ساتھ بات کی گئی: ذلِکَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔ (الحج: ۳۲) (یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص شعائر کی تعظیم کرے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔)، اس طرح شرک و بت پرستی کو اپنے اندر سے بالکل نکال باہر کرنے یا کچھ بھی جھوٹ اور بہتان کی باتیں منہ سے نہ نکالنے کی بات کی گئی ہے، اب جو بھی ایسا کرے گا وہ شعائر کی تعظیم کے سبب دل کے تقوی سے مالا مال ہو گا، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے اس سے یہ امید لگانا ناممکن ہے کہ جھوٹ بولے، فاجروں کی جیسی کسی حرکت کا اس سے صدور ہو، یا کسی بھی طرح کا ادنی شرک بھی اس کے اندر موجود ہو۔

پانچواں مقام: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے کفر کی روشن اختیار کی، اللہ کی آئیوں کو جھلایا، ممکن ہے کہ وہ موننوں کو بھرت کرنے پر مجبور کردیں اور ممکن ہے کہ انہیں قتل کر دالیں، لہذا اللہ موننوں سے رزق حسن کا وعدہ کرتا ہے اور ان سے وعدہ کرتا ہے کہ ان کو ان کی پسندیدہ جگہ یعنی جنت میں داخل کرے گا، یا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو ان کے وطن واپس لائے گا جہاں سے ان کو نکل جانے پر مجبور کیا گیا تھا، اس نتیجہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ کیا ہے، ذلک کے ساتھ بات کی شروعات ہوئی کہ: ذَلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوَقِبَ بِهِ ثُمَّ بَغَىٰ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌ غَفُورٌ۔ (الحج: ۲۰) (یہ (بات اللہ کے ہاں ٹھہر چکی ہے) اور جو شخص (کسی کو) اتنی ہی ایذا دے جتنی ایذا اس کو دی گئی پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ اس کی مدد کرے گا بیشک اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔)، ان لوگوں کو ظلم و ستم سہنے کے بعد نصرت ملی، ظالموں نے ان پر خوب زیادتی کی تو اللہ نے ان سے نصرت اور غلبہ کا وعدہ کیا، اس طرح ذلک سے قبل مذکور نتیجے کے اسباب یا اس کا اصل سبب بیان کیا گیا کہ اللہ ان بیچارے موننوں کو سوانحیں کرے گا۔

چھٹا اور ساتواں مقام: اللہ تعالیٰ نے کمزور اور ستائے ہوئے مونین سے وعدہ کیا کہ جب وہ جنگ کریں گے اور ان سے بدله لیں گے تو اللہ کی نصرت آئے گی۔ اس طرح نصرت ایک نتیجہ ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے مونین کے دلوں کو اطمینان بخشنے کے لیے بعض اسباب کا ذکر کر دیا جن اسباب سے دلوں میں یقین جاگریں ہو جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ۔ (الحج: ۲۲) (یہ اس لئے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اس لئے کہ اللہ رفع الشان اور سب سے بڑا ہے۔)، اس میں ذلک کے لفظ سے اس بات پر زور دیا گیا کہ اللہ موننوں کی نصرت پر قادر ہے کہ وہی تہذیات برحق ہے جو روشن دن کوتار یک رات میں اور تاریک رات کو روشن دن میں داخل کرتا ہے، وہ اس بات پر قادر ہے کہ تاریکی کو روشنی میں تبدیل کر دے اور روشنی کوتاری کی سے بدل دے۔ اس کے بعد ساتواں مقام ہے، وہاں پر بھی اسی بات کی تاکید ہے کہ اللہ ہی برحق ہے اس کے سوا جو کچھ بھی ہے

وہ باطل ہے، وہ بزرگ و برتر ہے اور وہ تہذیات ہے جو حق کو باطل پر غالب کر سکتا ہے اور کمزورستائے ہوئے لوگوں کی ظالموں کے بالمقابل مدد کر سکتا ہے۔

میرے خیال سے اس اسلوب کے ذریعہ اسباب و عمل اور نتائج و اسباب کے درمیان موجود رشتہ کی اہمیت معلوم ہو جاتی ہے، اس کے ذریعہ قرآن و سنت کے نصوص پر ایمان رائج ہوتا ہے۔ عقل کے اطمینان اور قلب کے یقین کی بدولت خاص طور سے موجودہ دور کی اس نئی نسل کے اندر ایمان رائج ہو جائے گا جو اسباب، عمل، نتائج نیز شرعی مقاصد کو سمجھنا چاہتے ہیں، اس سے یہ فائدہ بھی حاصل ہو گا کہ عبادات کی ادائیگی کے سلسلہ میں ان کے اندر حوصلہ اور حق پر ثابت قدمی پیدا ہو جائے گی۔

فصل نهم

ترغیب و ترہیب کے لیے مختار الفاظ کا استعمال

جب میں نے سورہ حج کے الفاظ اور تعبیرات پر ٹھہر ٹھہر کر سوچنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں ایک ایسا اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو ان لفظوں میں قرآن کے کسی بھی حصے میں ایک جگہ نہیں ملے گا، اس کے الفاظ میں قوت بھی ہے اور تیزی بھی، سختی بھی ہے اور تحریک بھی۔ لگتا ہے کہ ترہیب کا رنگ پوری سورہ پر غالب ہے، تاہم ایسی پیاری عبارتیں بھی اس میں موجود ہیں جن کے اندر ترغیب کا نرم اور لطیف اسلوب بھی پایا جاتا ہے جو مونین کے قلب و ذہن میں تحریک پیدا کر دیتا ہے، ان کے دلوں کو اللہ کی رحمت، مغفرت، رزق اور یہشیگی کی جنتوں سے تازہ تر کر دیتا ہے۔

سورہ خودا پنا تعارف کرائے گی اور اپنے اندر موجود اسالیب کی بہترین ترجمانی کرے گی۔ میں اس کو اسی ترتیب کے ساتھ پیش کروں گا جو ترتیب سورہ میں موجود ہے، خواہ اس میں ترهیب کے پہلو ہوں، کافروں کے سلسلہ میں شدت، تیزی اور سخت اقدام بات ہو، یا مونین کی ترغیب کے لیے پیارے اور لطیف انداز اختیار کیے گئے ہوں، ذیل میں انہیں پیش کیا جا رہا ہے:

اول: ترهیب کے سلسلہ میں سخت الفاظ و تعبیرات

- ۱- زَنْلَةُ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ۔ (الحج: ۱)
- ۲- تَدْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ۔ (الحج: ۲)
- ۳- وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتٍ حَمْلٍ حَمَلَهَا۔ (الحج: ۲)
- ۴- عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ۔ (الحج: ۲)
- ۵- شَيْطَانٌ مَرِيدٌ۔ (الحج: ۳)
- ۶- يُرِدُ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ۔ (الحج: ۵)
- ۷- الْأَرْضَ هَامِدَةً۔ (الحج: ۵)
- ۸- اهْتَرَّتْ۔ (الحج: ۵)
- ۹- ثَانِيَ عَطْفَهِ۔ (الحج: ۹)
- ۱۰- خَرْبِيًّا۔ (الحج: ۹)
- ۱۱- عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ (الحج: ۹)
- ۱۲- انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ۔ (الحج: ۱۱)
- ۱۳- الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔ (الحج: ۱۱)
- ۱۴- الضَّلَالُ الْبَعِيدُ۔ (الحج: ۱۲)
- ۱۵- لَيْسَ الْمَوْلَى وَلَيْسَ الْعَشِيرُ۔ (الحج: ۱۳)
- ۱۶- ثُمَّ لِيَقْطُعْ فَلَيَنْظُرْ هَلْ يُدْهِنَ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ۔ (الحج: ۱۵)

- ١٧ - يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ-(الحج:١)
- ١٨ - وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ-(الحج:١٨)
- ١٩ - هَذَا نَحْنُ خَصَّمَنَا اخْتَصَّمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ شَيَّابٌ مِّنْ نَارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُؤُسِهِمُ الْحَمِيمُ-(الحج:١٩)
- ٢٠ - يُصَهِّرُهُمْ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ-(الحج:٢٠)
- ٢١ - وَأَنَّهُمْ مَقَامُ مِنْ حَدِيدٍ-(الحج:٢١)
- ٢٢ - غَمٌّ-(الحج:٢٢)
- ٢٣ - وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ-(الحج:٢٢)
- ٢٤ - بِإِلَحَادٍ بِظُلْمٍ-(الحج:٢٥)
- ٢٥ - صَامِرٌ-(الحج:٢٧)
- ٢٦ - فَجَّ عَمِيقٌ-(الحج:٢٧)
- ٢٧ - الْبَائِسَ الْفَقِيرَ-(الحج:٢٨)
- ٢٨ - ثُمَّ لَيُقْضُوا نَفَثَتْهُمْ-(الحج:٢٩)
- ٢٩ - الرُّجُسَ مِنَ الْأَوْثَانِ-(الحج:٣٠)
- ٣٠ - خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطُفُهُ الطَّيْرُ-(الحج:١)
- ٣١ - أَوْ تَهُىءِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَاحِقٍ-(الحج:٣١)
- ٣٢ - خَوَانٌ كُفُورٌ-(الحج:٣٨)
- ٣٣ - فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخْدُثُهُمْ-(الحج:٣٣)
- ٣٤ - فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٌ-(الحج:٣٣)
- ٣٥ - أَهْلَكَنَا هَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشَهَا وَبِئْرٍ-(الحج:٣٥)
- ٣٦ - لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْفُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ-(الحج:٣٦)

٣٧۔ وَإِنْ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأْلَفِ سَنَةٍ مِّمَّا تُعْدُونَ۔ (الحج: ٣٧)

٣٨۔ سَعَوا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ۔ (الحج: ١٥)

٣٩۔ فِتْنَةً۔ (الحج: ٥٣)

٤٠۔ الْقَاسِيَةُ قُلُوبُهُمْ۔ (الحج: ٥٣)

٤١۔ شِقَاقٌ بَعِيدٌ۔ (الحج: ٥٣)

٤٢۔ يَوْمٌ عَقِيمٌ۔ (الحج: ٥٥)

٤٣۔ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (الحج: ٥٧)

٤٤۔ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا۔ (الحج: ٤٢)

٤٥۔ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلِبُوهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَقْدُو هُنْهُ ضَعْفَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ۔ (الحج: ٤٧)

ان شدیدترین الفاظ کی کثرت کے باوجود، جو بذاتِ خود، ہتوڑوں کی مانند ہیں، اس طرح کہ ان سے پوری خلقِ خدا کی نیند اڑ جائے، اور مومنین کو دشمنوں کی سرکوبی، مقدسات کے تحفظ، مغلوبیت کے بعد غلبہ اور سرکشوں کی پکڑ کرنے کے لیے تحرک کر دیں، اس میں ایسی عبارتیں بھی ملتی ہیں جو مومنین کے دلوں کو اطمینان اور سکون عطا کرتی ہیں اور وہ نرمی، محبت اور رقت کے اسلوب سے بھر پور نظر آتی ہیں۔

دوم: قریب کے سلسلہ میں نرم و فاذا کلام

۱۔ وَأَنْبَتْتُ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ۔ (الحج: ٥)

۲۔ وَإِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ۔ (الحج: ١٦)

۳۔ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ (الحج: ٢٣)

۴۔ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ۔

(الحج: ٢٣)

۵۔ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْفَوْلِ وَهُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ۔ (الحج: ٢٣)

- ٦- وَطَهَرْ بَيْتِي- (الحج: ٢٤)
- ٧- مَنَافِعَ لَهُمْ- (الحج: ٢٨)
- ٨- وَأَحْلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ- (الحج: ٣٠)
- ٩- عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ- (الحج: ٣٣)
- ١٠- لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ- (الحج: ٣٦)
- ١١- وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ- (الحج: ٣٧)
- ١٢- لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ- (الحج: ٥٠)
- ١٣- فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ- (الحج: ٥٣)
- ١٤- جَنَّاتُ النَّعِيمِ- (الحج: ٥٦)
- ١٥- رِزْقًا حَسَنًا- (الحج: ٥٨)
- ١٦- مُذْخَلًا يُرْضُو نَفْسَهُ- (الحج: ٥٩)
- ١٧- وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ- (الحج: ٥٩)
- ١٨- إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌ غَفُورٌ- (الحج: ٦٠)
- ١٩- إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ حَبِيرٌ- (الحج: ٦٣)
- ٢٠- إِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ- (الحج: ٦٣)
- ٢١- إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ- (الحج: ٦٥)
- ٢٢- إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ- (الحج: ٦٧)
- ٢٣- إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ- (الحج: ٦٧)
- ٢٤- اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً وَمِنَ النَّاسِ- (الحج: ٦٧)
- ٢٥- وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ- (الحج: ٦٧)
- ٢٦- وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ- (الحج: ٦٨)

۲۔ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ۔ (الحج: ۷۸)

مذکورہ بالا تفصیلی بیان کے پیش نظر ہم درج ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں:

۱۔ سورہ حج کے اندر الفاظ کے اختیاب کا جو اسلوب اپنایا گیا ہے، اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شدت اور سختی سے متعلق الفاظ اور تعبیرات نرمی اور رقت سے متعلق الفاظ اور کلمات سے کسی قدر زیادہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ پوری سورہ کے اندر تہیب کا رنگ زیادہ غالب نظر آتا ہے، سید قطب نے فی ظلال القرآن میں اس تعلق سے جو نتیجہ کوی ہے اس سے میرے خیال کو مزید تقویت ملتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”پوری سورہ کے افت پر جو سایہ غالب تر نظر آتا ہے وہ قوت، شدت، سختی اور ہولناکی، تہیب اور تحذیر ہے نیز اس میں اطاعت، خوف اور تقوی کے جذبات کو مہیز دی گئی ہے۔“ (فی ظلال القرآن، سید قطب: تفسیر سورۃ الحج: ج ۳، ص ۲۳۰۶)

اس کے بعد انہوں نے بعض مناظر کا تذکرہ کیا ہے جو بعث بعد الموت کے خوفناک اور دہلا دینے والے منظر، عذاب کے مناظر، اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے کی مثال، اللہ کی مدد سے ما یوس شخص کی حرکت، سرکشی کے سبب ہلاک شدہ آبادیوں کے مناظر ہیں، ان سب کو ذکر کر دینے کے بعد وہ لکھتے ہیں:

”ان سخت اور ہولناک مناظر میں احکام و ادامر کی شدت بھی ہے، بزو قوت دفاع بھی ہے، نصرت اور غلبے کا وعدہ بھی ہے، اور پھر اللہ کی قوت نیز جن کو یہ لوگ معبد بنائے بیٹھے ہیں ان کی عاجزی اور بے لسمی کا ذکر بھی ہے۔“ (فی ظلال القرآن، سید قطب: تفسیر سورۃ الحج: ج ۳، ص ۲۳۰۶)

سید قطب نے جن مناظر کا ذکر کیا ہے اگر ان مناظر کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے اور ساتھ میں ان تمام شدید تعبیرات کو بھی لے لیا جائے جو پوری سورہ میں پائی جاتی ہیں، تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ سورہ مرد مون کو کسی معمولی سفر کے لیے رخصت نہیں کرتی، بلکہ یہ ایسا سفر ہوتا ہے جس میں حاجی گھر سے نکلتا ہے، اور اس کے اوپر احرام باندھتے ہی سمندری شکار اور پرندوں کا شکار حرام ہو جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتا

ہوں کہ یہ سورہ مونین کو تیار کرتی ہے کہ وہ قوت اور شدت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں تاکہ ظالم، سرکش، مشرک، ملدو اور حدوں سے تجاوز کرنے والوں کی سرکوبی کر سکیں، ہمیں حج کے ذریعہ ظاہری طور سے اور شعائر کے اعتبار سے ایک بے پناہ قوت بنانا ہے، اللہ کی نصرت کے لیے دعائیں کرنا ہے، خلق خدا پر شہادت حق کا فریضہ انجام دینا ہے، ہم کو حیرت نہیں ہونی چاہئے کہ سورہ کا اختتام اپنی داخلی ایمانی قوت پر ہوتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّكُمْ وَآسِنُوا وَأَسْجُدُوا وَأَعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعُلُوا الْخَيْرَ لِعَلَّكُمْ تُفْلِحُون۔ (الحج: ۷۷) (مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کروتا کہ فلاح پاؤ۔)، لیکن آخری آیت میں ان عبادات گزار رکوع اور سجدے میں مشغول رہنے والوں سے کہا گیا کہ میدان جہاد کا رخ کریں اور اس طرح ظلم کی راہ اختیار کرنے والوں کے خلاف خدائے ذوالجلال کی جانب سے فتح و نصرت حاصل کریں، فرمان الہی ہے: وَجَاهُدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مَّلَةً أَبِيَّكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاًكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلٍ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُونَا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتُّوا الزَّكَةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَأُكُمْ فَإِنَّمَا الْمُؤْمَنُونَ نَصِيرٌ۔ (الحج: ۷۸) (اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو ہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔)

۲۔ میرے خیال میں اس اسلوب سے معانی کی مناسبت سے الفاظ اور عبارتوں کے استعمال میں احتیاط کا بھی اصول نکلتا ہے، عموماً پورے قرآن میں اعلیٰ درجہ کی نصاحت و بلاغت اور بیان نیز استعمال الفاظ میں وقت نظر کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے، عرب بلاغت کی تعریف میں کہتے تھے کہ ”بات تقاضائے حال

کے مطابق ہو اور صاف سمجھ میں آجائے تو وہ بлагعت ہے۔ لہذا پہلا کام یہ ہے کہ ہم ہر موقع کے تعلق سے عبارتوں اور الفاظ کے استعمال میں دقتِ نظری سے کام لینا سیکھیں، تاکہ بندہ مومن اس آیت کا مصدق ثابت ہو سکے کہ: **وَقُلْ لِعَبَادِيْ يَقُولُوا الَّتِيْ هِيَ أَحْسَن**۔ (الاسراء: ۵۳) (اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں۔)، اس آیت میں ہم سے اس بات کا مطالیبہ کیا گیا ہے کہ ہم اچھی بات ہی نہ کہیں بلکہ کوشش یہ ہو کہ ہمارے منہ سے جو بات نکلے وہ پسندیدہ بات ہو، میں نے اپنی کتاب سورة الكهف۔ منهجیة فی الصلاح والتفہیم، میں بہترین کی طرف پیش رفت، کے عنوان سے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے۔ میں یہاں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ پسندیدہ بات کہنے کے لیے وقت اور باریک بینی کا اسلوب اختیار کرنا ہو گا کہ بات معنی اور مقام کے اعتبار سے مناسب ہو۔ امام مالک کی روایت میں اسی نکتہ کی جانب اشارہ ہے، محبی بن سعید سے مردی ہے کہ عیسیٰ بن مریم کو راستے میں ایک خزیر مل گیا، انہوں نے اس سے کہا کہ سلامتی کے ساتھ چلے جاؤ۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ ایسا آپ ایک خزیر سے کہہ رہے تھے؟ عیسیٰ نے جواب دیا: مجھے ڈر ہے کہ میری زبان بدگوئی کی عادت نہ کپڑا لے۔ (موطاً امام مالک، کتاب الكلام، باب ما یکرہ من الكلام، رقم ۱۸۱، درجة الدیث)۔ ابو درداء کہتے ہیں کہ تین چیزیں نہ ہوتیں تو مجھے اس دنیا سے کوئی رغبت نہ ہوتی۔ سحر کے وقت اٹھ کر قیام لیل کرنا، شدید گرمی میں روزے رکھنا اور ایسے لوگوں سے میل جوں رکھنا جو دیکھ سمجھ کر عمدہ باتیں اپنے منہ سے نکالتے ہیں جیسے کھانے والا اچھے پھل دیکھ کر کھاتا ہے۔ (الزهد والرقائق لابن مبارک، باب الذی یجزع من الموت یفارقه۔۔، رقم الحدیث: ۲۷، حدیث موقوف)

سورہ الحجج کا اس پہلو سے مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ سورہ کے غالب ترافق پر سخت اور شدید انداز چھایا ہوا ہے، پہلی آیت میں زلزلے کا تذکرہ ہے، دوسرا میں اس بات کا کہ دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں سے غافل ہو جائیں گی، حمل باہر آجائیں گے، شدید عذاب آئے گا، شیطان کا ذکر ہے کہ وہ عام نہیں بلکہ سرکش قسم کا ہو گا، لوگ ادھیڑ عمر ہوں گے، خاموش زمین ہلنے اور بڑھنے لگے گی، اللہ کے سلسلہ

میں جگھڑا کرنے کے سبب زبان منہ کے اندر بل کھا کر رہ جائے گی اور زبان درازی کرنے والے کو رسوائی اور آگ کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ایک تصویر منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہونے والوں کی بھی بیان ہوئی ہے، کہ وہ دور کی گمراہی میں جا پڑتے ہیں، اسی طرح بندوں کے درمیان قطع تعلق، غصہ اور دور یوں کا بیان ہے، مشرکین کی رسوائی اور آگ کے کھڑے کاٹنے کی بات ہے، کھوتا ہوا پانی سروں کے اوپر بہایا جائے گا اور اس سے کھالیں اور پیٹ گل جائیں گے، لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جائے گا، یہ سب اس شخص کے لیے ہو گا جو بیت الحرام میں ظلم کروار کرتا ہے، بتوں کی آلاش سے خوش ہوتا ہے، پرندے ہوں گے جو انسانوں کو اچک لیں گے، ان کو تیز آندھیاں دور کھائی میں لے جا پھینکیں گی، بستیاں ویران و بر باد ہو جائیں گی، دل سخت ہو جائیں گے اور آپس میں پھٹے پڑھے ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ چلنچ بھی ہے کہ ایک مکھی کی تخلیق کر کے دکھائیں یا پھر مکھی جوان سے چھین لے جاتی ہے اس کو واپس چھین کر دکھائیں، یہ انداز گفتگو قتال اور جہاد کی دعوت دینے اور مشرکین کا سامنا کرنے کی تیاری کے لیے مناسب ہے، کیوں کہ اس موقع پر اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ دشمنوں کے خلاف نفرت پائی جائے، جذبات کو بھی ان کے خلاف بھڑکایا جائے اور جدوجہد کا رخ بھی وہی ہوں۔ اس کے بال مقابل مجاهد مونوں کو، جو حج اور جہاد کے درمیان مضبوط رشتہ قائم رکھتے ہیں، انہیں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے لیے نرمی اور ترغیب کا اسلوب اختیار کیا جائے، لہذا انہیں دلفریب یو یوں کی بشارت دی گئی، جنتوں کی خوشخبری سنائی گئی جہاں سونے، جواہرات اور موتی ہوں گے، اچھی باتیں ہوں گی، ایسی باتیں ان سے کہیں کہنیں کہ جن سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو، وہ حج کے لیے جائیں گے، ان کے لیے اللہ کے گھر کو پا کیزہ بنایا گیا، اس کے منافع بیان کر دیئے گئے، چوپائے ان کے لیے حلال کر دیئے گئے، رزق میں کشادگی عطا کی گئی، نیکیوں میں بھی اضافہ ہوا، مغفرت اور رحمت کی چادر وہ نے انہیں ڈھانپ لیا۔ انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھر بار کو خیر آباد کہا ہے، تو پریشانی کی کوئی بات نہیں، ان کا رزق ان کے گھروں تک پہنچ گا، ان کو کامیابی اور کامرانی نصیب ہوگی، فلاح ان کے ساتھ ہوگی، مشکلات دور ہو جائیں گی، اور اللہ رب العزت ان کا

دائمی ولی اور مددگار ہو گا۔

شدت و رقت اور ترغیب و ترہیب کا یہی حسین امترانج ہے جس کا لحاظ رکھنا ہر خطیب، دائمی اور محاصرہ دینے والے کے لیے لازمی ہے، جس کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کا پیغام مناسب حال انداز میں لوگوں تک پہنچے، جب ہمارا خطاب مریض لوگوں کے درمیان ہو تو ایسی گفتگو ہونی چاہئے جو ان کے اندر امید کی کرن روشن کر دے، ان کو زندگی کی جنگ لڑنے کا حوصلہ دے دے، یہی ایک مریض سے خطاب کے لیے بہتر انداز ہے۔ اگر خطاب ایسے لوگ ہیں جو خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، ان کو کسی بات کا ہوش نہیں ہے تو ان کے لیے اس بات کی تذکیرہ مناسب رہے گی کہ یہ دنیا چند روزہ ہے، آخرت ہمیشہ ہمیشہ کی دنیا ہے، وقت کم ہے، رخت سفر کچھ بھی نہیں ہے، جبکہ سفر کافی طویل ہے۔ جب ہم خوشی اور مسرت کی مناسبت سے خطاب کریں تو انداز فرحت انگیز ہونا چاہئے، دلفریب اور ہنستا مسکراتا انداز۔ اگر شادی کی محفل ہے اور زوجین میں سے کسی نے حدود کا خیال نہ رکھا، جس کے نتیجے میں ایک فریق پر زیادتی ہو گئی تو اس وقت انداز گفتگو میں قوت بھی ہو گی اور شدت بھی، اور عزم و حوصلہ کے ساتھ ساتھ دانائی بھی ہو گی، تاکہ ہر کوئی دوسرا کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو جائے۔ جب بات مسجدِ اقصیٰ کی ہو گی کہ صحبوینوں نے وہاں تسلط جما رکھا ہے، مردوں، عورتوں اور بوڑھوں، بچوں سب کو قید و بند میں ڈالا جا رہا ہے، ان کا قتل عام کیا جا رہا ہے، قائدین پر حملہ ہو رہے ہیں، غزہ پٹی پر بحری بری اور فضائی ہر طرح سے حملے کیے جا رہے ہیں، فاسفورس بم بر سائے جا رہے ہیں کہ ہر چیز کو جلا کر خاکستر کر دیں، اس کے علاوہ عراق، افغانستان اور صومالیہ، پاکستان میں قتل و غارت گری جا رہی ہے، ایسے موقع پر سورہ توبہ، انفال اور حج کی زبان کو دہرانے کی ضرورت ہے کہ جس میں شدت بھی ہے، اور ہولنا کی بھی۔ اگر ضرورت اس بات کی محسوس ہو کہ خواہید لوگوں کو بیدار کرنا ہے، بیدار لوگوں میں حرکت پیدا کرنا ہے، لوگوں کی غیرت و محیت کو آواز دینا ہے تو اس کے لیے چیننا پڑے گا، آوازیں لگانی پڑیں گی، تاکہ ان کو میدان میں دین، وطن، مقدسات اور عظمت کا دفاع کرنے کے لیے لاکھڑا کیا جائے، اور جب جنگ کی بچی نرم پڑ جائے، اور حق اپنے مقام پر پہنچ جائے تو ایسی صورت میں وہی نرم

و نا زک انداز گفتگو اختیار کرنا ہو گا، اس کے ذریعہ مکارم اخلاق، تہذیبی اقدار اور انسانی تعلقات کے لیے ابھارا جائے گا، اس طرح ہر خاص مناسبت کے لیے ایک خاص بات اور خاص انداز ہوتا ہے، یہی اسلوب ہر صورت میں مناسب ترین اور بہتر ہے۔

فصل دهم

حج اور یوم آخرت کی تیاری

میں حیران و ششدر رہ گیا جب میں نے دیکھا کہ اس سورہ کے اندر یوم قیامت کا بہت ہی اہتمام کے ساتھ ۲۹ مرتبہ ذکر آیا ہے، ذیل میں یوم قیامت اور اس کی ہولناکیوں سے متعلق بعض تفصیلات کا ذکر کیا جا رہا ہے:

۱۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ۔ (الحج: ۱) (اے لوگو! اپنے

رب سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہوگا۔) یہ سورہ مطلع ہے اس میں لوگوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور اس طرح سے اس زلزلہ کے وقت کے لیے کچھ سامان کریں کہ جب سب کچھ تتر بڑھ جائے گا، ایسی تعبیر یہاں اختیار کی گئی ہے جس سے سخت ہولناکی کا پتہ چلتا ہے، زلزلہ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ ایک عظیم حادثہ ہوگا۔ شنی کے لفظ سے اس میں حدود جہہ تکمیر مراد ہے کہ اس کے بارے میں کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم، اسی طرح عظیم کے لفظ میں حدود جہہ قوت اور وسعت آگئی ہے، چنانچہ یہ آیت دل پر ایک شدید اثر چھوڑ جاتی ہے کہ یہ دن انسانی تصور سے بالاتر ہے، اور اس عظیم ہولناکی سے انسان کو صرف اللہ کا تقوی ہی نجات دل سکتا ہے، یہ احساس انسان کے اندر اتنی بڑی تبدیلی کا باعث ہوتا ہے کہ پھر وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا گزر کا نٹوں پر ہو رہا ہے، ہربات کہنے سے پہلے سوچتا ہے، ہر کوتاہی اور لغزش پر ہوشیار ہو جاتا ہے، بھلانی اور بینکی کے ہر کام کے لیے وہ متحرک رہتا ہے۔ پورے قرآن میں یہی ایک مقام ہے جہاں کائنات کے زلزلہ کے بارے میں بتایا گیا ہے، یہ پوری قیامت کا زلزلہ ہوگا۔ یہ ایک بھی انک اور عظیم زلزلہ ہوگا جو کائنات کے ہر ہذرے کو اپنی لپیٹ میں لے گا، زمین و آسمان، درخت، پتھر، پہاڑ اور ٹیلے، سمندر اور دریا، ستارے اور سیارے سب کو وہ اپنی لپیٹ میں لے لے گا، یقین طور پر یہ زلزلہ سورہ زلزال میں جس زلزلہ کا ذکر ہے، اس سے زیادہ اثر انداز ہونے والا اور سخت نیز تباہ کن ہوگا۔ سورہ زلزال میں جس زلزلہ کا ذکر ہے وہ زمین کے ساتھ خاص ہوگا جبکہ اس کی زد میں پوری کائنات ہوگی، اس کے تمام حصے ہل کر رہ جائیں گے، یہ زمین اور آسمان کو بدل کر رکھ دے گا، اور پھر انسان کے سارے اچھے اور بے کیے دھرے کا حساب کتاب ہوگا۔

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَدْهُلُ كُلُّ مُرْضِعٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَنَضَعُ كُلُّ ذَاتٍ حَمْلٌ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُم بِسُكَارَى وَلَكِنَ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ۔ (الحج: ۲) (جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو متوا لے نظر آئیں گے مگر وہ متوا نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدھوش ہو رہے ہوں گے میشک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔) یہ یوم قیامت کی

ہولنا کی کی ایک منفرد تصویر ہے جو پورے قرآن میں اپنی ایک انفرادی حیثیت رکھتی ہے، اس میں چار عناصر پائے جاتے ہیں جو یوم قیامت کی ہولنا کیوں کوئی گنا کر دیتے ہیں:

عورتیں اپنے جگرگوشوں سے غافل ہو جائیں گی۔ حمل والی عورتیں اپنے حمل گردائیں گی۔ ایسی افراطی کا عالم ہو گا کہ لوگ مددوш ہو جائیں گے حالانکہ انہوں نے شراب نہیں پیا ہو گا۔ ان کی مددوшی کا سبب وہ ہولنا کیاں ہوں گی جن کا وہ مشاہدہ کر رہے ہوں گے اور جس شدید عذاب کو وہ یقین کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس درجہ غفلت اور افراطی کا عالم پورے قرآن میں اس مقام کے علاوہ کہیں بھی دیکھنے کو نہیں ملتا۔ یہ قرآن کا ایک منفرد مقام ہے، ”ذلل“ مادہ بھی قرآن میں صرف اسی آیت میں استعمال ہوا ہے، اس دنیا میں یہ تودیکھنے کو ملتا ہے کہ انسان اپنے دوست سے غافل ہو جاتا ہے، شوہر بیوی سے اور تاجر اپنے شریک تجارت سے غافل ہو جاتا ہے، تاہم ایک مشقق اور مہربان ماں اپنے ننھے جگر پارے سے غافل ہو جائے جس کو اس نے اپنے سینے سے چھٹائے رکھا، اس کے ساتھ انہا درج شفقت کا معاملہ کیا، اس پر اپنی محبتیں نچاہو رکیں، اس کو اپنی روح سمجھ کر اپنی رُگ جاں سے قریب رکھا، وہ اس کا جگرگوشہ اور اس کی طویل عمر کا ساتھی، ان سب باتوں کے باوجود وہ اس سے ان ہولنا کیوں اور عظیم حادثہ کے سب غافل ہوئی جا رہی ہے، یہ ایک ایسی تصویر ہے کہ اس کے لیے ہرقل و قلب اور احساس رکھنے والے فرد کو پوری تیاری کر لینا چاہئے، قبل اس کے کہ وہ اللہ سے اس حالت میں ملے کہ وہ ہر چیز سے غافل ہو۔ آگے کی آیات میں وضع حمل کی اس منفرد حالت پر زور دیا جا رہا ہے، یہ بھی ایک ایسے واقع کی تصویر کشی ہے جس کا ذکر قرآن میں اس کے علاوہ صرف ایک بار سورہ طلاق میں آیا ہے کہ مطلقہ ماں کو نفقہ دینا واجب ہے تا آنکہ وضع حمل ہو جائے، ارشادِ الہی ہے: وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمْلٌ فَأَنِفِقُوا عَلَيْهِنَ حَتَّى يَضْعُنَ حَمْلَهُنَ۔ (الطلاق: ۲) (اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو نفقہ دیتے رہو اس وقت تک جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے۔) اس ہولنا کی میں اس بات سے اور اضافہ ہو جاتا ہے کہ لوگ مددوш ہو جائیں گے کہ جیسے وہ نشے میں ہوں، اب ن کیش کہتے ہیں: اس عظیم حادثہ کے نتیجہ میں ان کی عقلیں اڑ گئی ہوں گی، ان کے دماغ کام کرنے سے انکار کر دیں گے، ان کو

دیکھنے والا سمجھے گا کہ وہ نشے میں ہیں وَمَا هُم بِسُكَارَى وَلَكِنَ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ۔ جبکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، تحقیق: سامی سلامہ، دوسرا ایڈیشن، دار طیبہ للنشر والتوزیع ۱۹۹۹ء، جز ۳، ص ۸۲) اس صورت کے پیچھے کہ ماں اپنے بچے کو بھول جائیں گی، وقت سے پہلے حمل ساقط ہو جائیں گے، لوگ اس حالت میں ہوں گے کہ نشے میں مدھوش معلوم ہوں گے، ان سب کے پیچھے اصل سبب یہ ہو گا کہ سارا معاملہ بہت ہی بھیانک انداز میں ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مردمون کی حج کے محفوظ سفر کے لیے رخت سفر نہیں باندھتا ہے بلکہ اس سے قبل قیامت کے زلزلہ اور اس کی ہولناکیوں، مدھوشی اور یوم آخرت کے بھیانک وقت کے لیے رخت سفر تیار کرتا ہے۔

۲۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثَ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْعَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنِينَ لَكُمْ وَنُقْرُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمَّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لَتَبْلُغُوا أَشْدَادَكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُنَوَّفَى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرْدُ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكُلِّ أَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَرَّتْ وَرَبَّتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ۔ (الحج: ۵) (لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تمہیں (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتداء میں) مٹی سے پھر اس سے نطفہ بنا کر پھر اس سے خون کا لوٹھڑا بنا کر پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی غالیت) ظاہر کر دیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو اور بعض (قبل از پیری) مر جاتے ہیں اور بعض (بوڑھے ہو جاتے اور بڑھا پے کی) نہایت خراب عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت پچھ جانے کے بعد بالکل بعلم ہو جاتے ہیں۔ اور (اے دیکھنے والے) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک (پڑی ہوتی ہے) پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی اور ابھر نے لگتی ہے اور طرح طرح کی باروں قیزیں اگاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے عموماً اور مومنین کے دلوں

سے خصوصاً بعثت بعد الموت اور حشر و نشر کی حقیقت کے تعلق سے ایک ایک شک نکال باہر کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے ہماری تخلیق کی، پھر نطفہ سے توہڑا بنایا، اسی طرح آخری منظر تک بیان کیا کہ جس کا انکار کوئی بھی نیک یا فاجر، مومن یا کافر، اچھا اور برا فرنہیں کر سکتا ہے۔ اس مثال کی اور وضاحت اس بات سے ہو جاتی ہے کہ نفس کی تخلیق سے اس زمین کی جانب رخ موڑ دیا کہ بخوبی میں کو اللہ لہبھائی کھیتیوں میں تبدیل کر دیتا ہے، آسمان سے بارش نازل کر کے زمین کو بہترین باغوں، ہر ہر قسم کے درختوں اور پودوں سے آباد کر دیتا ہے، ایک دانا و بینا فرداں مناظر کو دیکھ کر اس عالم غیب کی قدرتوں تک رسائی حاصل کر سکتا ہے، ارشاد باری ہے: وَعِنْهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔
(الانعام: ۵۹) (اور اسی کے پاس غیب کی چاہیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔)

۳۔ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَى وَأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (الحج: ۲)
(ان قدرتوں سے ظاہر ہے کہ اللہ ہی (قادر مطلق ہے جو) بحق ہے اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔) اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کی تخلیق میں مٹی کی شکل سے لے کر ایک مکمل انسان کی تخلیق تک تمام مرحلے بیان کرتا ہے، بخوبی میں سے پررونق اور لفریب باغوں تک کا سفر بیان کرتا ہے اور اس پر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تنہا اور ذات بحق ہے، وہی مردوں کو جلاتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

۴۔ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتَيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَنْ فِي الْقُبُورِ۔ (الحج: ۷) (اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ سب لوگوں کو جو قبور میں ہیں جلا اٹھائے گا۔) اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس آیت میں اس بات پر زور دیتا ہے کہ قیامت آ کر رہے گی، اس میں کسی شک و شبہ کی کنجائش نہیں اور جب یہ آئے گی تو اللہ قبور سے مردے نکال باہر کرے گا، اس سے مومن کے دل میں موت کا خوف پیدا ہوتا ہے، جب انسان قبر میں فن کر دیا جائے گا اور اس وقت اس کی جانب سے یا کسی اور ارضی قوت کی جانب سے کوئی مداخلت نہ ہو سکے گی، پھر ایک وقت آئے گا کہ وہ سب کو اٹھا کھڑا کرے گا، اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد جلا اٹھانے کے لیے ایک وقت معین کر رکھا ہے، وہ وقت

تبھی آئے گا جب اس کی مرضی ہوگی۔

۵- ثَانِيَ عِطْفِهِ لِيُضْلِلَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ فِي الدُّنْيَا خَرُّى وَ نُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ (الحج: ۹) (اور تکبر سے) گردن موڑ لیتا (ہے) تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے، اس کیلئے دنیا میں ذلت ہے اور قیامت کے دن ہم اسے عذاب (آتش) سوزاں کا مزا چکھائیں گے۔)، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عید سنار ہا ہے جو بغیر کسی علم کے اللہ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں، اس بات میں ان کو شک ہے کہ اللہ موت کے بعد زندہ کر دے گا اور ان کا حساب کتاب ہوگا، ان سے کہا گیا: لَهُ فِي الدُّنْيَا خَرُّى وَ نُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ (اس کیلئے دنیا میں ذلت ہے اور قیامت کے دن ہم اسے عذاب (آتش) سوزاں کا مزا چکھائیں گے۔)، یہاں دنیا کی ذلت اور رسولی اور آخرت میں آگ کے عذاب سے یہ دو چار ہوں گے، اس سے پہلے یہ بات کہی جا بچی ہے کہ آگ کے اس عذاب کا تذکرہ پورے قرآن میں پانچ مرتبہ آیا ہے جس میں دو مرتبہ سورہ حج میں آیا ہے۔

۶- ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُ يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ۔ (الحج: ۱۰) ((اے سرکش!) یہ اس (کفر) کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہیں۔)، یوم قیامت میں ملامت اور سرزنش غموں کو دو بالا کر دے گی، افسوس میں اضافہ ہوگا، ان کو نذر آتش کر دینے کے بعد مخاطب کر کے کہا جائے گا: ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُ يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ۔ (اے سرکش!) یہ اس (کفر) کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہیں۔) یعنی انسان کو ملامت کی جائے گی کہ جب اس نے رب کی ناشکری کی، شیطان اور ہوا نے نفس کی پیروی کی، تو اس نے خود اپنے نفس پر ظلم کیا، اللہ کسی کے اوپر ظلم نہیں کرتا ہے، اللہ رب العزت کے ذریعہ کسی پر ظلم کا گمان بھی غلط ہے، تمام ملا میں ان ہی ظالموں کو کی جا رہی ہیں۔

۷- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ أَطْمَانَ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔ (الحج: ۱۱) (اور لوگوں میں

بعض ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اُس کے سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑتے تو منہ کے بل لوٹ جائے (یعنی پھر کافر ہو جائے) اُس نے دنیا میں بھی نقسان اٹھایا اور آخرت میں بھی یہی تو نقسان صریح ہے۔)، اس میں دنیا و آخرت کے خسارے سے باخبر کیا گیا ہے، اس شخص کو جو کنارے پر کھڑا ہو کر رب کی عبادت کرتا ہے اور اس کی عبادت مال و اولاد سے جڑی ہوتی ہے، اگر اس کا کہیں نقسان ہونے لگا تورب سے ناراض ہو کر وہ منہ پھیر کر پلٹ جاتا ہے، بخاری میں ابن عباس[ؓ] سے مردی ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: لوگ مدینہ آتے تھے، اگر اس کی ماں نے پچھے جنا اور اس کو ایک شہسوار نصیب ہوا تو کہتے ہے کہ یہ صحیح دین ہے اور اگر عورت نے اڑکا نہیں جنا اور اس کو شہسوار نصیب نہ ہوا تو کہتے کہ یہ برائی کا دین ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب وَمِن النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حِرْفٍ، رقم: ۳۷۲۴، اس کی روایت ابن ابی حاتم نے اور ابن کثیر نے کی ہے (۲۰۹/۳)) اس کی ایک اور توضیح عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کی ہے: یہ منافق کا ذکر ہے، اگر دنیا کی خوشحالی میں تو عبادت کرتا رہا، اگر برے حالات کا سامنا ہوا، کوئی مصیبت، آزمائش اور امتحان سامنے آگیا تو دین چھوڑ کر کفر کی روشن اختیار کر لی (تفسیر القرآن العظیم لا بن کثیر، تحقیق: سامی سلامہ، ج ۲، ص ۵۹۰) اس صنف کے لوگ جو دنیاوی زرق برق اور دنیا میں اپنے حصوں کے لحاظ سے اپنارخ تبدیل کرتے رہتے ہیں، جب خوشحالی آتی ہے تو عبادت میں لگ جاتے ہیں اور جب یہ دن گزر جاتے ہیں تو پھر پلٹ پڑتے ہیں، آیت میں ان لوگوں کے بارے میں کہا گیا کہ ان کو محض آخرت کے خسارے کا سامنا نہیں کرنا ہو گا، بلکہ دنیا میں بھی ان کو خسارے کا سودا کرنا پڑے گا، پھر زور دے کر کہا: ذلک هُو الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔ (یہی تو نقسان صریح ہے)، ذلک کے لفظ سے اس نقسان کے عظیم اور گہرے ہونے کا پتہ چلتا ہے، ھو اور لام تعریف سے قصر اور حصر کا مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ یہی اصل خسارہ ہے، اور 'خسران' کے بارے میں کہا گیا کہ مبین ہو گا، یعنی اس کا خسارہ اور نقسان ہونا بالکل واضح ہو گا، انسان ہر چیز کا نقسان اٹھائے گا اور یہ سمجھتا رہے گا کہ وہ بہت اچھا کر رہا ہے۔

٨- إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يُرِيدُ۔ (الحج: ١٢) (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ ان کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں چل رہی ہیں کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)، ان ہولناکوں کے درمیان مونین کے دلوں کو تھیکی دی گئی کہ ان کے دل ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں، ان کے اعضاء نیک اعمال میں معروف رہتے ہیں، اللہ ان سے ایسی جنتوں کا وعدہ کرتا ہے کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، بہت صریح زبان میں اللہ تعالیٰ اپنے اس ارادے کو بیان کرتا ہے کہ: إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يُرِيدُ۔ (کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)

٩- مَنْ كَانَ يَظْنُنَ أَنَّ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ فَإِنِّي مُذْكُورٌ بِسَبَبِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطُعُ فَلَيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِنَ كَيْدُهُ مَا يَغْيِطُ۔ (الحج: ١٥) (جو شخص یہ گماں کرتا ہے کہ اللہ اس کو دنیا اور آخرت میں مد نہیں دے گا تو اس کو چاہیے کہ اوپر کی طرف (یعنی اپنے گھر کی چھت میں) ایک رسی باندھے پھر (اس سے اپنا) گلا گھونٹ لے پھر دیکھے کہ آیا یہ تدبیر اس کے غصے کو دُور کر دیتی ہے؟)، اللہ تعالیٰ مونین کو اس بات کی یقین دہانی کرتا ہے کہ اللہ کی نصرت اور مدد صرف دنیا ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا و آخرت دونوں میں اس کی مدد شامل حال رہے گی، مون کے لیے جائز نہیں کہ اس کے دل میں اللہ کی مدد اور نصرت کے تعلق سے ادنیٰ درجہ کا بھی شک موجود ہو۔

١٠- إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِرِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ (الحج: ٧) (جو لوگ مُؤمن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک، اللہ ان (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا بیٹک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔) ایک نیا منظر ہے، ملتون اور مذاہب کے لوگوں کے درمیان فیصلہ سنایا جائے گا، اہل ایمان اور یہود، صابی، نصاری، مجوس اور مشرکین کے درمیان فیصلہ ہوگا، اللہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اور ان کو الگ الگ کر دے گا کہ ہر ایک کا پرچم واضح ہو کر سامنے آجائے، بخاری میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: ہر کوچ کرجانے والے کے پاس قیامت کے روز ایک پرچم ہوگا، ایک نے کہا کہ نصب کیا جائے گا، دوسرے نے کہا کہ قیامت کے روز اسے دیکھ کر شناخت کی جائے گی۔ (صحیح البخاری، باب اثم الغادر للبیر والفارج، رقم: ۳۲۲۳، مسلم (۱۷۳۶)، مسن احمد (۹۸/۹)، تحقیق احمد شاکر والطیالی (۲۱۵۶))، اس سے پہلے یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ قرآن کی یہ واحد آیت ہے جس میں مجوہ کا تذکرہ آیا ہے۔

۱۱۔ هَدَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا أُقْطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ نَارٍ يُصْبَبُ مِنْ فَوْقِ رُؤُوسِهِمُ الْحَمِيمُ - يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ - وَلَهُمْ مَقَامٌ مِنْ حَدِيدٍ -
 كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمًّا أُعْيَدُوا فِيهَا وَذُو قُوَّا عَذَابُ الْحَرِيقِ۔ (الحج: ۱۹ تا ۲۲) (یہ دو (فریق) ایک دوسرے کے دشمن اپنے رب (کے بارے) میں جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے (اور) ان کے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس سے ان کے پیٹ میں اندر کی چیزیں اور کھالیں مل جائیں گی۔ اور ان (کو مارنے ٹھوکنے) کیلئے لو ہے کہ ہٹھوڑے ہوں گے۔ جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (وتکلیف کی وجہ) سے دوزخ سے نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا کہ) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔، عذاب الہی کی ایک منفرد تصویر جس کا ذکر قرآن میں اس کے علاوہ کہیں نہیں آیا ہے، صرف اس سورہ کے اندر اس کا تذکرہ آیا ہے، اس میں ان لوگوں کی جزا متعلق گفتگو ہے، جو اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں شک و شہمہ کا شکار ہیں، ان کو آگ کے لباس زیب تن کرائے جائیں گے، محض اس کو زیب تن کرنے کے بعد جبکہ یہی ان کا دماغ درست کرنے کے لیے کافی تھا، ان کے اوپر اچانک کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، جس سے ان کے اندر باہر کھال اور پیٹ سب مل جائیں گے، اس پر بھی اکتفاء نہیں کیا جائے گا بلکہ ان پر لو ہے کہ ہٹھوڑے بر سائے جائیں گے، تاکہ ان کی سر زنش ہوا اور ان کو اسی طرح زدکوب کیا جائے گا جس طرح وہ معصوم اور ستائے ہوئے افراد کو زدکوب کرتے تھے، رب کی یہ پیڑھ ان کی جزا ہوگی، غم ان کو دامن گیر رہے گا، ان کے حلق تک وہ

آپنے گا۔ جو لوگ اس بھی انک عذاب کے مستحق ہوں گے، وہ مجرم ہوں گے، ابن کثیر ان کے بارے میں لکھتے ہیں: صحیحین میں ابوذرؓ سے مردی ہے کہ وہ فتنہ کھا کر کھاتے تھے کہ یہ آیت ہے—
 خَصْمَانِ اخْتَاصَمُوا فِي رَبِّهِمْ۔۔۔ حمزہ اور عتبہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب بدر کے روز یہ لوگ میدان میں آنکھے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، تحقیق سامی سلامہ: ج ۳، ص ۹۹) بخاری کہتے ہیں: ان لوگوں نے بدر کے روز دعوت مبارزت دی تھی، ان میں علی، حمزہ، عبیدہ اور شیبہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ تھے۔ (اس کی روایت صرف بخاری نے کی ہے، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، رقم: ۳۰۱۲، اس کی روایت میں بخاری منفرد نہیں ہیں، بلکہ اس کی روایت مسلم نے بھی کی ہے، (۱۶۶/۱۸)، کتاب الشفیر، ابن ماجہ (۲۸۳۵)، طبقات ابن سعد (۱۰/۲)، متدرک حاکم (۳۸۶/۲)، کہتے ہیں علیؑ سے یہ صحیح مردی ہے، ابوذر سے اس کی روایت متفق علیہ ہے، علیؑ سے بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔) اگر اعتبار الفاظ کے عموم کا کیا جائے نہ کہ مخصوص سبب کا تو معلوم ہوگا کہ یہ اس شخص کی جزا ہے جس نے اللہ کے دین میں سرٹی کار استہ اختیار کیا، اللہ کے معصوم بندوں پر ظلم و زیادتی کی، اور اللہ کی زمین میں شر انگیزی کا کام کیا۔

۱۲۔ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرَبٌۖ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ۔ (الحج: ۲۳، ۲۴) (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ ان کو جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں کے اور موتی اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔ اور ان کو پاکیزہ کلام کی ہدایت کی گئی اور (اللہ) حمید کی راہ بتائی گئی۔) ان آیات میں مزید تفصیل کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ قیامت کے روز جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا ان کو ایسی جنت میں داخل کیا جائے گا جس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی، اس کے بعد بعض مادی اور معنوی نعمتوں کا تذکرہ کیا، مادی نعمتوں میں سونے اور موتی کے زیورات اور خالص ریشم کے لباس کا ذکر ہے اور یہ کہ اللہ ان کو

جنت کے بہترین مقامات میں جگہ دے گا، جہاں وہ اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر بجا لائیں گے، معنوی نعمتیں یہ ہیں کہ اللہ ان کو بہترین باتوں اور اعلیٰ درج کی حمد و ثناء اور شکر کی توفیق عنایت فرمائے گا، جیسا کہ مسلم کی روایت میں جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کھائیں پیئیں گے، لیکن ان کو پیشتاب پا غانہ کی حاجت نہیں ہوگی، اور نہ ہی بلغم آئے گا، لوگوں نے کہا کہ کھانے کا کیا ہوگا: کہا: ان کو آسودگی حاصل ہو جائے گی، اور ان کے پسینے کی خوشبو منشک کی طرح ہوگی، ان کے لب پر تسبیح اور حمد و ثناء اسی طرح جاری ہوگی، جیسا کہ سانس آتی ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها والحلها، باب في صفات الجنة والحلها وتحم فیها بكرة وعشيا، رقم ۳۳۱)، صحیح ابو داود للالبانی (۳۷۳۱) حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی جانب سے یہ مزید اطمینان کے لیے ہوگا، ان کے دلوں کو ربانیت کی اس نعمت سے ہمکنار کیا جا رہا ہے تاکہ ان کے دل ان آیات میں قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر پارہ پارہ نہ ہو جائیں۔

۱۳- إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءَ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدُ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نُذْقُهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ۔ (الحج: ۲۵)

(جو لوگ کافر ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے اور مسجد حرام سے جسم نے لوگوں کیلئے یکساں (عبادت گاہ) بنایا ہے روکتے ہیں خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے، اور جو اس میں شرارت سے کھروی (وکفر) کرنا چاہے اُسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔)، اس آیت کے اندر دردناک عذاب کا تذکرہ آیا ہے، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کی روشن اختیار کی، اللہ کے بندوں کو اس کے راستے سے گمراہ کرنے کی کوشش کی، مسجد حرام میں جانے سے روکا، اور اس کے حدود میں وہ شرک، کبائر اور مظالم کو روا رکھنا چاہتے ہیں، مفسرین نے 'الحاد بظلم' کے اندر مختلف چیزوں کا ذکر کیا ہے: شرک، کبائر کا ارتکاب، بندوں اور غلاموں پر ظلم، بد اعمالیاں اور کھانے کی ذخیرہ اندوzi، اصحاب فیل کی طرح ارض مقدس پر یلغار، جس میں بنیادی بات یہ ہے کہ جو بھی ارض حرم کے سلسلہ میں شر اور برائی کا ارادہ کرے، خواہ وہ نفس پر ظلم ہو یا پھر دیگر انسانوں، چرند پرند، باتات اور

بِحَمَادَاتٍ پُرْظَلَمْ ہو، جس سے بھی اس مقدس سر زمین میں فساد اور تباہ کاریاں ہوتی ہیں، وہ سب اس کے دائرے میں آ جائیں گی۔

۱۴۔ مناسک حج اور جہاد سے متعلق گفتگو کے میں آیات کے بعد آخرت کی جانب گفتگو کا رخ موڑ دیا گیا، آیت میں مکمل تہذید اور سخت وعدہ کے انداز میں بیان فرمایا: وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَالْفِ سَنَةٌ مَّمَا تَعْدُونَ۔ (الحج: ۲۷) (اور) یہ لوگ تم سے عذاب کیلئے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے رب کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رو برو ہزار برس کے برابر ہے۔)، اس میں ان غیر مسلموں کے جدال اور گفتگو کا ذکر ہے جو بعثت بعد الموت اور حشر و نشر کا مذاق بنایا کرتے تھے، وہ عذاب کی جلدی مچاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہہ دیا کہ گھبراً مِتْ عذاب اپنے وقت پر تم کو آپکڑے گا، اللہ اپنے وعدے پورے کر دکھاتا ہے، اور ایک دن اللہ کے یہاں مقدر ہے آخرت اور دنیادنوں کے لیے، اور خاص آخرت کے لیے بھی، ارشاد ہے: يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ الْفَ سَنَةٌ مَّمَا تَعْدُونَ۔ (السجدہ: ۵) (وہی آسمان سے زمین تک) ہر کام کا انتظام کرتا ہے پھر وہ ایک روز جس کا مقدر تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہو گا اس کی طرف صعود (اور جو عن) کرے گا۔، وقت کے اعتبار سے دنیا کی بے شماری بیان کی گئی کہ انسان کی عمر خواہ کتنی طویل ہو جائے اس کو تو آخر فنا ہو جانا ہے، باقی اور پائیدار چیز تو آخرت ہے، ارشاد خداوندی ہے: وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَيْشُوا غَيْرُ سَاعَةٍ كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ۔ (الروم: ۵۵) (اور جس روز قیامت برپا ہوگی گنہگار قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھری سے زیادہ نہیں رہے تھے اسی طرح وہ (رستے سے) الٹے جاتے تھے۔)

۱۵۔ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ (الحج: ۵۰) (تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کیلئے بخشش اور آبرو کی روزی ہے۔)، اللہ تعالیٰ مونین سے اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ ان کو مغفرت اور رزق کریم سے نوازے گا، اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے محمد

بن کعب القرطی بیان فرماتے ہیں کہ: جب اللہ تعالیٰ رزق کریم کہتا ہے تو اس سے جنت مراد ہوتی ہے، اور اس سے کشادہ کون ہی رزق ہو سکتی ہے کہ اللہ کے جوار میں جنت نصیب ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَمَنْ زُحِّرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔ (آل عمران: ۱۸۵) (جو شخص آتش جہنم سے دُور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔) (تفسیر ابن کثیر، تحقیق: سامی سلامہ، ج ۲، ص ۷۲)

۱۶۔ مونین سے یہ حسین وعدہ کرنے کے بعد سرکش لوگوں کو کڑکتی ہوئی وعیدیں سنائی گئیں کہ: وَالَّذِينَ سَعَواً فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔ (الحج: ۱۵) (اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (اپنے زعم باطل میں) ہمیں عاجز کرنے کیلئے سعی کی وہ اہل دوزخ ہیں۔)، اس میں ان لوگوں کو ہمکی دی جا رہی ہے جو اللہ کے دین سے روکنے اور اللہ کی آیات سے لوگوں کو دور کرنے کے لیے باہم ایکا کیے ہوئے ہیں، شہہات عام کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کا مطیع فرمان نہ بننے دیں، اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کی جزا یہ سناتا ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے، اس سے بڑی کیا مذاق کی بات ہو گی کہ جس آگ کے وہ پچاری تھے اسی آگ کو یہ ذمہ داری سونپی جائے گی کہ وہ انہیں عذاب دے اور جلاتی رہے، انہوں نے آگ کو اپنا بنا یا تھا، لہذا وہ آگ ان سے لگی رہے گی، وہ اس سے نج کر نکل نہیں پائیں گے، شاعر کہتا ہے:

(ہائے اس دنیا کی بد بختی کہ انسان جس کی دوستی کے بغیر گزار نہیں کر پاتا، اس کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کا دشمن بنایا چھا ہے۔)

دنیا سے لوگا نے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ موت کے ساتھ یہ دوستی اپنی انہا کو پہنچ جاتی ہے، شاعر کہتا ہے:

(زندگی بھر ہم ایک دوسرے سے بے نیاز رہے، اور موت کے بعد اس بے نیازی میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔)

آگ کی دوستی سرکش کفار کے ساتھ مستقل جاری رہے گی، کوئی اس سے راہ فرا نہیں اختیار کر سکے گا،

گرچہ جہنم کے داروغہ مالک کے سامنے ہزار سفارشیں کر پڑھیں، ارشادِ الٰہی ہے: إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ - لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ - وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ - وَنَادَوَا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَا كَثُونَ۔ (الزخرف: ۷۳-۷۷) (اور کفار) گنہگار ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے۔ جوان سے ہلاکانہ کیا جائے گا اور وہ اس میں نامید ہو کر پڑے رہیں گے۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی (اپنے آپ پر) ظلم کرتے تھے۔ اور پکاریں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہمیں موت دے دے وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ (ایسی حالت میں) رہو گے۔

۷۔ یوم آخرت کے بارے میں سخت اور شدید انداز اختیار کرتے ہوئے یاد ہانی کرائی جا رہی ہے: وَلَا يَرَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيهِمُ السَّاعَةُ بَعْثَةً أَوْ يَأْتِيهِمْ عَذَابٌ يَوْمٌ عَقِيمٌ۔ (الحج: ۵۵) (اور کافر لوگ ہمیشہ اس سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ قیامت ان پر ناگہاں آجائے یا ایک نامبارک دن کا عذاب ان پر آ واقع ہو۔)، ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ وہی الٰہی کے تعلق سے شکوک و اوہام کی جو آندھی چلتی ہے، جو کافروں کے عقل و دماغ پر چھاتی جا رہی تھی، اس کا سد باب کیا جاسکے کیونکہ قیامت اچانک آ پکڑے گی، اور ایک نامبارک دن کا عذاب اپنے زنگے میں لے لے گا، جس سے کوئی نفع کرنکل نہ سکے گا، اس وقت صرف آہ و بکا ہو گی، فرمانِ الٰہی ہے: يَوْمٌ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ۔ (القمر: ۳۸) (اس روز منہ کے بل دوزخ میں گھسیتے جائیں گے اب آگ کا مزہ چھو۔)

۸۔ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ۔ (الحج: ۵۶) (اُس روز بادشاہی اللہی کی ہو گی (اور) وہ ان میں فیصلہ کر دے گا تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔)، اس آیت میں ایک نئی بات کہی گئی ہے، جو گرچہ اس سے قبل مختلف بجھوں پر کہی جا چکی ہے، اس سے پہلے جو بات بیان ہوتی ہے اس آیت میں اس کی تاکید کی گئی ہے، اس سورہ میں جوئی بات ہے وہ یہ کہ بادشاہی قیامت کے روز صرف

اس کے ہاتھ ہوگی، انسان کو اللہ نے جن عارضی اشیاء پر اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا وہ ہلاک ہو جائیں گی، بادشاہی مکمل طور سے اللہ کے ہاتھ میں ہوگی، سورہ غافر میں ارشادِ الہی ہے: لَمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ (الغافر: ۱۲) (آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا اور غالب ہے۔)، اس بادشاہت کے مظاہر میں ایک چیز یہ بھی ہوگی کہ اس روز کوئی اس کے حضور اجازت لیے بغیر بول بھی نہ سکے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفَا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ (النیا: ۳۸) (جب دن روح (الایمن) اور (اور) فرشتے صفات باندھے کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو (اللہ) الرحمن اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کبھی ہو۔)، البتہ اس جگہ جس معنی پر زور دیا گیا ہے وہ یہ کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیا، وہ لوگ نعمتوں سے بھری جنت میں رہیں گے، اس معنی کو سورہ کے دیگر مقامات پر بھی ذکر کیا گیا ہے، آیت ۱۳ اور آیت ۲۳ نیز اسی سے قریب معنی آیت ۵۰ میں اور ۵۹ میں بھی بیان ہوئے ہیں، ذیل میں اس کو بیان کیا جا رہا ہے:

☆ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يُرِيدُ۔ (الحج: ۱۲) (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ ان کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں چل رہی ہیں کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)

☆ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ۔ (الحج: ۲۳) (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ ان کو جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہرہ رہی ہیں وہاں ان کو سونے کے کنکن پہنائے جائیں کے اور موٹی اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔)

☆ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ (الحج: ۵۰) (تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کیلئے بخشش اور آبرو کی روزی ہے۔)

☆ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُذَخَّلًا بِرَضْوَنَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ۔ (الحج: ۵۹) (وہ ان کو ایسے مقام میں

داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور اللہ تو جانے والا (اور) بردبار ہے۔)

۱۹۔ اللہ تعالیٰ معنوی عذاب کے بارے میں بیان کرتا ہے کہ اس کے اندر ذلت اور رسولی ہوگی:
وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (الحج: ۷۵) (اور جو کافر ہوئے اور ہماری آئیوں کو جھلاتے رہے ان کیلئے ذیل کرنے والا عذاب ہوگا۔)

۲۰۔ لَيَدْخُلَنَّهُمْ مُّذْخَلًا يَرْضُونَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ۔ (الحج: ۵۹) (وہ ان کو ایسے مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور اللہ تو جانے والا (اور) بردبار ہے۔)، اللہ تعالیٰ خوشی اور پسند کی نعمت پر زور دیتا ہے، لیکن اس مقام پر یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص کر دی گئی ہیں، جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر قتل ہو گئے یا داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، اللہ تعالیٰ ان کو رزق حسن سے نوازے گا، شیخ سعدی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یہ بہت بڑی بشارت ہے، ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی راہ میں ہجرت کر جاتے ہیں، اپنے گھر، وطن اور مال واولاد کو چھوڑ دیتے ہیں، صرف اس لیے کہ وہ اللہ کی رضامندی کے طلبگار ہیں اور اس کے دین کا غالبہ چاہتے ہیں، اللہ کے اوپر ان کا اجر واجب ہو گیا، خواہ وہ بستر پر وفات پائیں یا پھر میدان میں ان کو شہادت نصیب ہو۔ اللہ ان کو رزق حسن سے نوازے گا۔ قیامت کے روز ان کو جنت نصیب فرمائے گا، جہاں ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی، جسمانی، بدنسی اور روحانی نعمتیں۔ اس میں اس بات کا بھی احتمال پایا جاتا ہے کہ مہاجر فی سبیل اللہ کی روزی روٹی دنیا میں اللہ کے ذمہ ہے، وہ کشادہ اور بہترین رزق سے نوازے گا، خواہ اس کی موت میدان جنگ میں ہو یا اس کے بستر پر، بہر حال اس کا رزق متعین ہے، اس کو اس بات کی فکر نہیں ہونی چاہئے کہ وہ گھر سے نکل پڑے گا تو اس کے گھر والے نقر وفاقد کے شکار ہو جائیں گے، رازق تو اللہ رب العزت ہے، اور ایسا ہی تاریخ نے دیکھا، اول دور کے مہاجرین نے اپنے وطن، گھر اور مال واولاد کو دین کی سر بلندی کے واسطے خیر آباد کیا، تو کچھ ہی دن کے اندر اللہ نے ان کے لیے مختلف ممالک کی فتح کے دروازے کھول دیئے۔ ان کو نصرت سے نواز اور ان کو اتنا مال کیا کہ وہ وقت کے مالدار ترین افراد میں شمار ہونے لگے، اور آخرت میں ان کا حال یہ ہوگا

کہ: لَيُدْخِلَنَّهُم مُّذَخَّلًا يَرْضُونَه - (وہ اُن کو ایسے مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے)، اس سے مراد یا توهہ مالک ہیں جن پر ان کو فتوحات نصیب ہوئی تھیں، خصوصاً سارے میں مکہ مکرمہ، جہاں مسلمان فرحت و مسرت کے ساتھ داخل ہوئے تھے، یا پھر اس سے مراد آخرت کی نعمتیں ہیں، جنت میں دخول ہے، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے دنیا و آخرت دونوں کی نعمتیں مراد ہوں، لفظ دونوں کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے، یہ معنی لیے جائیں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، کہ دونوں ہی اس سے مراد ہیں۔ (تیسیر الکریم المنان فی تفسیر کلام الرحمن، عبد الرحمن السعدي، سورہ الحج: ص ۲۰۷)

میں شیخ سعدی کی بات سے اتفاق رکھتا ہوں کہ رزق حسن اور پسندیدہ جگہ کا داخلہ دنیا و آخرت دونوں کے لیے مناسب ہے، خاص بات یہ کہ اس آیت میں اعلیٰ درجے کے تاکیدی کلمات وارد ہیں: وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَبِيرُ الرَّازِيقِينَ۔ (الحج: ۵۸)، خیر الرازقین کا رزق ایسا نہیں کہ صرف دنیا کے لیے خاص ہوا اور ایسا بھی نہیں ہے کہ صرف آخرت کے لیے خاص ہو، بلکہ اس رزق کے اندر وسعت پائی جاتی ہے، اس میں تنوع اور ہمہ گیریت ہے کہ یہ ان بندوں کے لیے ہے جنہوں نے خالص اللہ کے لیے بھرت کی، اللہ کے دین کا دفاع کرتے ہوئے ان کی موت ہوئی یا ان کو شہادت نصیب ہوئی، اور انہوں نے اللہ کی دعوت کو عام کرنے کے لیے جدوجہد کی۔

۲۱- وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمْيِتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ۔ (الحج: ۲۶) (اور وہی تو ہے جس نے تمہیں حیات بخشی پھر تمہیں مارتا ہے پھر تمہیں زندہ بھی کرے گا اور انسان تو بڑا ناشکرا ہے۔)، اس آیت میں اس بات کی یاد دہانی ہے کہ اس زندگی کے بعد موت آنے والی ہے، اس کے بعد بعث اور حشر و نشر کے لیے دوبارہ زندہ کیا جائے گا، انسان کو یہ یاد رہنا چاہئے کہ زندگی زیادہ طویل نہیں ہے، جب وقت پورا ہو جائے گا تو امیدوں کے قلعے ڈھیر ہو جائیں گے، اس کے بعد انسان کو قبر اور برزخ کا رخ کرنا پڑے گا، اور پھر وہ دن آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کے لیے دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اس دن کے آنے میں تاخیر اس لیے ہو رہی ہے کہ ابھی متینہ وقت نہیں آیا ہے، اس آیت میں یہ بات کی گئی ہے کہ ان وعدوں اور وعدیوں کے باوجود انسان سرنشی اور ناشکری کی زندگی گزار رہا

- ہے -

۲۲۔ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ۔ (الحج: ۶۹) (جنباتوں میں تم اختلف کرتے ہو اللہ تم میں قیامت کے روز ان کا فیصلہ کر دے گا۔)، اس آیت میں اس بات کی ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ کی طرف دعوت دینا ضروری ہے، خواہ ظالم کتنا ہی بحث اور جدال کا رو یہ اختیار کریں، علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، وہ تہذیات بحق ہے جو بندوں کے درمیان سارے اختلافات کا فیصلہ کر دے گا، بندوں کے درمیان فیصلوں کا اصل مقام دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے جہاں اللہ کے حضور تمام فیصلے کیے جائیں گے، قیامت کے مناظر میں آخری منظر بہت ہی بھی انک اور ہونا ک ہے، جو لوگ ایمان والوں پر دست درازی کرتے ہیں، ان کو اللہ رب العزت کی جانب سے کھلے طور پر خبردار کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّمَا يُنَزَّلُ مِنْ ذَلِكُمُ النَّارُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔ (الحج: ۷۲) (میں تم کو اس سے بھی رُہی چیز بتاؤں؟ وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ مُأْثِكَانہ ہے۔)، اس طرح مناظر قیامت کو اس شدید عید کے ساتھ ختم کر دیا، یہ عید بندوں کی ناشکری، سرکشی اور ظالمانہ رویے کے ساتھ گھری مناسبت رکھتی ہے۔

نتائج اور موازنہ

☆ اول: اس سورہ میں ۲۹ مرمناظر قیامت کا ذکر ہے، حالانکہ اس سورہ کے اندر کل ۸۷ آیات ہیں، یعنی تقریباً نصف سورہ میں ان مناظر قیامت کو اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے، قابل غور بات یہ ہے کہ

بیشتر مناظر یعنی ۱۹ ارمناظر کا ذکر مناسک حج کے پہلے، اور دس مناظر کا ذکر مناسک حج کے بعد ہوا ہے، اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یوم قیامت اور اس کی عظیم ہولناکیوں کو یاد رکھنا کتنی بنیادی اہمیت کا حامل ہے، حتیٰ کہ نفس گناہوں سے باز رہنے لگے، مجاهدہ نفس نیز شیطان کے ساتھ معرکہ آرائی کی اس کے اندر قوت پیدا ہو، انسان اپنے آپ کو رب کے حضور مکمل طور سے پر د کر دے، اور اس کے فرمان کی بجا آوری پر اس کا دل آمادہ ہو جائے، اس طرح اس کے لیے جنت کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کی راہ ہموار ہو جائے گی۔

☆ دوم: مناظر قیامت کا اس شدت اور کثرت کے ساتھ ذکر اس بات کو تینی بنا دیتا ہے کہ حج کا سفر دراصل اللہ کی جانب دل کا سفر ہے، گویا کہ فرد مون جب حج سے پہلے غسل کر کے احرام باندھتا ہے، اس وقت وہ جنازے کے غسل اور کفن پوشی کی یاد تازہ کرتا ہے کہ آخرت کی پہلی منزل یعنی قبر اور برزخ کی جانب وہ کوچ کر جائے گا، جب وہ اپنے اہل خانہ، احباب، اقرباء اور مال و دولت کو خیر آباد کہتا ہوا ارض مقدس کی جانب کوچ کرتا ہے تو گویا وہ اس کائنات کو چھوڑ کر رحمن کی جانب کوچ کر رہا ہوتا ہے، اس امید اور آرزو کے ساتھ کہ اسے یوم قیامت کی ہولناکیوں سے نجات ملے گی، اور اسے جنت کے محلات میں رہنے کا موقع نصیب ہوگا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، پھر یوم آخرت سے متعلق گفتگو میں توقف (آیات: ۲۶، ۳۲ / تا ۲۶) اختیار کیا جاتا ہے، اور ان آیات کے اندر مناسک حج، و جوب جہاد اور نصرت خداوندی کے بارے میں گفتگو کی جاتی ہے، پھر ۱۹ آیات میں یوم آخرت کے تعلق سے گفتگو ہوتی ہے تاکہ حج کے سفر اور تحریک جہاد کے دوران بھی آخرت کی یاد لوں میں تازہ رہے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بعض اوقات ایسے بھی ہیں جبکہ انسان کو یوم آخرت کے متعلق ذہن و قلب کے استحضار کے ساتھ خوب خوب مطالعہ کرنا چاہئے، اور مناظر قیامت کا ذہن میں اس طرح استحضار کرنا چاہئے گویا قیامت سامنے کھڑی ہے اور حقیقت کی نگاہوں سے اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں، جب ایمان پر دل کو استقامت حاصل ہو جائے، اور تقوی سے دل مالا مال ہو جائے تو پھر انسانوں کے درمیان کام شروع کرنا چاہئے، اب عملی پہلو غالب آجائے گا، اور بسا اوقات ایمانی

پہلو پیچھے بھی رہ جائے گا، عبادت میں عادتوں میں تبدیل ہو جائیں گی، اس وقت یوم آخرت اور ان تمام چیزوں کی خوشخبری اور یادداہی کی ضرورت محسوس ہو گی جو اللہ نے مونین کے لیے تیار کر کھی ہیں اور سرکش لوگوں کو جس سے خبردار کر دیا ہے۔

سوم: اس سورہ کے اندر بعض ایسے مناظر قیامت کا ذکر ہے جو کسی اور سورہ کے اندر نہیں ملیں گے، مثال کے طور پر قیامت کا زلزلہ ہے جو محض زمین پر نہیں آئے گا جیسا کہ سورہ زلزال میں ہے، بلکہ کائنات کی ہر ہر چیز اس زلزلہ کی زد میں ہو گی۔ دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، ہر حاملہ اپنے حمل گردے گی، لوگ ایسے لڑکھراتے پھر ہے ہوں گے جیسے کہ نشی کی حالت میں ہوں، کفار کو آگ کے کپڑے پہنانے جائیں گے، اور ساتھ میں کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا، لوہے کے ہتھوڑوں سے ان کے جسم کو کوٹ ڈالا جائے گا، ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ ان کو آگ کا شدید عذاب چکھایا جائے گا، اس عذاب کا ذکر سورہ میں دو مرتبہ آیا ہے۔

چہارم: اس بات پر بہت ہی غور فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ شعائر حج پر گنتگو سے قبل ۱۸ آیات میں ۱۵ ار مقامات پر انسان کے ذہن و قلب اور اس کے پورے وجود کو اس بات کے لیے تیار کیا گیا کہ وہ اللہ سے ملنے کے لیے تیار ہے، ان کو قیامت کے ہولناک مناظر کی یادداہی گئی، ظالموں کو ملنے والے شدید عذاب اور مونوں کو ملنے والی ابدی آسائشوں کو بھی یاد دلایا گیا ہے۔

پنجم: دیکھنے کی چیز ہے کہ سورہ میں مناظر قیامت بیان ہوئے، مونین سے وعدے کیے گئے اور کافروں کو وعدیں سنائی گئیں، اسی طرح غور کرنے کی بات یہ ہے کہ مونین سے جنت میں داخل ہونے کا وعدہ کیا گیا، آیت ۱۳۱ میں، آیت ۲۳۰ اور آیت ۵۶ میں اس کی تاکید کی گئی، اور آیت ۵۹ میں اس کی جانب اشارتاً کچھ کہا گیا، اس کے برخلاف کافروں کو پہلی وعدیہ سنائی گئی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کافروں کو آگ کا عذاب چکھائے گا، اور ذیل کی آیات میں اس کی تاکید کی گئی: ۱۹: ۲۲ تا ۲۵، ۵۱، ۵۵، ۷۵ اور ان سب سے بڑھ کر آیت ۷۲ کے اندر۔ اسی طرح یہ بھی قابل غور امر ہے کہ مونین سے وعدہ کرنے سے قبل کافروں کو وعدیں سنائی گئی ہیں، اسی انداز سے مناظر قیامت

بیان کرتے ہوئے سورہ اپنے اختتام کو پہنچ گئی، یہ انداز سورہ کے مرکزی مضمون سے بھی مطابقت رکھتا ہے کہ پیش نظر ایسی قوم کی تشكیل نہیں ہے جو حرم کی جانب مبارک سفر میں روحانی طور سے پاکیزہ ہو کر نکلے، بلکہ ان کو حج کے ذریعہ اس بات کے لیے تیار کرنا ہے کہ وہ ان ظالم اور سرکش کافروں کا سامنا کرنے کے اہل بن جائیں۔

☆ششم: اس طرح یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس سورہ کے اندر وعدوں اور عیدوں کو ایک ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اگر آیات کا آغاز کافروں کو آگ کے عذاب کی وعید سے ہوتا ہے، جیسا کہ آیت ۹۶ میں ہے، تو اس کے بعد آیت ۱۲۰ میں مومنین سے وعدے کیے گئے ہیں۔ آیت ۲۲ تا ۲۴ آیات میں کفار کے لیے وعید ہیں اور ان کے فوراً بعد دو آیات (۲۳، ۲۴) میں مومنین کے لیے بہت ہی رقیق اور نرم گفتگو ہے، آیت ۷۷ میں کفار کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اور اس کے بعد آیت ۵۰ میں مومنین کے لیے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ آیا ہے، پھر آیت ۵۵ میں کافروں کو ایک نامبارک دن کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اور اس کے بعد آیت ۵۶ میں مومنین سے آرام و آسانش کی جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کے بعد آیت ۷۷ میں کافروں کے لیے وعید ہے اور اس کے بعد (۵۸، ۵۹ میں) مومنین سے رزق حسن اور پسندیدہ مقام کا حسین وعدہ ہے، آیت ۷۸ پر یہ مناظر اختتام کو پہنچتے ہیں جس میں کفار کو آگ کی سخت وعید کی گئی ہے۔ اس کی روشنی میں ایک انہائی اہم اسلوب کی بنیاد ڈالنے کی ضرورت ہے، خواہ مسلمانوں سے گفتگو کی جائے یا غیر مسلموں سے، ہمیشہ اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ ترغیب کے ساتھ تزہیب اور وعدوں کے ساتھ وعیدوں کا بھی ذکر کیا جائے، جیسا کہ ان آیات کی ترتیب میں دیکھا گیا ہے، تاکہ دل میں امید کے ساتھ خوف بھی ہوا و غم کے ساتھ خوٹی بھی۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک پہلو پر دوسرے کے مقابلے میں زیادہ زور دیا جائے، جیسا کہ اس سورہ میں دیکھتے ہیں کہ وعدوں کے مقابلے میں وعیدوں کا پہلو غالب ہے، تاہم یہ مناسب نہیں ہے کہ صرف وعدوں وعدوں ہی میں بات کی جائے اور وعدوں کا ذکر ہی نہ کیا جائے، جس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ انسان کو اس قدر امید ہیں ہو جائیں گی کہ اللہ کے عذاب کے سلسلہ میں بالکل بے خوف ہو جائے گا، اور

یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ صرف وعدیدوں ہی کا ذکر کیا جائے کہ لوگوں کی یہ حالت ہو جائے کہ وہ مایوسی اور نومیدی کی کیفیت میں مبتلا ہو جائیں، بلکہ ان دونوں کے درمیان توازن قائم رکھا جائے گا، تاہم ایک کے ذکر کو دوسرے کے بالمقابل حالات اور زمان و مکان کی مناسبت سے مناسب ترجیح ضروری جاسکتی ہے۔

خلاصہ

۱۔ سورہ حج کی بہت سی امتیازی خصوصیات ہیں جو صرف اسی سورہ کے اندر پائی جاتی ہیں، جس میں پہلی بات یہ کہ اس سورہ کا نام حج کی عبادت کے نام پر رکھا گیا جبکہ دوسری عبادات مثلًا نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے متعلق ایسا نہیں ہے۔ اس سورہ کے اندر دو سجدہ تلاوت ہیں۔ اس سورہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنی دو صفات 'القوی العزیز' کا ذکر کیا ہے، اور دوسری سورتوں کے عکس دو مرتبہ کیا ہے،

پہلی سورہ ہے جس میں قوال کی اجازت دی گئی ہے، تھا سورہ ہے جس میں آگ کا عذاب چکھنے کا ذکر دو مرتبہ آیا ہے، اسی طرح کفار کے عذاب کا بھی ایک بھی انک منظر اس سورہ میں موجود ہے کہ ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے، لو ہے کے ہتھوڑے ہوں گے، جہنم میں عذاب معنوی ایک مستقل غم کی صورت میں ان پر طاری رہے گا، اسی طرح یہ وہ تھا سورہ ہے جس میں جوں کا ذکر آیا ہے۔

۲۔ سورہ حج کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معرفت الہی اور ذکر الہی حج کے اعلیٰ ترین مقاصد میں شامل ہے، یہ پہلا منہج ہے جو اللہ اور اس کی صفات کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے، ۱۴۲۲/ مرتبہ نصاً اور ۳۷/ مرتبہ غور کرنے پر اللہ اور اس کی صفات کا ذکر اس سورہ میں ملتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف جو اشارے کیے گئے ہیں، خواہ ضمیر ظاہر کی صورت میں ہوں یا مستتر کی صورت میں یا اس کے علاوہ کسی صورت میں ہوں، اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو پہنچ چلتا ہے کہ ۱۹۵ مرتبہ اس کا ذکر ہے، میں نے مختلف جدلوں کے ذریعہ ان تمام مقامات کو بیان کر دیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کا بنیادی محور ذکر الہی اور معرفت الہی ہے، تاکہ حج اور دوسری عبادات اللہ سے گھرے قلبی لگاؤ کے ساتھ ادا کی جائیں، ایسا تعلق نہ ہو کہ فتنوں کا ایک جھونکا اس کو بہالے جائے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی معرفت اور اس کا ذکر حج سے پہلے ایک لازمی چیز ہے، حج کے شعائر کے دوران بھی یہ لازم ہیں اور حج کے بعد خالی اوقات میں اور دوسری عبادات میں بھی اس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

۳۔ سورہ حج میں ایک بہت بڑی تعداد الہی آیتوں کی ہے جس میں اس کائنات کی دیگر اشیاء کا ذکر ہے، زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، نباتات، درخت، پرندے، اونٹ، چوپائے، گرجا گھر، عبادتیں، مسجدیں اور رات دن وغیرہ۔ اس پوری کائنات کی دواہم خصوصیات بیان ہوئیں ایک یہ کہ رحمٰن کی عبادت گزار اور اس کے حضور سجدہ ریز ہے۔ دوم یہ کہ اس کو انسان کے لیے مسخر کیا گیا ہے، اس طرح اس کائنات کے ساتھ وفا شعاراتی اور اس کو آباد و شاداب رکھنا ایک مسلمان کے عقیدے میں داخل ہے، ایک مومن کی نگاہ میں اس کے اطراف پھیلے جمادات اور چندو پرندائیک زندہ وجود رکھتے

ہیں، ان کے اندر احساسات و جذبات ہوتے ہیں، مؤمنین کے لیے ان میں نعمتیں اور برکتیں ہوتی ہیں، کافروں کے لیے اس میں عذاب اور غصب الہی ہوتا ہے، ایک پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے کہ اس کائنات نے بعض انبیاء کی آواز پر لبیک کہا، جن میں نوح، ابراہیم، داؤد، سلیمان، موسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ یہیں کائنات ظالموں کے لیے انتقام، عذاب اور لعنت ثابت ہوئی۔

۴۔ باوجود اس کے کہ سورہ کانعام حج ہے، اور اس میں مناسک حج سے متعلق گفتگو ہے، تاہم ان مناسک سے پہلے اور ان کے ساتھ ساتھ مؤمنین کے لیے مد و نصرت کی بات بھی سات مرتبہ آئی ہے، اور عربی زبان کے اعلیٰ تاکیدی اسلوب میں یہ بتیں آئی ہیں، قتال کی پہلی اجازت اسی سورہ میں آئی ہے کہ دفاع میں جہاد ہونا چاہئے، اور کھلی کھلی نصرت کے ذریعہ مسلمانوں کو غلبہ عطا کرنے کا بھی ذکر آیا ہے، میرے خیال میں اس تکرار اور تاکید کا سبب خوف اور ڈر، بزدلی اور جلد بازی ہے جو مختلف مسلمانوں کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ کی یہ مشیخت ہوئی کہ ان کے دلوں کو اس پر زورِ کلام کے ذریعہ شفا عطا کی جائے، اور مجاهد مسلموں کو نصرت کا کھلا وعدہ بھی سنادیا جائے۔

۵۔ اگر قرآن کی ان آیات کا بغور مطالعہ کیا جائے، جن میں شعائر حج، مسجد حرام اور مکہ مکرمہ کا ذکر ہے، تو ہم دیکھیں گے کہ تمام مقامات پر ان مقدسات، شعائر اور جہاد فی سبیل اللہ کے درمیان ایک ربط پایا جاتا ہے، مجھے اس سلسلہ میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہے کہ حج و عمرہ کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد امت کی تیاری بھی ہے تاکہ وہ اپنے مقدسات کے تحفظ کے لیے تیار ہیں جو مستقل اندیشوں کی زد میں ہیں، اس سوچ کا آغاز سورہ حج سے ہوا لیکن جب میں نے قرآن میں دیکھا تو مختلف سورتوں (البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانفال، التوبہ، الحج، الحجۃ، الحجۃ، الحجۃ، الحجۃ، الحجۃ) میں یہ بات مجھے دیکھنے کو ملی، اس سے پہنچتا ہے کہ ہمارا حج ناقص صورت میں ادا ہو رہا ہے جب تک کہ اس سے امت کو تربیت نہ ملے، جس سے اس کے اندر قوت پیدا ہو، خواہ ایمان اور عقیدے کی قوت ہو، اتحاد اور باہم تعاوون کی قوت ہو، یا پھر ضروری مادی قوت ہو، جس سے اللہ کے دشمنوں کو روکا جاسکے اور انہیں

خوفزدہ کیا جاسکے۔

۶۔ سنت نبوی میں قرآن کے اس بیان کی تائید موجود ہے کہ جہاد اور حج کے درمیان ایک ربط پایا جاتا ہے، اسی طرح سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا، یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو ایک خبر کے طور پر سن لیا جائے اور اس کے تحفظ کے لیے کوئی اقدام اور تیاری نہ کی جائے۔

۷۔ نصوص میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ اللہ کا گھر دشمنوں کی جانب سے ہمیشہ خطرات کے زرنے میں رہے گا، تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں ایسی کوششیں ہوئی ہیں ہیں، معاملہ کعبہ کے انہدام تک پہنچ گیا تھا، مکہ کی حرمت کو پامال کیا گیا، اور آج کے دور میں اس پر ایسی حملہ کرنے کی دھمکی دی جا رہی ہے، جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ حج کے ساتھ قتال فی سبیل اللہ کا ایک خاص تعلق اور ربط ہے تو شرعی ضوابط کی پابندی ہم پر لازم ہے، اہم ترین بات یہ کہ تلواروں سے پہلے زبان کے ذریعہ جہاد کا کام کیا جائے، پھر جہاد سے قبل تیاری کی جائے، ظلم اور چیرہ دستی کا خاتمه قتال اور جہاد کا سبب ہے، محض کفر اس کا سبب نہیں ہے، قتال اس سے کیا جائے گا، جو برس پیکار ہو یا اس نے ظالمانہ رویہ اختیار کر لیا ہو، خواہ وہ اپنی قوم کا ہی کیوں نہ ہو۔ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ظالم اور سرکش لوگوں کو زیر کردیا جائے اور ان کی سرکوبی کی جائے۔ قتال کے لیے حکومت کا ہونا ضروری ہے الایہ کہ دشمن نے خود راندازی کی ہو۔

۸۔ پانچویں فصل میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ اللہ نے مونین سے دنیا و آخرت کی کامرانی کا جو وعدہ کیا ہے اس پر یقین کامل رکھا جائے، پہلا وعدہ جو تکرار کے ساتھ سورہ میں آیا ہے وہ یہ کہ مونین جنت میں داخل کیے جائیں گے، ان کے لیے اور بھی بشارتیں موجود ہیں، جیسے ان کے اور دیگر ملتوں اور مذاہب کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا، ان کے اوپر نعمت اور رزق حسن کی بارش ہو گی، ان کا اللہ تعالیٰ دفاع کرے گا اور ظالموں کے بالمقابل ان کو غلبہ عطا کرے گا، ان کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرے گا، ان کو عفو و مغفرت اور کامیابی سے سرفراز کیا جائے گا، ان کو اللہ منتخب بندوں میں شامل کرے گا، اور ان کو شہادت کا کام انجام دینا ہو گا۔

۹۔ چھٹی فصل میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ اللہ کافروں کو دنیا و آخرت کے خسارے سے دوچار کرے گا، پہلی وعید یہ بیان ہوئی کہ ان کو آگ کے عذاب کا مزہ چکھایا جائے گا، ان کو آگ کے کپڑے دیئے جائیں گے، ان کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، ان کو لو ہے کے ہتھوڑوں سے کوت ڈالا جائے گا، ان کو مہلت دی جائے گی اور پھر ہلاک کر دیا جائے گا، ہر عالیشان محل ہندُر بن جائے گا، ان کے دل بینائی سے محروم اور پھٹے پڑے ہوں گے، ان کے لیے نامبارک دن کا عذاب ہو گا، اور کفار کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مکھی کے ذریعہ ان کو چیخ کرتا ہے، اور اس چیخ کو قبول کرنے سے وہ عاجز رہ جاتے ہیں۔

۱۰۔ اس سورہ کے اندر دیگر سورتوں کے بالمقابل 'الناس' کا لفظ خوب (۱۵ مرتبہ) آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کا ایک آفیci پیغام اور ایک انسانی مقصد ہے، انسانوں سے متعلق آیات کو دو حصوں میں بانٹ سکتے ہیں: پہلا لوگوں کی عام خصوصیات سے متعلق، دوسرا یہ کہ ساری انسانیت کو اسلام کی جانب بلانے کے لیے آفیci دعوت۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم لوگوں کی طبیعتوں اور خصوصیات سے واقفیت رکھیں اور ان کی طبیعت، مزاج اور رنج و غم کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو اسلام کی دعوت دیں۔

۱۱۔ اسباب اور نتائج کے تعلق کی خاص اہمیت ہے، سورہ میں 'ذکر' کا لفظ کئی بار آیا ہے، اور اس کے فوری بعد ماقبل کی علت بیان ہوئی ہے، علت و اسباب کے اس قرآنی اسلوب پر تحقیق کرنے اور اسے سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم لوگوں کو اپنے عقائد، اخلاق اور شریعت کے اصولوں پر مطمئن کر سکیں، خاص طور سے موجودہ دور کے تناظر میں اپنی نوجوان نسل کو اس پر مطمئن کر سکیں۔

۱۲۔ دعوت کے اسالیب میں یہ بات بھی داخل ہے کہ الفاظ کا اختیاب کرنا سیکھیں، وہ موثر ہوں، واضح ہوں نیز موضوع اور مقام کے لحاظ سے مناسب ہوں۔ اس بات کو اس منیج سے اخذ کیا گیا ہے جو اللہ رب العزت نے سورہ حج کے مختلف جملوں اور کلموں کے سلسلہ میں اختیار کیا ہے، ظالموں سے مذکور اور جہاد فی سبیل اللہ کے تعلق سے سخت، شدید، بہیت ناک اور رعب دار انداز اختیار کیا گیا ہے کیونکہ

اس موقع سے یہی موزوں تھا، لیکن سورہ میں اس تختی اور تیزی کے ساتھ ساتھ مومنین اور مقتین کے لیے ترغیب، رقت اور نرمی کا انداز بھی موجود ہے، اس کا لحاظ رکھنا ہر دعویٰ موقع پر لازمی ہے۔

۱۳۔ سورہ حج کے اندر بعض منفرد مناظر قیامت کا ذکر ہے، کل ۲۹ / مناظر کا ذکر ہے، جس میں ۱۹ / مناسک حج سے پہلے مذکور ہیں تاکہ حج کا ارادہ رکھنے والوں کے دلوں کو مناسک حج سے قبل آخرت کے لیے تیار کیا جائے، اور ۱۰ / ادا ذکر مناسک حج کے بعد ہے تاکہ حج کے بعد بھی آخرت کی یاد تازہ رکھی جائے، اسی طرح اس سورہ کے اندر اللہ کے پیغام کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف جہاد کی تیاری ہے، لہذا اس میں وعدوں کا خوب ذکر آیا ہے، شدید زلزلہ، اور کافروں کے لیے جہنم کے عذاب کا ذکر ہے اور اس کے بعد مومنین کے دلوں کو چکی دی گئی کہ ان کو آخرت میں آسائشوں سے نوازا جائے گا، اس کے لیے ضروری ہے کہ ان آیات کے ذریعہ ہم ظالموں کو اللہ کے عذاب سے ڈرا میں اور مومنوں کو خوشخبری دیں۔